عین الہدایہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مترجم

فتاویٰ عالمگیری - تفسیر مواہب الرحمٰن

جلد سوم

قانونی کتب خانہ • کچہری روڈ • لاہور

ان لا یکون لہ حق الفسخ کما یکون لہ اذا لم یاذن واذنہ لبعض البدل اذن للعبد بالاداء فیکون
متبرعا بنصیبہ علیہ فلہذا کان کل المقبوض لہ وعندھما الاذن بکتابۃ نصیبہ اذن بکتابۃ الکل
لعدم التجزی فھو اصیل فی النصف وکیل فی النصف فھو بینھما والمقبوض مشترک بینھما فیبقی کذلک
بعد العجز۔ اور اجازت کا فائدہ یہ ہے کہ اسکو فسخ کا اختیار حاصل نہو جیسے بدون اجازت کی صورت مین حاصل تھا
اور شریک کو عوض وصول کرنے کی اجازت دینا غلام کو ادا کرنے کی اجازت ہے تو اپنے حصہ کی بابت اسپر احسان
کرنے والا ہوا یعنی غلام پر اپنے حصہ کا احسان کیا۔ اور اسیواسطے شریک نے جو کچھ وصول کیا سب اسیکا ہوا اور
صاحبین کے نزدیک اپنے حصہ کی کتابت کی اجازت دینا کل غلام مکاتب کرنے کی اجازت ہے کیونکہ کتابت کے ٹکڑے
نہین ہوتے ہین پس وہ نصف غلام مکاتب کرنے مین اصیل ہے اور دوسرا نصف مکاتب کرنے مین شریک کی
طرف سے وکیل ہے پس یہ دونون کے درمیان مکاتب ہوا اور وکیل نے جو کچھ وصول کیا وہ ان دونون مین
مشترک ہوگا۔ پھر بعد عاجز ہو جانے کے بھی یون ہی دونون مین مشترک رہیگا۔ قال واذا کانت جاریۃ
بین رجلین کاتباھا فوطیھا احدھما فجاءت بولد فادعاہ ثم وطیھا الآخر فجاءت بولد فادعاہ ثم
عجزت فھی ام ولد للاول۔ اگر ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اسکو مکاتب کر دیا پھر
دونون مین سے ایک نے اسکے ساتھ وطی کی پس اسکے ایک بچہ پیدا ہوا جسکا اسنے دعوی کیا یعنی اس سے نسب ثابت
ہو گیا پھر دوسرے نے اسکے ساتھ وطی کی اور ایک بچہ پیدا ہوا جسکا دوسرے نے دعوی کیا پھر یہ مکاتبہ عاجز ہو گئی
تو یہ مدعی اول کی ام ولد ہوگی۔ لانہ لما ادعی احدھما الولد صحت دعوتہ لقیام الملک لہ فیھا وصار
نصیبہ ام ولد لہ لان المکاتبۃ لا تقبل النقل من ملک الی ملک فیقتصر امومیۃ الولد علی نصیبہ کما
فی المدبرۃ المشترکۃ ولو ادعی الثانی ولدھا الآخر صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاھرا ثم اذا عجزت بعد
ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وتبین ان الجاریۃ کلھا ام ولد للاول لانہ زال المانع من
الانتقال ووطیہ سابق۔ کیونکہ جب دونون مین سے ایک بچہ کا دعوی کیا تو اسکا نسب ثابت ہو گیا کیونکہ
مکاتبہ مین اسکی ملکیت قائم ہے اور اسکا حصہ ام ولد ہو گیا کیونکہ مکاتبہ اس قابل نہین ہوتی ہے کہ ایک ملک سے
دوسری ملک مین منتقل ہو پس ام ولد ہونا اسی کے حصہ پر منحصر رہیگا جیسے مدبرہ مشترکہ مین ہوتا ہے اور جب دوسرے
شریک نے اسکے دوسرے بچہ کا دعوی کیا تو اسکا دعوی بھی صحیح ہے کیونکہ بظاہر اسکی ملکیت قائم ہے پھر اسکے
بعد جب وہ عاجز ہو گئی تو کتابت کالعدم قرار دیجائیگی اور یہ ظاہر ہوا کہ پوری باندی پہلے مدعی کی ام ولد ہے
کیونکہ اب ملک منتقل ہونے سے کوئی بات مانع نہین ہے اور اسی کی وطی سابق ہے ف پس وہ اسی کی ام ولد
ہو جائیگی اور بعد اسکے ام ولد ہو جانے کے دوسرے کی ملک مین منتقل نہین ہو سکتی۔ ویضمن لشریکہ نصف
قیمتھا لانہ تملک نصیبہ لما استکمل الاستیلاد۔ اور یہ شریک اس باندی کی نصف قیمت اپنے شریک کو
تاوان دے کیونکہ اسنے دوسرے کے حصہ کی ملکیت حاصل کر لی کیونکہ استیلاد پورا ہو گیا۔ ونصف عقرھا
لوطیہ جاریۃ مشترکۃ۔ اور نصف عقر کا بھی ضامن ہوگا کیونکہ اسنے مشترک باندی سے وطی کی۔ ویضمن
شریکہ کمال العقر وقیمۃ الولد ویکون ابنہ۔ اور دوسرا شریک بھی اسکو پورا عقر اور بچہ کی قیمت تاوان
دیگا اور یہ بچہ اسکا بیٹا ہوگا۔ لانہ بمنزلۃ المغرور لانہ حین وطیھا کان ملکہ قائما ظاھرا وولد المغرور
ثابت النسب منہ حر بالقیمۃ علی ما عرف لکنہ وطی ام ولد الغیر حقیقۃ فیلزمہ کمال العقر۔ اسواسطے کہ دوسرا

Marfat.com

شریک بمنزلہ دھوکا کھائے ہوئے کے ہے اسواسطے کہ جسوقت اُسنے وطی کی تھی تو بظاہر اُسکی ملکیت قائم تھی اور دھوکا
کھائے ہوئے کا بچہ اُس سے ثابت النسب ہوتا ہے اور بقیمت آزاد ہوتا ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا لیکن اُسنے
ایسی عورت سے وطی کی جو درحقیقت دوسرے کی ام ولد ہے لہذا اُسپر پورا عقر واجب ہوگا۔ وایہما دفع العقر
الی المکاتبۃ جاز لان الکتابۃ ما دامت باقیۃ فحق القبض لہا لاختصاصہا بمنافعہا وابدالہا واذا
عجزت ترد العقر الی المولی لظہور اختصاصہ وہذا الذی ذکرنا کلہ قول ابی حنیفۃ رح وقال
ابو یوسف ومحمد رح ہی ام ولد للاول ولا یجوز وطی الآخر لانہ لما ادعی الاول الولد صارت
کلہا ام ولد لہ لان امومیۃ الولد یجب تکمیلہا بالاجماع ما امکن وقد امکن بفسخ الکتابۃ لانہا قابلۃ
للفسخ فتنفسخ فیما لا یتضرر بہ المکاتبۃ وتبقی الکتابۃ فیما وراءہ بخلاف التدبیر لانہ لا یقبل الفسخ
وبخلاف بیع المکاتب لان فی تجویزہ ابطال الکتابۃ اذ المشتری لا یرضی ببقائہ مکاتبا واذا
صارت کلہا ام ولد لہ فالثانی واطئ ام ولد الغیر فلا یثبت نسب الولد منہ ولا یکون حرا علیہ
بالقیمۃ غیر انہ لا یجب الحد علیہ للشبہۃ ویلزمہ جمیع العقر لان الوطی لا یعری عن احدے
الغرامتین واذا بقیت الکتابۃ وصارت کلہا مکاتبۃ لہ قیل یجب علیہا نصف بدل الکتابۃ
لان الکتابۃ انفسخت فیما لا یتضرر بہ المکاتبۃ ولا تتضرر بسقوط نصف البدل وقیل یجب کل البدل لان
الکتابۃ لم تنفسخ الا فی حق التملک ضرورۃ فلا یظہر فی حق سقوط نصف البدل وفی البقاء فی حقہ
نظر للمولی وان کان لا یتضرر المکاتبۃ بسقوطہ والمکاتبۃ ہی التی تعطی العقر لاختصاصہا
بابدال منافعہا ولو عجزت وردت فی الرق یرد الی المولی لظہور اختصاصہ علی ما بینا اور دونون
شریکون مین سے جسنے مکاتبہ کو عقر دیدیا تو جائز ہے کیونکہ کتابت جب تک باقی رہے تب تک عقر وصول
کرنے کا حق خود مکاتبہ کو حاصل ہے کیونکہ اُسکو اپنی ذات کے منافع ومعاوضات کا خود اختصاص ہے اور جب وہ
کتابت سے عاجز ہوگئی تو عقر اپنے مولے کو واپس کردیگی کیونکہ اب مولے کا اختصاص ظاہر ہوگیا اور یہ سب
امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مکاتبہ مذکورہ پہلے مدعی کی ام ولد ہے اور دوسرے کا وطی
کرنا حلال نہ تھا کیونکہ شریک اول نے جب بچہ کا دعوی کیا تو مکاتبہ مذکورہ پوری اسکی ام ولد ہوگئی اسواسطے
کہ ام ولد ہونا بالاجماع مکمل ہوتا ہے یعنی جہان تک ممکن ہو تکمیل ہوتی ہے اور یہان کتابت فسخ کرکے پوری ام
ولد بنانا ممکن ہے کیونکہ کتابت ایسا عقد ہے جو قابل فسخ ہوتا ہے پس جس امر مین مکاتبہ کو ضرر نہ پہونچے وہ فسخ
کردیا جائیگا اور اُسکے ماسوائے مین باقی رہیگا بخلاف مدبر کرنے کے کہ وہ فسخ کے قابل نہین ہوتا ہے اور
بخلاف مکاتب کی بیع کے کیونکہ اسکے جواز مین کتابت مٹانا لازم ہوگا کیونکہ مشتری اس امر پر راضی نہوگا کہ یہ
مکاتب باقی رہے اور جب پوری باندی اُسکی ام ولد ہوگئی تو دوسرا شریک ایسی باندی سے وطی کرنے والا ہوا
جو غیر کی ام ولد ہے تو اُس سے نسب ثابت نہوگا اور بقیمت وہ آزاد بھی نہوگا سوائے اتنی بات کے کہ دوسرے وطی
کرنے والے پر حد نہین واجب ہوگی کیونکہ شبہہ ہے اور پورا عقر اُسکے ذمہ واجب ہوگا اسواسطے کہ سزا یا تاوان مہر
دونون مین سے ایک ضرور پایا جائیگا اور جب کتابت باقی رہی اور پوری مکاتبہ اُسی کی ہوگئی تو بعض نے
فرمایا کہ اُسپر مال کتابت کا نصف واجب ہوگا اسواسطے کہ کتابت تو ایسی چیز مین فسخ ہوئی جسمین مکاتبہ کا
ضرر نہو اور نصف عوض ساقط کرنے مین اُسکا کوئی ضرر نہین ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ پورا عوض واجب ہوگا

اسواسطے کہ کتابت تو فسخ نہین ہوئی سوائے ایک امر کے کہ بضرورت تملک حاصل ہو تو نصف عوض ساقط کرنے
مین فسخ کتابت کا اثر ظاہر ہوگا اور اس اجارہ کے باقی رکھنے مین مولے کے واسطے بہتری ہے اور مکاتب کا مقر
اسیکو دیا جائیگا کیونکہ وہ اپنے عوض منافع کی زیادہ مستحق ہے اور اگر وہ عاجز ہوکر رقیق کردی گئی تو اپنے مولے
کو واپس کردیگی کیونکہ اب اسکے مولے کا اختصاص ظاہر ہوا جیسا کہ ہمنے سابق مین بیان کیا۔ قال ویضمن
الاول لشریکہ فی قیاس قول ابی یوسف رح نصف قیمتہا مکاتبۃ لانہ تملک نصیب شریکہ وہی
مکاتبۃ فیضمنہ موسرا کان او معسرا لانہ ضمان التملک۔ اور شریک اول اپنے شریک کے واسطے ابو یوسف
رحمہ اللہ کے قیاس قول پر مکاتبہ کی نصف قیمت اس حساب سے کہ وہ مکاتبہ ہوگا کیونکہ اُسنے اپنے شریک کے
حصہ کی ملکیت حاصل کرلی درحالیکہ وہ مکاتبہ ہے تو اُسکے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ تنگدست ہو یا خوش حال ہو
کیونکہ یہ مالک ہو جانے کا تاوان ہے۔ وفی قول محمد رح یضمن الاقل من نصف قیمتہا ومن نصف ما بقی من
بدل الکتابۃ لان حق شریکہ فی نصف الرقبۃ علی اعتبار العجز وفی نصف البدل علی اعتبار الاداء
فللتردد بینہما یجب اقلہما۔ اور امام محمد رح کے قول مین دیکھا جاے کہ اُسکی نصف قیمت اور باقی نصف عوض
کتابت مین سے جو کم ہو اُسکا ضامن ہوگا کیونکہ شریک کا حق دو اعتبار سے متعلق ہے ایک یہ کہ اگر مکاتبہ ادا سے
کتابت سے عاجز ہو جاے تو نصف رقبہ ہے اور اگر وہ عوض کتابت ادا کردے تو نصف عوض ہے پس دونون مین
متردد ہونے کی وجہ سے جو کم ہے وہ واجب ہوگا۔ قال وان کان الثانی لم یطاہا ولکن دبرہا ثم عجزت
بطل التدبیر لانہ لم یصادف الملک اما عندہما فظاہر لان المستولد تملکہا قبل العجز والی عند
ابی حنیفۃ رح فلانہ بالعجز تبین انہ تملک نصیبہ من وقت الوطی فتبین انہ مصادف لملک
غیرہ والتدبیر یعتمد الملک بخلاف النسب لانہ یعتمد الغرور علی ما مر۔ اور اگر دوسرے شریک نے اُس سے
وطی نہ کی بلکہ اُسکو مدبر کردیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو مدبر کرنا باطل ہوگیا کیونکہ وہ ملکیت سے متصل نہین ہوا اور یہ امر
صاحبین کے نزدیک ظاہر ہے کیونکہ جس شریک نے اُسکو ام ولد بنایا وہ اُسکے عاجز ہونے سے پہلے اُسکا مالک ہوگیا
اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ اُسکے عاجز ہونے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وطی کے وقت سے وہ
حصہ شریک کا مالک ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ مدبر کرنا غیر کی ملک سے متصل ہوا حالانکہ مدبر کرنا باعتماد ملک ہوتا ہے
بخلاف نسب کے کہ وہ باعتماد غرور ہوتا ہے ف یعنی مدبر کرنا اُسوقت صحیح ہوتا ہے کہ جب ملکیت موجود ہے پس
اگر ملکیت نہو تو تدبیر صحیح نہین ہوتی تو ملکیت کے سہارے پر تدبیر درست ہوتی ہے اور رہا نسب تو وہ بدون ملکیت
کے بھی صحیح ہو جاتا ہے یعنی اگر دھوکا واقع ہوا ہو تو دھوکے کے بھروسے پر نسب ثابت ہو جاتا ہے جیسا سابق مین
بیان ہوا۔ قال وہی ام ولد للاول لانہ تملک نصیب شریکہ وکمل الاستیلاد علی ما بینا۔ اور باندی
مذکورہ پہلے مدعی کی ام ولد ہوگی کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوگیا اور استیلاد پورا ہو چکا جیسا ہمنے
اوپر بیان کیا۔ ویضمن لشریکہ نصف عقرہا لوطیہ جاریۃ مشترکۃ۔ اور اپنے شریک کے واسطے نصف
عقر کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے مشترک باندی سے وطی کرلی۔ ونصف قیمتہا لانہ تملک نصفہا بالاستیلاد
وہو تملک بالقیمۃ۔ اور اُسکی نصف قیمت کا بھی ضامن ہوگا کیونکہ وہ بذریعہ استیلاد کے نصف باندی کا مالک
ہوگیا اور یہ مالک ہونا بالقیمت ہوتا ہے۔ والولد ولد للاول لانہ صحت دعوتہ لقیام المصحح وہذا قولہم جمیعا
ووجہہ ما بینا۔ اور جو بچہ پیدا ہوا وہ مدعی اول کا بچہ ہے کیونکہ اُسکا دعوی نسب صحیح ہو چکا کیونکہ دعوی

Marfat.com

سب جمع ہونے کا سبب موجود ہے اور یہ بالاجماع سب کا قول ہے اور اسکی وجہ وہی ہے جو ہمنے سابق مین بیان کی ۔ قال وان کانا کاتباہ ثم اعتقہا احدہما وہو موسر ثم عجزت ضمن المعتق لشریکہ نصف قیمتہا ویرجع بذلک علیہا عند ابی حنیفۃ رح وقالا لا یرجع علیہا لانہا لما عجزت ورد ت فی الرق تصیر کانہا لم تزل قنۃ والجواب فیہ علی الخلاف فی الرجوع وفی الخیارات وغیرہا کما ہو مسالۃ تجزی الاعتاق وقد قررناہ فی الاعتاق ۔ اور اگر دونون نے اسکو مکاتبہ کیا پھر ایک نے اسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ خوش حال ہے پھر مکاتبہ عاجز ہو گئی تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کے لیے اسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ قیمت اس عورت سے واپس لیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اس سے واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ جب وہ عاجز ہو کر رقیق کر دی گئی تو گویا وہ برابر رقیق ہی تھی اور جو حکم اس صورت مین دیا گیا ہے وہ اسی اختلاف پر مبنی ہے جو ایک شریک کے واپس لینے اور اختیارات وغیرہ مین ہے جیساکہ اعتاق کے ٹکڑے ہونے کے مسئلہ مین بیان ہوا ہے اور ہم اسکو کتاب الاعتاق مین بیان کر چکے ہین ۔ فاما قبل العجز لیس لہ ان یضمن المعتق عند ابی حنیفۃ رح لان الاعتاق لما کان یتجزی عندہ کان اثرہ ان یجعل نصیب غیر المعتق کالمکاتب فلا یتغیر بہ نصیب صاحبہ لانہا مکاتبۃ قبل ذلک وعندہما لما کان لا یتجزی یعتق الکل فلہ ان یضمنہ قیمۃ نصیبہ مکاتبا ان کان موسرا ویستسعی العبد ان کان معسرا لانہ ضمان اعتاق فیختلف بالیسار والاعسار ۔ اور اسکے عاجز ہونے سے پہلے شریک کو یہ اختیار نہین ہے کہ آزاد کرنے والے سے تاوان لے یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے کیونکہ امام رح کے نزدیک جبکہ اعتاق کے ٹکڑے ہو سکتے ہین تو آزاد کرنے کا اثر یہی ہے کہ دوسرے شریک کا حصہ مثل مکاتب کے ہو جائے اور چونکہ وہ مکاتب موجود ہے تو اسکے فعل سے دوسرے کے حصہ مین کوئی ضرر نہین پہونچا کیونکہ وہ اس سے پہلے سے مکاتبہ ہے اور صاحبین رح کے نزدیک چونکہ اعتاق کے ٹکڑے نہین ہو سکتے ہین تو اسکے آزاد کرنے سے کل آزاد ہو جائیگی تو اسکو اختیار ہے کہ اپنے حصہ کی قیمت بحساب مکاتب ہونے کے تاوان لے بشرطیکہ آزاد کرنے والا خوش حال ہو اور اگر وہ تنگدست ہو تو مملوک اس قیمت کے واسطے سعایت کرے کیونکہ یہ اعتاق کا تاوان ہے تو تنگدستی و خوش حالی کی راہ سے مختلف ہوگا ۔ قال وان کان العبد بین رجلین دبرہ احدہما ثم اعتقہ الآخر وہو موسر فان شاء الذی دبرہ ضمن المعتق نصف قیمتہ مدبرا وان شاء استسعی العبد وان شاء اعتق وان اعتقہ احدہما ثم دبرہ الآخر لم یکن لہ ان یضمن المعتق ویستسعی العبد ویعتق وہذا عند ابی حنیفۃ رح ۔ اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو کہ انہین سے ایک نے اسکو مدبر کر دیا پھر دوسرے نے اسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ خوش حال ہے تو مدبر کرنے والا چاہے اس سے نصف قیمت بحساب مدبر ہونے کے تاوان لے یا چاہے غلام سے سعایت کرالے یا چاہے آزاد کر دے اور اگر دونون مین سے ایک نے اسکو آزاد کیا پھر دوسرے نے مدبر کیا تو مدبر کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ آزاد کرنے والے سے تاوان لے اور غلام سے سعایت کرالے یا آزاد کر دے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے ۔ ووجہ ان التدبیر یتجزی عندہ فتدبیر احدہما یقتصر علی نصیبہ لکن یفسد بہ نصیب الآخر فیثبت لہ خیرۃ الاعتاق والتضمین والاستسعاء کما ہو مذہبہ فاذا اعتق لم یبق لہ خیار التضمین والاستسعاء واعتاقہ یقتصر علی نصیبہ لانہ یتجزی عندہ ولکن یفسد نصیب شریکہ فلہ ان یضمنہ قیمۃ نصیبہ ولہ خیار العتق والاستسعاء ایضا کما ہو مذہبہ ویضمنہ قیمتہ

Marfat.com

نصیبہ مدبرا لان الاعتاق صادف المدبر۔ اور امام رح کے قول کی دلیل یہ ہے کہ امام رح کے نزدیک مدبر کرنے کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں تو ایک کا مدبر کرنا اسی کے حصہ تک رہیگا لیکن اس سے دوسرے کا حصہ خراب ہو جائیگا پس دوسرے کے واسطے تین طرح کا اختیار حاصل ہوگا یعنی آزاد کرنا تاوان لینا و غلام سے سعایت کرانا جیسا کہ امام رح کا مذہب ہے پس جب اسنے آزاد کر دیا تو اسکو تاوان لینے یا غلام سے سعایت کرانے کا اختیار نہیں رہا اور اسکا آزاد کرنا اپنی ہی حصہ تک ہوگا کیونکہ امام رح کے نزدیک عتاق کے ٹکڑے ہوتے ہیں ولیکن اس سے دوسرے کا حصہ خراب ہو جائیگا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ کی قیمت تاوان لے اور یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے آزاد کرے یا غلام سے سعایت کرے جیسا کہ امام رح کا مذہب ہے اور اگر شریک سے تاوان لے تو مدبر ہونے کے حساب سے تاوان لیگا کیونکہ آزاد کرنا ایک مدبر سے متصل ہوا ہے۔ ثم قیل قیمۃ المدبر تعرف بتقویم المقومین وقیل یجب ثلثا قیمتہ وھو قن لان المنافع انواع ثلثۃ البیع واشباہہ والاستخدام وامثالہ والاعتاق وتوابعہ والفائت البیع فیسقط الثلث واذا ضمنہ لا یملکہ بالضمان لانہ لا یقبل الانتقال من ملک الی ملک کما اذا غصب مدبرا فابق پھر کہا گیا کہ مدبر کی قیمت دو اندازہ کرنے والوں کی قیمت اندازہ کرنے سے معلوم ہو جائیگی اور بعض نے کہا کہ محض مملوک کی قیمت سے دو تہائی واجب ہوگی اسواسطے کہ منافع تین قسم کے ہوتے ہیں ایک بیع و اسکے مانند دوم خدمت لینا و اسکے مانند سوم آزاد کرنا و اسکے توابع پس بیان مدبر کرنے میں صرف بیع کا فائدہ جاتا رہا تھا تو ایک تہائی قیمت ساقط ہو جائیگی بہر حال جب اسنے قیمت تاوان دیدی تو وہ اس حصہ کا مالک نہوگا کیونکہ یہ اس لائق نہیں ہے کہ ایک ملک سے دوسری ملک میں منتقل ہو سکے جیسے کسی مدبر کو غصب کیا اور وہ بھاگ گیا تو غاصب پر اسی حساب سے تاوان واجب ہوتا ہے مگر چہ اسکا مالک نہیں ہوتا ہے۔ وان اعتقہ احدھما اولا کان للاخر الخیارات الثلث عندہ فاذا دبرہ لم یبق لہ خیار التضمین وبقی خیار الاعتاق والاستسعاء لان المدبر یعتق ویستسعی وقال ابو یوسف ومحمد رح اذا دبرہ احدھما فعتق الاخر باطل لانہ لا یتجزی عندھما فیملک نصیب صاحبہ بالتدبیر ویضمن نصف قیمتہ موسرا کان او معسرا لانہ ضمان تملک فلا یختلف بالیسار والاعسار ویضمن نصف قیمتہ قنا لانہ صادفہ التدبیر وھو قن وان اعتقہ احدھما فتدبیر الاخر باطل لان الاعتاق لا یتجزی فیعتق کلہ فلم یصادف التدبیر الملک وھو یعتمد ویضمن نصف قیمتہ ان کان موسرا ویسعی العبد فی ذلک ان کان معسرا لان ھذا ضمان الاعتاق فیختلف ذلک بالیسار والاعسار عندھما۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک نے اسکو پہلے آزاد کر دیا تو امام رح کے نزدیک دوسرے کو تین طرح کا اختیار رہیگا یعنی چاہے آزاد کرے یا تاوان لے یا سعایت کرا دے پھر جب دوسرے نے اسکو مدبر کر دیا تو اسکو تاوان لینے کا اختیار جاتا رہا اور آزاد کرنے یا سعایت کرانے کا اختیار رہگیا کیونکہ مدبر کو آزاد کرنا یا اس سے سعایت کرانا ممکن ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جب دونوں میں سے اسکو ایک نے مدبر کر دیا تو دوسرے کا آزاد کرنا باطل ہے کیونکہ مدبر کرنا انکے نزدیک ٹکڑے نہیں ہو سکتا ہے پس وہ مدبر کرنے سے اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہو گیا اور اسکی نصف قیمت کا ضامن ہو گیا خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو کیونکہ یہ مالک ہو جانے کا تاوان ہے پس تنگدستی یا خوش حالی سے مختلف نہوگا اور تاوان میں نصف قیمت بحساب محض مملوک ہونے کے ادا کریگا کیونکہ مدبر کرنا ایسی حالت میں متصل ہوا کہ وہ محض مملوک تھا۔ اور اگر ایک نے اسکو آزاد کیا تو دوسرے کا مدبر کرنا باطل ہے کیونکہ انکے نزدیک آزاد کرنے کے ٹکڑے نہیں ہوتے ہیں پس پورا غلام آزاد ہو جائیگا تو مدبر کرنا

Marfat.com

ملکیت سے متصل ہو اور حالانکہ وہ ملکیت کے بھروسے پر صحیح ہوتا ہے یعنی ملکیت قائم ہو تب مدبر کرنا ٹھیک ہوتا ہے اور اسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ خوش حال ہو اور اگر تنگدست ہو تو غلام مذکور اپنی نصف قیمت کمائی کرکے ادا کرے کیونکہ یہ آزاد کرنے کا تاوان ہے اور وہ صاحبین رح کے نزدیک بلحاظ تنگدستی و خوش حالی کے مختلف ہوتا ہے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولے

یہ باب مکاتب کے مرنے یا اسکے عاجز ہونے اور مولے کے مرنے کے بیان میں ہے

ف یعنی اگر ایک شخص نے اپنے مملوک کو مکاتب کیا پھر مکاتب مرگیا تو اسکے احکام کس طرح ہیں کہ وہ اپنی کمائی اس لائق چھوڑ گیا کہ ادائے کتابت کو کافی ہے یا نہیں ہے۔ یا مملوک مذکور بعد کتابت کے عاجز ہوگیا یا مولے مرگیا تو اسکے احکام کس طرح ہیں۔ قال واذا عجز المکاتب عن نجم نظر الحاکم فی حالہ فان کان لہ دین یقبضہ او مال یقدم علیہ لم یعجل بتعجیزہ وانتظر علیہ الیومین او الثلثۃ نظرا للجانبین والثلث ہی المدۃ التی ضربت لابلاء الاعذار کامہال الخصم للدفع والمدیون للقضاء فلا یزاد علیہ۔ اگر مکاتب کسی قسط سے عاجز ہوگیا تو قاضی اسکی حالت کو دیکھے پس اگر اسکا کچھ قرضہ ہو جسکو وصول کریگا یا کوئی مال ہو جو اسکو حاصل ہونے والا ہے تو اسکو عاجز ٹھہرانے میں جلدی نہ کرے بلکہ دو یا تین روز انتظار کرے کہ اسمیں طرفین کی نگہداشت ہے اور تین روز کی مدت ایسی مدت ہے جو عذرون کے ظاہر کرنے کے واسطے مقرر کی گئی ہے چنانچہ مدعا علیہ کو دفع مدعی کے واسطے تین روز مہلت دیجاتی ہے اور قرضدار کو ادائے قرض کے واسطے تین روز کی مہلت دیجاتی ہے پس اس سے زیادہ مہلت نہیں دیجائیگی۔ فان لم یکن لہ وجہ وطلب المولے تعجیزہ عجزہ وفسخ الکتابۃ وھذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رح۔ اور اگر مکاتب کے واسطے کوئی راہ مال حاصل ہونے کی نہ ہو اور مولے نے درخواست کی کہ یہ عاجز کردیا جائے تو قاضی اسکو عاجز کرکے کتابت فسخ کردے اور یہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کا قول ہے۔ وقال ابو یوسف رح لا یعجزہ حتی یتوالی علیہ نجمان لقول علی رض اذا توالی علی المکاتب نجمان رد فی الرق علقہ بھذا الشرط ولانہ مقدار فاق حتی کان احسنہ مؤجلہ وحالۃ الوجوب بعد حلول نجم فلا بد من امہال مدۃ استیسار اولی المدد ما توافق علیہ العاقدان۔ اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ قاضی اسکو عاجز نہ کریگا یہانتک کہ پے درپے اسپر دو قسطیں چڑھ جائیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مکاتب پر پے درپے دو قسطیں چڑھ جائیں تو وہ رقیق کردیا جائے۔ رواہ ابن ابی شیبہ والبیہقی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شرط کے ساتھ معلق کردیا (یہی قول احمد و ابن ابی لیلی وغیرہ ہے) اور اس دلیل سے کہ عقد کتابت تو آسانی کا عقد ہے حتی کہ وہ عقد کتابت عمدہ ہوتا ہے جو میعادی ہو (بلکہ شافعی و احمد رح کے نزدیک میعاد لازم ہے) اور ادا واجب ہونا قسط کی میعاد آنے پر ہوتا ہے تو آسانی دینے کے واسطے کسیقدر مدت تک مہلت دینا ضرور ہے اور مدتوں میں سے اولی وہی ہے جسپر دونوں عاقدوں نے اتفاق کیا ف یعنی بقدر مدت قسط کے مہلت دیجائے پھر اگر دوسری قسط تک بھی ادا نہو تو دو قسطیں چڑھ جائیں گی پس رقیق کردیا جائیگا۔ ولہما ان سبب الفسخ قد تحقق وہو العجز لان من عجز من اداء نجم واحد یکون اعجز عن اداء نجمین وھذا لان مقصود المولے الوصول الی المال عند حلول نجم وقد فات فیفسخ اذا لم یکن راضیا بدونہ بخلاف الیومین والثلثۃ لانہ لا بد منہا لامکان الاداء فلم یکن تاخیرا والآثار متعارضۃ فان المروی عن ابن عمر رض ان مکاتبۃ لہ عجزت عن نجم فردھا فسقط الاحتجاج بھا۔ اور امام ابو حنیفہ و محمد رح

کی دلیل یہ ہے کہ فسخ کرنے کا سبب متحقق ہوا اور وہ عاجزی ہے یعنی ادا کرنے سے عاجز ہوا تو فسخ کیا جائے کیونکہ جو غلام
ایک قسط ادا کرنے سے عاجز ہوا وہ دو قسطوں سے بدرجہ اولی عاجز ہوگا تو فسخ کرنا لازم ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ
مولے کا مقصود یہ تھا کہ قسط کا وقت آنے پر مال وصول ہو اور یہ مقصود جاتا رہا تو جب وہ بدون اسکے راضی
نہ تھا تو عقد فسخ کر دیا جائیگا بخلاف دو تین دن کے کہ اتنی مدت ضروری ہوتی ہے تاکہ ادا کرنا ممکن ہو پس یہ تاخیر مین
داخل نہین ہے اور رہے آثار صحابہ رضی اللہ عنہم تو وہ باہم متعارض ہین چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر
ایک مکاتب ایک قسط ادا کرنے سے عاجز ہوئی تو اسکو فسخ کرکے رقیق کر دیا تو ان آثار سے دلیل لانا ساقط ہو گیا
ف لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مین ایک قسط کی قید نہین ہے بلکہ عطاء رح نے روایت کی کہ ابن عمر
رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غلام کو ہزار دینار پر مکاتب کیا پس اسنے نو سو دینار ادا کیے اور سو نہین ادا کیے یعنی
سوائے ایک سو کے باقی ادا کیے تو اسکو رقیق کر دیا۔ رواہ ابن ابی شیبہ۔ پس ظاہر یہ ہے کہ وہ سو دینار ادا کرنے سے عاجز
ہو گیا تھا یا متواتر دو قسطون کی میعاد گذر گئی پس اول تو یہ فعل ہے اور حدیث علی رضی اللہ عنہ قول ہے اور دوم یہ کہ
دونون مین کوئی معارضہ نہین ہے پس اظہر قول ابو یوسف رحمہ اللہ ہے واللہ تعالی اعلم۔ قال فان اعجز نفسہ عند
غیر السلطان فعجز فردہ مولاہ برضاہ فہو جائز لان الکتابۃ تفسخ بالتراضی من غیر عذر فبالعذر اولی۔
اور اگر مکاتب نے سوائے قاضی کے دوسرے کے نزدیک ادائے قسط مین عجز ظاہر کیا پس عاجز ہوا پس مولے نے اسکی
رضامندی سے اسکو رقیق کر دیا تو یہ جائز ہے کیونکہ کتابت ایسا عقد ہے کہ باہمی رضامندی سے بدون عذر کے فسخ کیا جاتا ہے
ہے تو عذر کی وجہ سے بدرجہ اولے فسخ ہو سکتا ہے۔ ولو لم یرض بہ العبد لابد من القضاء بالفسخ لانہ عقد لازم
تام فلابد من القضاء او الرضاء کالرد بالعیب بعد القبض۔ اور اگر غلام مذکور فسخ پر راضی نہوا تو فسخ کے
واسطے حکم قاضی ضرور ہے کیونکہ کتابت ایک عقد لازمی کامل ہے تو اسکے توڑنے کے واسطے حکم قاضی یا باہمی رضامندی
کی ضرورت ہے جیسے قبضہ کے بعد بوجہ عیب کے واپسی مین ہوتا ہے۔ قال واذا عجز المکاتب عاد الی احکام
الرق لانفساخ الکتابۃ۔ اور جس وقت مکاتب اپنی کتابت سے عاجز قرار پایا تو رقیت کے احکام اسپر عود کرینگے
کیونکہ کتابت فسخ ہو گئی۔ وما کان فی یدہ من الاکساب فہو لمولاہ لانہ ظہر انہ کسب عبدہ وہذا لانہ
کان موقوفا علیہ او علی مولاہ وقد زال التوقف قال فان مات المکاتب ولہ مال لم ینفسخ الکتابۃ وقضی
ما علیہ من مالہ وحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ وما بقی فہو میراث لورثتہ ویعتق اولادہ وہذا قول
علی رض وابن مسعود رض وبہ اخذ علماؤنا رح۔ اور بعد رقیق ہو جائے گے جو کمائیان اسکے قبضہ مین ہون وہ
اسکے مولے کی ہونگی کیونکہ یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ اسکے غلام کی کمائی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ کمائی اسطرح متوقف تھی کہ
یا یہ مکاتب کی ہین یا اسکے مولے کی ہین اور اب یہ توقف جاتا رہا۔ قدوری نے لکھا کہ اگر مکاتب مر گیا اور وہ مال چھوڑ کر
مرا تو کتابت فسخ نہو گی اور حکم دیا جائیگا کہ جو عوض کتابت اسپر ہے وہ اسکے مال سے ادا کیا جائے اور حکم دیا جائیگا کہ وہ
اپنی زندگی کے آخری جزو مین آزاد ہو کر مرا اور جو کچھ اسکا ترکہ باقی رہا وہ اسکے وارثون مین میراث ہوگا اور اسکی اولاد
آزاد ہو گی اور یہی حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اسی کو ہمارے علماء رح نے لیا ہے ف چنانچہ
ابو الاحوص و سفیان الثوری و اسرائیل نے سماک بن حرب سے انھون نے قابوس بن ابی المخارق سے انھون نے
اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو مصر پر اپنی طرف سے سردار کرکے بھیجا
پس محمد بن ابی بکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھا اور دریافت کیا ایک یہ کہ دو مسلمان یہان زندیق ہو گئے ہین

Marfat.com

دوم یہ کہ ایک مسلمان نے ایک نصرانی عورت سے زنا کیا ہے اور سوم یہ کہ ایک مکاتب مرگیا اور ہنوز اسکی کتابت
مین سے کچھ ادا کرنے کو باقی ہے اور اسکی آزاد اولاد موجود ہے پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا کہ وہ دونون جو
زندیق ہوگئے ہین اگر توبہ کرین تو بہتر ورنہ انکی گردن مار دے اور رہا زانی مسلمان تو اسپر حد زنا قائم کرو
نصرانیہ مذکورہ کو اسکے دین والون کو دیدے اور رہا مکاتب تو اسکے ترکہ مین سے اسکی باقی کتابت کردے اور جو کچھ باقی
رہے وہ اسکی اولاد آزاد کے واسطے ہے۔ رواہ ابن ابی شیبہ وعبد الرزاق۔ اور ابن یونس نے تاریخ مصر مین بھی
اسکو روایت کیا۔ وہذا لاسناد حسن۔ اور شیخ ابن حزم نے کہا کہ یہی قول سعید وحسن وابن سیرین ونخعی وشعبی و
عمرو بن دینار وثوری وابو حنیفہ واسحاق رح کا ہے۔ اور بیہقی نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ مکاتب کی
کتابت مین سے جو کچھ باقی رہا اسکے ترکہ سے ادا کیا جاوے اور جو کچھ وہ اسکے وارثون کے واسطے ہے ع ن۔ وقال
الشافعی رح تبطل الکتابۃ ویموت عبدا وما ترک لمولاہ وامامہ فی ذلک زید بن ثابت رض۔ اور امام شافعی رح
نے کہا کہ کتابت باطل ہوجائیگی اور مکاتب مذکور غلام ہوکر مریگا اور جو کچھ اسنے چھوڑا وہ اسکے مولے کا ہوگا اور امام
شافعی رح کے پیشوا اس بارہ مین زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہین ف چنانچہ بیہقی نے شعبی سے روایت کی کہ زید بن
ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مکاتب غلام مریگا اگر اسپر ایک درم باقی رہے اور نہ وہ کسیکا وارث ہوگا اور نہ اسکا
کوئی وارث ہوگا۔ ولان المقصود من الکتابۃ عتقہ وقد تعذر اثباتہ فتبطل۔ اور انکی دوسری دلیل یہ ہے کہ کتابت
سے مقصود یہ تھا کہ وہ آزاد ہوجاوے اور اسکے مرنے کی وجہ سے یہ ثابت کرنا محال ہوگیا لہذا کتابت باطل ہوجائیگی
وہذا لانہ لایخلو اما ان یثبت بعد الممات مقصودا او یثبت قبلہ او بعدہ مستندا لاوجہ الی الاول لعدم
الحاجۃ ولا الی الثانی لفقد الشرط وہو الاداء ولا الی الثالث لتعذر الثبوت فی الحال والشیء یثبت
ثم یستند۔ اور قول شافعی رح کی توجیہ یہ ہے کہ آزادی اگر ثابت ہو تو تین حال سے خالی نہین ہے ایک یہ کہ بعد موت
کے مقصود ثابت ہو یعنی ثبوت اسکا صرف بعد موت کے مقصود رہے کہ پہلے سے ثابت نہو اور نہ پہلے کسی وقت کی جانب
مستند ہو۔ دوم یہ کہ قبل موت کے ثابت ہو سوم یہ کہ بعد موت کے کسی وقت کی جانب مستند ثابت ہو یعنی بعد موت کے
مثلاً حکم دیا جاوے کہ فلان وقت حیات سے یہ آزاد ہوا حالانکہ یہ سب صورتین باطل ہین چنانچہ صورت اول کی کوئی راہ
اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ موت کے بعد آزادی کا محل نہین رہا اور دوسری صورت کی بھی کوئی وجہ نہین ہے کیونکہ
شرط ندارد ہے اور تیسری صورت کی بھی کوئی وجہ نہین ہے کیونکہ فی الحال آزادی ثابت ہونا متعذر ہے اور قاعدہ
یہ ہے کہ ایک امر پہلے ثابت ہوتا ہے پھر کسی وقت کی جانب مستند ہوتا ہے ف تو جب سب صورتین محال ہوئین تو اس
مکاتب کے آزاد ہونے کی کوئی راہ نہوئی پس وہ غلام مرا۔ ولنا انہ عقد معاوضۃ ولا یبطل بموت احد المتعاقدین
وہو المولی فکذا بموت الآخر والجامع بینہما الحاجۃ الی ابقاء العقد لاحیاء الحق بل ادائہ لان حقہ اکد
من حق المولی حتی لزم العقد فی جانبہ والموت انفی للملکیۃ منہ للمملوکیۃ فینزل احیاء تقدیرا ویستند
الحریۃ باستناد سبب الاداء الی ما قبل الموت ویکون اداء خلفا کادائہ وکل ذلک ممکن علی ما عرف
تمامہ فی الخلافیات۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد کتابت ایک عقد معاوضہ ہے یعنی نکاح یا وکالت وغیرہ کے مثل
مین نہین ہے اور حال یہ کہ عقد مذکور دونون متعاقدین مین سے ایک کے مرنے پر باطل نہین ہوتا اور وہ مولے ہے یعنے
اگر مولے مرجاوے تو بالاتفاق عقد کتابت باقی رہتا ہے تو اسی طرح دوسرے کے مرنے سے یعنی مکاتب کے مرنے سے بھی
باطل نہوگا اور ان دونون مین علت مشترکہ یہ ہے کہ احیاء حق کے واسطے عقد باقی رکھنے کی حاجت ہے یعنی جیسے اس

Marfat.com

جب سے مولے کے مرنے پر عقد باقی رکھا جاتا ہے ویسے ہی غلام کے مرنے پر باقی رکھا جائیگا بلکہ بدرجہ اولی باقی رکھا جائے
کیونکہ غلام کا حق بہ نسبت مولے کے زیادہ موکد ہے حتے کہ غلام کی جانب یہ عقد لازم ہوا کرتا ہے اور موت بہ نسبت
مملوکیت کے مالکیت کی زیادہ نفی کرنے والی ہے یعنی موت مولے کی وجہ سے عقد باقی رکھا گیا حالانکہ مالکیت ندارد ہے
تو مکاتب کی موت سے بدرجہ اولی باقی رکھا جائیگا کہ یہان مملوکیت ندارد ہے پس اس عقد کے واسطے غلام کو زندہ
فرض کرلیا جائیگا یا موت سے پہلے اسکا سبب ادا مستند ہونے کی وجہ سے اسکی آزادی بھی موت سے پہلے مستند ہوگی
اور مکاتب کے خلیفہ کا ادا کرنا بمنزلہ اسکے ادا کرنے کے ہوگا اور یہ سب ممکن ہے جیسا کہ خلافیات مین اسکی پوری بحث
مذکور ہے۔ قال وان لم یترک وفاء وترک ولدا مولودا فی الکتابۃ سعی فی کتابۃ ابیہ علی نجومہ فاذا ادی
حکمنا بعتق ابیہ قبل موتہ وعتق الولد لان الولد داخل فی کتابتہ وکسبہ کخلفہ فی الاداء وصار کما اذا ترک
وفاء۔ اور اگر مکاتب مذکور نے ادائے کتابت کے واسطے کافی مال نہ چھوڑا اور ایسا فرزند چھوڑا جو کتابت کی حالت مین
پیدا ہوا ہے تو وہ اپنے باپ کی کتابت کے واسطے اسکے اقساط پر سعایت کرے یعنے کمائی کرکے انھین اقساط پر ادا کرے
جو اسکے باپ کے واسطے قرار پائین تھین پھر جب اسنے کما کر ادا کردیا تو ہم حکم دینگے کہ اسکا باپ اپنی موت سے پہلے آزاد ہوگیا
اور اسکا فرزند بھی آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ فرزند اسکی کتابت مین داخل ہے اور فرزند کی کمائی بمنزلہ اسکی کمائی کے ہے
تو وہ ادا کرنے مین اپنے باپ کا خلیفہ ہوگا اور ایسا ہوگیا جیسے مکاتب نے ایسی چیز چھوڑی جس سے کتابت ادا ہو جائے۔
وان ترک ولدا مشتری فی الکتابۃ قیل لہ اما ان تودی بدل الکتابۃ حالۃ او ترد رقیقا عند ابی حنیفۃ رح
فاما عندھما یؤدیہ الی اجلہ اعتبارا بالولد المولود فی الکتابۃ والجامع انہ مکاتب علیہ تبعا لہ ولہذا یملک
المولے اعتاقہ بخلاف سائر اکسابہ ولابی حنیفۃ رح وھو الفرق بین الفصلین ان الاجل یثبت شرطا
فی العقد فیثبت فی حق من دخل تحت العقد والمشتری لم یدخل لانہ لم یضف الیہ العقد ولا سری حکمہ
الیہ لانفصالہ بخلاف المولود فی الکتابۃ لانہ متصل وقت الکتابۃ فسری الحکم الیہ وحیث دخل فی حکمہ
سعی فی نجومہ۔ اور اگر مکاتب میت نے ایسا فرزند چھوڑا جو اسنے کتابت کی حالت مین خریدا تھا تو امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک اس فرزند سے کہا جائیگا کہ تو عوض کتابت یا تو فی الحال ادا کردے یا رقیق کردیا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک
فرزند مذکور عوض کتابت کو اپنی میعاد پر ادا کریگا بقیاس ایسے فرزند کے جو کتابت کی حالت مین پیدا ہوا ہو (جیسا اوپر
گذرا) اور اس قیاس کی علت مشترکہ یہ ہے کہ دونون تبعا مکاتب ہوتے ہین چنانچہ خریدا فرزند بھی مکاتب میت پر بے اختیار
مکاتب ہوگیا۔ اور اسی وجہ سے مولے کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ چاہے اسکو آزاد کردے بخلاف اسکی دیگر کمائیون کے کہ
مولے انھین تصرف نہین کرسکتا حتی کہ اسکے خریدے ہوے غلامون کو آزاد نہین کرسکتا۔ اور امام ابوحنیفہ کی دلیل جس سے
کتابت کی حالت مین خریدے ہوے فرزند اور پیدا ہوے فرزند مین فرق بھی ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ عقد مین میعاد بطور
شرط ثابت ہوتی ہے تو یہ میعاد ہر ایسے شخص کے حق مین ثابت ہوگی جو عقد کے تحت مین داخل ہوا ہو اور حال یہ ہے کہ خریدا
ہوا فرزند اسکے عقد کے تحت مین داخل نہین ہوا کیونکہ عقد مذکور اسکی جانب مضاف نہین ہوا اور نہ عقد کا حکم اسکی
جانب پھیلا کیونکہ عقد کے وقت وہ الگ تھا بخلاف ایسے فرزند کے جو کتابت کی حالت مین پیدا ہوا کیونکہ وہ کتابت کے
وقت متصل ہے تو عقد کا حکم اس تک پھیل جائیگا اور جب وہ کتابت کے حکم مین داخل ہوا تو اپنے باپ کی اقساط پر
سعایت کریگا ف اور خریدا ہوا جب داخل عقد نہین ہوا تو وہ اقساط کے موافق سعایت نہین کرسکتا لیکن چونکہ
باپ کے ذمہ مکاتب ہو چکا ہے تو کتابت فی الحال ادا کرسکتا ہے اگرچہ میعاد اسکے حق مین ثابت نہوگی یہ سب اسوقت کہ

مکاتب مرا اور اسنے ادائے کتابت کے موافق مال نہ چھوڑا۔ فان استسعی ابنہ ثم مات وترک وفاء ورثہ ابنہ لانہ لما حکم بحریتہ فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ یحکم بحریۃ ابنہ فی ذلک الوقت لانہ تبع لابیہ فی الکتابۃ فیکون ہذا حرا یرث عن حر وکذلک ان کان ھو وابنہ مکاتبین کتابۃ واحدۃ لان الولدان کان صغیرا فھو تبع لابیہ وان کان کبیرا جعلا کشخص واحد فاذا حکم بحریۃ الاب یحکم بحریتہ فی تلک الحالۃ علی ما مر۔ اور اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کو غریب ایسا مرا اور ادائے کتابت کے موافق مال چھوڑ گیا تو بعد ادائے کتابت کے باقی کا وارث اسکا بیٹا ہوگا کیونکہ جب مکاتب کے آخری جزو زندگی مین اسکے آزاد ہونے کا حکم دیا گیا تو اسی وقت سے اسکے بیٹے کے آزاد ہونے کا بھی حکم دیا گیا کیونکہ وہ کتابت مین اپنے باپ کا تابع ہے تو یہ ایسا ہوا کہ آزاد بیٹے نے آزاد باپ کی میراث پائی۔ اسی طرح اگر مکاتب اور اسکا بیٹا دونون ایک ہی کتابت مین مکاتب ہون تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ بیٹا اگر صغیر ہو تو وہ اپنے باپ کا تابع ہوا یعنی بمنزلہ واحد ہین اور اگر بالغ تو دونون بمنزلہ ایک شخص کے قرار دیے جائینگے پھر جب باپ کی آزادی کا حکم دیا گیا تو اسی وقت اسکے بیٹے کی آزادی کا بھی حکم ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

قال فان مات المکاتب ولہ ولد من حرۃ وترک دینا وفاء لمکاتبتہ فجنی الولد فقضی بہ علی عاقلۃ الام لم یکن ذلک قضاء بعجز المکاتب لان ھذا القضاء یقرر حکم الکتابۃ لان من قضیتھا الحاق الولد بموالی الام وایجاب العقل علیھم لکن علی وجہ یحتمل ان یعتق فیجر الولاء الی موالی الاب والقضاء بالتقرر حکمہ لا یکون تعجیزا۔ اگر مکاتب مرگیا اور اسکا کوئی فرزند ایک آزادہ عورت سے ہے اور مکاتب مذکور لوگون پر ایسا قرضہ چھوڑ گیا جس سے اسکی کتابت ادا ہوسکتی ہے (کیونکہ قرضہ نہو تو فی الحال کتابت ادا ہوسکتی ہے) پھر فرزند مذکور نے کسی کو خطا سے قتل کیا پس اسکی آزادہ مان کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا گیا تو یہ حکم اس مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم نہوگا اسواسطے کہ یہ حکم قضاء تو حکم کتابت کو مضبوط کرتا ہے کیونکہ اسکا مقتضا یہ ہے کہ فرزند مذکور اپنی مان کے موالی سے لاحق ہو اور انھین پر عاقلہ ہونا واجب کیا جائے لیکن یہ ایسے طور پر ہے جسمین یہ احتمال ہے کہ یہ بچہ آزاد ہوکر اپنی ولاء کو اپنے باپ کی موالی کی جانب کھینچ لاوے پس ایسے امر کے ساتھ حکم قضاء جاری ہونا جو حکم کتابت کو مضبوط کرتا ہے اس مکاتب کے عاجز ٹھہرانے کا حکم نہین ہے۔ وان اختصم موالی الام وموالی الاب فی ولائہ فقضی بہ لموالی الام فھو قضاء بالعجز لان ھذا اختلاف فی الولاء مقصودا وذلک یبتنی علی بقاء الکتابۃ وانتقاضھا فانھا اذا فسخت مات عبدا واستقر الولاء علی موالی الام واذا بقیت وانفصل بھا الاداء مات حرا وانتقل الولاء الی موالی الاب وھذا فصل مجتھد فیہ فینفذ ما یلاقیہ من القضاء فلھذا کان تعجیزا۔ اور اگر اسکی مان آزادہ کے موالی نے اور اسکے باپ کے موالی نے اس لڑکے کی ولاء مین جھگڑا کیا پس قاضی نے اسکی ولاء کو اسکی مان کے موالی کے واسطے حکم دیدیا تو یہ مکاتب کے عاجز ہوجانے کا حکم ہے اسواسطے کہ یہ اختلاف بالقصد ولاء مین واقع ہوا ہے اور یہ کتابت کے باقی رہنے یا ٹوٹ جانے پر مبنی ہے کیونکہ اگر کتابت فسخ ہوجائے تو مکاتب مذکور غلامی کی حالت مین مرا اور اسکے فرزند کی ولاء اسکی مان کے موالی کو ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی رہے حتی کہ مال کتابت ادا ہوجائے تو وہ آزاد مرا اور فرزند کی ولاء اسکے باپ کے موالی کی جانب منتقل ہوگی اور چونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے تو قاضی جو کچھ حکم دے وہ نافذ ہو جائیگا لہذا یہ حکم اس مکاتب کے عاجز ہوجانے کا حکم ہے۔ قال وما ادی المکاتب من الصدقات الی مولاہ ثم عجز فھو طیب للمولی لتبدل الملک فان العبد یملک صدقۃ والمولی عوضا عن العتق والیہ وقعت الاشارۃ النبویۃ فی حدیث بریرۃ رض ھی لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ۔ اور

مکاتب نے جو کچھ وصول کرکے مولے کو ادا کیے پھر عاجز ہوا تو یہ مال مولے کو حلال ہے کیونکہ ملکیت متبدل ہوگئی کیونکہ غلام نے تو اسکو بطور صدقہ کے حاصل کیا اور مولے نے اسکو بطور عوض کے حاصل کیا اور اسی طرف حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو بریرہ رضہ کے بارہ میں ہے اشارہ واقع ہوا کہ وہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور چولھے پر ہانڈی چڑھی ہوئی تھی پس آپکے سامنے روٹی اور اسکے ساتھ کی جو چیز گھر میں موجود تھی پیش کی گئی تو فرمایا کہ کیا میں نہیں دیکھتا ہوں ہانڈی کو جو پک رہی ہے تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ گوشت تو بریرہ رضہ کو صدقہ میں دیا گیا ہے اور آپ صدقہ نہیں کھاتے ہیں تو فرمایا کہ وہ اسکے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے۔ رواہ البخاری ومسلم۔ وہذا بخلاف ما اذا اباح للغنی والہاشمی لان المباح لہ یتناولہ علی ملک المبیح فلم یتبدل الملک فلا تطیبہ۔ اور یہ حکم مذکور بخلاف ایسی صورت کے کہ فقیر نے مال صدقہ کو کسی تونگر یا ہاشمی کو مباح کیا تو انکے واسطے مباح ہوگا یعنی مثلاً فقیر نے تونگر یا ہاشمی سے کہا کہ اسکو کھائیے تو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اسنے جسکو مباح کیا وہ کرنے والے ہی کی ملک پر اسکو کھاتا ہے تو کھانا حلال نہیں ہے فـ کیونکہ ملکیت نہیں بدلی کیونکہ مباح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ میری ملک میں سے جو کچھ چاہو کھاؤ تو تمکو حلال ہے اسیواسطے مہمان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بغیر اجازت صاحب خانہ کے جو چاہے فقیر کو دیدے ہاں اگر فقیر انکو ہبہ کردے تو حلال و اختیار ہے۔ ونظیرہ المشتری شراء فاسدا اذا اباح لغیرہ لا یطیب لہ ولو ملکہ یطیب اور اسکی نظیر وہ چیز ہے جو اس نے بطور فاسد خریدی کہ اگر دوسرے شخص کو یہ چیز مباح کرے تو اسکو کھانا مباح نہیں اور اگر مالک کرے تو روا ہوتا ہے ولو عجز قبل الاداء الی المولی فکذلک الجواب وہذا عند محمد رح ظاہر لان بالعجز یتبدل الملک عندہ وکذا عند ابی یوسف رح وان کان بالعجز یتقرر ملک المولی عندہ لانہ لا خبث فی نفس الصدقۃ وانما الخبث فی فعل الاخذ لکونہ اذلالا بہ فلا یجوز ذلک للغنی من غیر حاجۃ وللہاشمی لزیادۃ حرمتہ والاخذ لم یوجد من المولی فصار کابن السبیل اذا وصل الی وطنہ والفقیر اذا استغنی وقد بقی فی ایدیہما ما اخذا من الصدقۃ حیث یطیب لہما وعلی ہذا اذا اعتق المکاتب واستغنی یطیب لہ ما بقی من الصدقۃ فی یدہ۔ اور اگر مکاتب یہ مال صدقہ اپنے مولے کو دینے سے پہلے عاجز ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولے کو لینا حلال ہے اور یہ امام محمد رح کے نزدیک ظاہر ہے اسواسطے کہ عاجز ہونے سے امام محمد رح کے نزدیک ملکیت بدل جاتی ہے اور یوں ہی امام ابو یوسف کے نزدیک بھی ظاہر ہے اگرچہ ابو یوسف رح کے نزدیک عاجزی سے مولے کی ملکیت متقرر ہو جاتی ہے اسواسطے کہ خود صدقہ کی ذات میں کچھ خبث نہیں ہے بلکہ خباثت تو اسکے لینے میں ہے کیونکہ اسمیں ذلت ہے لہذا غنی کو بغیر حاجت نہیں جائز ہے اور ہاشمی کو بوجہ اسکی زیادتی احترام کے نہیں جائز ہے اب یہ لینا مولے کی طرف سے نہیں پایا گیا تو مولے اس بارہ میں ایسا ہوگیا جیسے مسافر نے راستہ کی محتاجی کی وجہ سے مال صدقہ لیا پھر اپنے وطن کو پہونچ گیا اور کچھ باقی ہے یا فقیر نے مال صدقہ لیا پھر وہ غنی ہوگیا اور کچھ صدقہ باقی ہے چنانچہ یہ بچا ہوا مال اس حالت میں حلال ہوتا ہے۔ وعلی ہذا اگر مکاتب آزاد ہوگیا اور تونگر ہوگیا تو جو کچھ صدقہ کمایا ہوا اسکے پاس باقی ہے وہ اسکو حلال ہے۔ قال واذا جنی العبد فکاتبہ مولاہ ولم یعلم بالجنایۃ ثم عجز فانہ یدفع او یفدی لان ہذا موجب جنایۃ العبد فی الاصل ولم یکن عالما بالجنایۃ عند الکتابۃ حتی یصیر مختارا للفداء الا ان الکتابۃ مانعۃ من الدفع فاذا زال عاد الحکم الاصلی۔ اگر غلام نے کوئی جرم کیا یعنی اسکا حکم یہ ہے کہ مولے یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دے اور دونوں میں

Marfat.com

سے جو بات اختیار کرے وہ لازم ہوگی اور دوسری جائز نہوگی پس غلام نے ایسا ہی جرم کیا تھا پھر مولے نے اُسکو
مکاتب کردیا حالانکہ مولے کو اس جرم کا حال معلوم نہ تھا پھر غلام عاجز ہوگیا تو چاہے مدعی کو یہ غلام دیدے یا اُسکا
فدیہ دے کیونکہ اصل مین غلام کے جرم کا حکم یہی ہے اور چونکہ مولے کو کتابت کے وقت اُسکے جرم کا حال معلوم نہ تھا
تو وہ مکاتب کرنے سے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا لیکن اتنی بات ہے کہ مکاتب کرنا اُسکو دیدینے سے مانع ہے
پھر جب یہ عذر جاتا رہا تو اصلی حکم عود کریگا۔ وکذلک اذا جنی المکاتب ولم یقض بہ حتی عجز لما قلنا من زوال المانع
اور اسی طرح اگر مکاتب نے جرم کیا اور ہنوز فدیہ مکاتب پر دینے کا حکم نہوا تھا کہ وہ عاجز ہوگیا تو بھی مولے کو اختیار
ہے کہ اس غلام کو دیدے کیونکہ جو امر مانع تھا وہ جاتا رہا۔ وان قضی بہ کلیہ فی کتابتہ ثم عجز فھو دین یباع فیہ
لانتقال الحق من الرقبۃ الی قیمتہ بالقضاء وھذا قول ابی حنیفۃ ومحمد رح وقد رجع ابو یوسف رح الیہ
وکان یقول اولا لا یباع فیہ وان عجز قبل القضاء وھو قول زفر رح لان المانع من الدفع وھو الکتابۃ
قائم وقت الجنایۃ فکما وقعت انعقدت موجبۃ للقیمۃ کما فی جنایۃ المدبر وام الولد ولنا ان المانع
قابل للزوال للتردد ولم یثبت الانتقال فی الحال فیتوقف علی القضاء او الرضاء وصار کالعبد
المبیع اذا ابق قبل القبض یتوقف الفسخ علی القضاء لتردده واحتمال عوده کذا ھھنا بخلاف التدبیر
والاستیلاد لانھما لا یقبلان الزوال بحال۔ اور اگر مکاتب پر حالت کتابت مین جرمانہ کا حکم دیدیا گیا پھر وہ
عاجز ہوگیا تو یہ ایک قرضہ ہے جسکے واسطے وہ غلام فروخت کیا جائیگا کیونکہ حکم قاضی کی وجہ سے حق جرم اُسکے رقبہ سے
اُسکے قیمت کی جانب منتقل ہوا اور یہ امام ابو حنیفہ ومحمد رح کا قول ہے اور اسی جانب ابو یوسف رح نے رجوع کیا ہے اور
ابو یوسف رح پہلے یون کہا کرتے تھے کہ غلام مذکور اس حق کے واسطے فروخت کیا جائیگا اگرچہ حکم قاضی سے پہلے عاجز
ہو جاوے اور یہی زفر رح کا قول ہے کیونکہ صاحب جرم کو دینے سے جو امر مانع ہے یعنی کتابت تو وہ جرم کرنے کے وقت موجود
ہے تو جرم جسوقت واقع ہوا وہ موجب قیمت واقع ہوا جیسے مدبر وام ولد کے جرم کرنے مین ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے
کہ جو امر مانع ہے یعنی کتابت وہ بوجہ تردد کے قابل زوال ہے یعنے ابھی تردد ہے کہ شاید یہ ادا کرکے آزاد ہو یا عاجز
ہو کر رقیق ہو جاوے تو کتابت زائل ہو جائیگی پس فی الحال حق مذکور اُسکے رقبہ سے اُسکی قیمت کی جانب منتقل نہین
ہوا پس حکم قاضی یا باہمی رضامندی پر متوقف رہیگا جیسے اُس غلام کا حال ہے جو فروخت کیا گیا اور قبضہ سے
پہلے بھاگ گیا تو بیع کا فسخ ہونا حکم قاضی پر موقوف رہتا ہے کیونکہ اُسکے واپسی کے احتمال سے تردد ہے پس یہی حکم
یہان ہوگا بخلاف مدبر وام ولد کے کیونکہ تدبیر واستیلاد اس قابل نہین کہ کسی حال مین زائل ہون۔ قال واذا
مات مولی المکاتب لم تنفسخ الکتابۃ کیلا یؤدی الی ابطال حق المکاتب اذ الکتابۃ سبب الحریۃ و
سبب حق الرجعۃ وقیل لہ ادا المال الی ورثۃ المولی علی نجومہ لانہ استحق الحریۃ علی ھذا الوجہ والسبب
انعقد کذلک فیبقی بھذہ الصفۃ ولا یتغیر الا ان الورثۃ یخلفونہ فی الاستیفاء فان اعتقہ احد الورثۃ
لم ینفذ عتقہ لانہ لم یملکہ وھذا لان المکاتب لا یملک لسائر اسباب الملک فکذا السبب الوراثۃ
فان اعتقوہ جمیعا عتق وسقط عنہ بدل الکتابۃ لانہ یصیر ابراء عن بدل الکتابۃ فانہ حقھم وقد جری
فیہ الارث فاذا برئ المکاتب عن بدل الکتابۃ یعتق کما اذا ابراہ المولی الا انہ اذا اعتقہ احد
الورثۃ لا یصیر ابراء عن نصیبہ لانا نجعلہ ابراء اقتضاء تصحیحا للعتق والاعتاق لا یثبت بابراء البعض او
ادائہ فی المکاتب لا فی بعضہ ولا فی کلہ ولا وجہ الی ابراء الکل لحق بقیۃ الورثۃ واللہ اعلم۔

Marfat.com

اور اگر مکاتب کا مولے مرگیا تو کتابت فسخ نہوگی تاکہ اسکا نتیجہ یہ نہو کہ مکاتب کا حق مٹ جاے کیونکہ کتابت تو آزادی کا سبب ہی اور کسی شخص کے حق کا جو سبب ہوتا ہی وہ بھی اسکا حق ہو جاتا ہی۔ اور مکاتب سے کہا جائیگا کہ مولے کے وارثون کو مال کتابت اپنی اقساط پر ادا کردے کیونکہ وہ اسی طریقہ پر آزادی کا مستحق ہوا تھا اور اسی طریقہ پر سبب منعقد ہوا تھا پس وہ اسی صفت پر باقی رہیگا اور اسمین تغیر نہوگا سواے اتنی بات کے کہ مال کتابت وصول کرنے مین مولاے میت کے وارث اسکے خلیفہ ہو جائینگے۔ پھر اگر وارثون مین کسی وارث نے اسکو آزاد کردیا تو اسکی آزادی نافذ نہوگی کیونکہ اسکا مالک نہین ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ مکاتب ملکیت کے اسباب مین سے کسی سبب سے مملوک نہین ہوتا ہی اور اگر سب وارثون نے اسکو آزاد کردیا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور عوض کتابت اسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور یہ عوض کتابت سے بری کرنا ہوا کیونکہ عوض مذکور ان وارثون کا حق ہی اور انمین میراث جاری ہو چکی پھر جب مکاتب عوض کتابت سے بری ہو گیا تو وہ آزاد ہو جائیگا جیسے اگر مولے اسکو بری کرتا تو وہ آزاد ہو جاتا لیکن اگر وارثون مین سے کسی ایک نے اسکو آزاد کیا تو اسکا آزاد کرنا اپنے حصے سے ابراء نہین ہی کیونکہ ہم تو اسکا عتق صحیح کرنے کے واسطے اعتاق کو بطریق اقتضاء کے ابراء ثابت کرتے ہین اور بعض کے بری کرنے یا ادا کرنے سے مکاتب مین اعتاق ثابت نہین ہوتا نہ اسکے جزو مین نہ کل مین۔ اور اس بعض کو کل کا ابراء قرار دینے کی کوئی وجہ نہین ہی کیونکہ باقی وارثون کا حق متعلق ہی واللہ تعالی اعلم ف۔ واضح ہو کہ آزاد کرنا خواہ مفت بنظر ثواب ہو یا بعوض ہو جیسے مال پر آزاد کرنا یا مکاتب کرنا یا بطور کفارہ وغیرہ کے ہو بہر حال جسکی طرف سے کوئی غلام آزاد ہو تو اس غلام کی ولاء اسی کے واسطے ہوگی لہذا اسکے بعد ولاء کا بیان شروع کیا۔

کتاب الولاء

یہ کتاب ولاء کے بیان مین ہی

ولاء یا تو ولی بمعنے قرب سے مشتق ہی کیونکہ کسی غلام پر آزادی کا احسان کرنے سے ایسا رشتہ تعلق قوی ہوتا ہی کہ گویا حکمی قرابت ہی یا موالات سے مشتق ہی یعنی ایک کے پیچھے دوسرا لگا ہوا بدون فرق کے ہو چنانچہ جب ولاء عتق یا ولاء موالات پائی جاے تو اس سے میراث کا استحقاق ہوتا ہی جبکہ میراث کی شرط پائی جاے بدون فرق کے یا یہ موالات سے مولے ہی جسکے معنی مددگاری و محبت کے ہین جس سے باہمی مدد و میراث اور قتل وغیرہ کے جرمانہ مین شرکت و ہمدردی اسکا اثر ہی التبیین۔ قال الولاء نوعان ولاء عتاقہ وتسمی ولاء نعمۃ وسببہ العتق علی ملکہ فی الصحیح حتی لو عتق قریبہ علیہ بالوراثۃ کان الولاء لہ وولاء موالاۃ وسببہ العقد ولہذا یقال ولاء عتاقہ وولاء الموالاۃ والحکم یضاف الی سببہ والمعنی فیہما التناصر وکانت العرب تتناصر باشیاء وقرر النبی علیہ السلام تناصرہم بالولاء نوعیہ فقال ان مولی القوم منہم وحلیفہم منہم والمراد بالحلیف مولی الموالاۃ لانہم کانوا یوکدون الموالاۃ بالحلف۔ ولاء کی دو قسمین ہین ولاء عتاقہ (کو ولاء موالات) اور ولاء عتاقہ کو ولاء نعمت بھی کہتے ہین اور اسکا سبب بقول صحیح اپنی ملک پر آزادی ہی یعنی اسکی ملکیت پر وہ آزاد ہو جاے خواہ یہ آزاد کرنا نہین ہی کہ اگر اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوا کہ وہ آزاد ہو گیا اگرچہ بوراثت ہو تو اسکی ولاء بھی اسکو حاصل ہوگی یعنے اگرچہ آزاد نہین کیا بلکہ استحقاقاً خود آزاد ہو گیا تو بھی ولاء حاصل ہوئی۔ اور قسم دوم ولاء موالات اور اسکا سبب عقد ہی یعنے باہم موالات کا عہد و پیمان کرنا اور اسی سبب سے ولاء کو اپنے سبب کی طرف مضاف کرکے ولاء عتاقہ و ولاء موالات

Marfat.com

کہتے ہین اور حکم اپنے سبب کی جانب مضاف ہوا کرتا ہی اور شرع مین ان دونون کے معنے تناصر یعنے باہم ایک دوسرے کی مدد و نصرت کرنا۔ اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اہل عرب بہت سی چیزون سے باہمی نصرت کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون قسمون ولاء سے انکا تناصر جاری رکھا چنانچہ فرمایا کہ قوم کا مولے اسی قوم مین سے ہی اور فرمایا کہ قوم کا حلیف اسی قوم مین سے ہی اور حلیف سے مولے الموالات مراد ہی کیونکہ اہل عرب موالات کو حلف سے مؤکد کرتے تھے ف رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم کا مولے یعنی آزاد کیا ہوا اسی قوم سے ہی اور اسی قوم کے لڑکی کا بیٹا بھی اسی قوم سے ہی اور قوم کا حلیف بھی اسی قوم سے ہی۔ رواہ احمد والبخاری فی الادب وابن ابی شیبہ والطبرانی والحاکم۔ اور محدثین نے اسکو جماعت صحابہ سے روایت کیا ہی۔ قال واذا اعتق المولے مملوکہ فولاؤہ لہ لقولہ علیہ السلام الولاء لمن اعتق۔ اور جب مولے نے اپنے مملوک کو آزاد کیا تو آزاد کی ولاء اسی مولے کے واسطے ہوگی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء اُس شخص کے واسطے ہی جسنے آزاد کیا ہو ف رواہ ائمۃ الستۃ۔ ولان التناصر بہ فیعقلہ وقد حیاہ معنی بازالۃ الرق عنہ فیرثہ ویصیر الولاء کالولاد ولان الغنم بالغرم وکذلک المرأۃ تعتق لما روینا وماتت معتق لابنۃ حمزۃ رضی عنہما وعن بنت فجعل النبی علیہ السلام المال بینہما نصفین ویستوی فیہ الاعتاق بمال وبغیرہ لاطلاق ما ذکرناہ۔ اور اس دلیل سے کہ اعتاق کے سبب سے باہمی نصرت حاصل ہوتی ہی پس اگر مولے نے اُس سے مدد لی تو مولے اُسکی خطاء کا جرمانہ بھی برداشت کرتا ہی یعنی اگر آزاد کیا ہوا کسیکو خطاء سے قتل کرے تو مولے مع اپنی برادری کے اُسکی دیت اُٹھاتا ہی اور پہلے اُسکی رقیت دور کرکے اور اب معنوی اُسکو زندہ کرچکا ہی لہذا مولی اُسکا وارث ہوتا ہی اور ولاء مانند ولادتی رشتہ کے ہو جاتی ہی اور اس دلیل سے کہ نفع بمقابلہ تاوان ہی یعنے جب مولے اُسکی وجہ سے تاوان اُٹھاتا ہی تو اسکے نفع کا بھی مستحق ہوگا اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی غلام کو آزاد کیا یا کسی مملوک کو آزاد کیا تو اُسکی ولاء کی مستحق ہوگی بدلیل اُس حدیث کے جو ہمنے اوپر روایت کی ف کیونکہ حضرت عائشہ نے بریرہ کو خرید کرکے آزاد کیا تھا جسکے بارہ مین یہ حدیث ہی علاوہ اسکے (من اعتق) مین کلمہ من بمعنے جو شخص بھی عام ہی کہ عورت و مرد دونون کو شامل ہی۔ م۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر کا آزاد کیا ہوا غلام اپنی مولات کو اور ایک دختر کو چھوڑ مرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے مال کے دو ٹکڑے کیے یعنی نصف اُسکی بیٹی کو دیا اور نصف اُسکی مولات یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر کو دیا۔ اور واضح ہو کہ آزاد کرنا بعوض مال ہو یا مفت ہو دونون برابر ہین کیونکہ جو حدیث ہمنے روایت کی وہ اپنی اطلاق سے دونون کو شامل ہی۔ قال وان شرط انہ سائبۃ فالشرط باطل والولاء لمن اعتق لان الشرط مخالف للنص فلا یصح۔ اور اگر اعتاق مین یہ شرط ہو کہ یہ مملوک سائبہ ہوگا یعنی بعد آزادی کے کسی کی ولاء مین نہوگا بلکہ خود مختار ہوگا جہان چاہے جاوے اور جو چاہے کرے تو یہ شرط باطل ہی اور ولاء اُس شخص کی ہوگی جسنے آزاد کیا ہی کیونکہ شرط مذکور نص حدیث کے مخالف ہی تو صحیح نہین ہی۔ قال واذا ادی المکاتب عتق والولاء للمولے وان عتق بعد موت المولے لانہ عتق علیہ بما باشر من السبب وہو الکتابۃ وقد قررناہ فی المکاتب۔ اور مکاتب نے جب عوض کتابت ادا کیا تو وہ آزاد ہوگیا اور اُسکی ولاء اُسکے مولے کی ہوگی اگرچہ وہ مولے کی موت کے بعد آزاد ہوا ہو کیونکہ اُسکی آزادی اُسی سبب سے ہی جو مولے نے کیا تھا یعنی کتابت یعنی مولے کے مکاتب کرنے سے وہ آزاد ہوا اور ہم اسکو کتاب المکاتب مین بیان کرچکے۔ وکذا العبد الموصی بعتقہ او بشرائہ وعتقہ بعد موتہ لان فعل الوصی بعد موتہ کفعلہ والترکۃ علی

Marfat.com

حکم ملکہ۔ اسی طرح وہ غلام جسکے آزاد کرنے کی وصیت کی گئی ہو اُسکی ولا بھی اُسکے مولے کو ملیگی یعنی میت کے واسطے
ہوگی اور اسی طرح وہ غلام جسکو اپنی موت کے بعد خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اُسکی ولا بھی میت کے واسطے
ہوگی کیونکہ اُسکی موت کے بعد اُسکی وصی کا فعل بمنزلہ اُسکے فعل کے ہے اور ترکہ وصیت کرنے والے کے حکم ملک پر ہے۔
وان مات المولے عتق مدبروہ وامہات اولادہ لما بینا فی العتاق وولاؤہ لہ لانہ اعتقہم بالتدبیر و
الاستیلاد۔ جب مولے مرا تو اُسکی مدبر لونڈی وغلام آزاد ہو جائینگے اور ایسی لونڈیاں بھی آزاد ہو جائینگی جنسے اُسکی
کوئی اولاد ہوئی ہو اور ہر ایک کی ولا اسی میت مولے کے واسطے ہوگی کیونکہ اسی نے مدبر کرنے یا ام ولد بنانے سے انکو
آزاد کیا ہے۔ ومن ملک ذا رحم محرم منہ عتق علیہ لما بینا فی العتاق وولاؤہ لہ لوجود السبب وہو العتق علیہ۔
اور اگر کوئی شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ اُسپر سے آزاد ہو جائیگا بدلیل حدیث صحیح جسکو ہم کتاب الاعتاق
مین بیان کر چکے ہین اور اس ذی رحم محرم کی ولا بھی اُسی کی ہوگی کیونکہ سبب آزادی اُسی کی طرف سے پایا گیا کہ
وہ اُسپر سے آزاد ہو گیا۔ واذا تزوج عبد رجل امۃ لاخر فاعتق مولے الامۃ الامۃ وہی حامل من العبد
عتقت وعتق حملہا وولاء الحمل لمولی الام لا ینتقل عنہ ابدا لانہ عتق علی معتق الام مقصودا اذ ہو جزء منہا
یقبل الاعتاق مقصودا فلا ینتقل ولاؤہ عنہ عملا بما روینا۔ اگر زید کے غلام نے بکر کی باندی سے باجازت
نکاح صحیح کیا پھر بکر نے اپنی باندی کو اس حالت مین کہ وہ غلام سے حاملہ ہے آزاد کر دیا تو باندی آزاد ہوئی اور اُسکا
حمل بھی آزاد ہو گیا اور حمل کی ولا اپنی ماں کے مولے کو ملیگی اور اُس سے کبھی منتقل نہین ہوگی اسواسطے کہ وہ ماں کے
آزاد کرنے والے کی طرف سے بالقصد آزاد ہوا ہے کیونکہ حمل بھی باندی کا ایک جزو ہے جو بالقصد اعتاق کے قابل ہے تو
مولے سے اُسکی ولا منتقل نہوگی کیونکہ آزاد کرنے والے کے واسطے ولا ثابت ہونا نص مین مطلق ہے تو اُسی پر عمل ہوگا۔ وکذلک
اذا ولدت ولدا لاقل من ستۃ اشہر للتیقن لقیام الحمل وقت الاعتاق۔ اور اسی طرح بعد آزادی کے اگر
وہ چھ مہینہ سے کم مین بچہ جنی تو بھی اس بچہ کی ولا اُسکی ماں کے مولے کے واسطے ہوگی کیونکہ آزاد کرنے کے وقت حمل ہونا
یقینی ہے۔ او ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر لانہما توامان یتعلقان معا وہذا بخلاف ما اذا والت
رجلا وہی حبلی والزوج والی غیرہ حیث یکون ولاء الولد لمولی الاب لان الجنین غیر قابل لہذا الولاء
مقصودا لان تمامہ بالایجاب والقبول وہو لیس بمحل لہ۔ اور اسی طرح اگر یہ باندی دو بچہ جنی جنمین سے ایک
چھ مہینے سے کم مین ہے تو بھی ان دونون کی ولا اپنی ماں کے مولے کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ یہ دونون بچہ جوڑیا ہین
کہ ایک ساتھ اُسکا حمل رہا ہے یعنی آزاد کرنے کے وقت دونون کا حمل ہونا یقینی ہے اور یہ حکم برخلاف ایسی صورت کے ہے
کہ ولاء موالات ہو مثلاً شوہر وزوجہ نے مسلمان ہو کر متفرق موالات کی باین طور کہ زوجہ نے ایک شخص سے
موالات کی حالانکہ وہ حاملہ ہے اور اُسکے شوہر نے کسی دوسرے شخص سے موالات کی تو بچہ کی ولا اُس شخص کے واسطے ہوگی
جس سے باپ نے موالات کی کیونکہ جو بچہ پیٹ مین ہے وہ اُس قابل نہین ہے کہ بالقصد ایسی موالات کرے کیونکہ یہ موالات
تو ایجاب وقبول پوری ہوتی ہے اور بچہ اس قابل نہین ہے۔ قال فان ولدت بعد عتقہا لاکثر من ستۃ اشہر
ولدا فولاؤہ لموالی الام لانہ عتق تبعا للام لاتصالہ بہا بعد عتقہا فیتبعہا فی الولاء ولم یتیقن بقیامہ وقت
الاعتاق حتی یعتق مقصودا۔ پھر اگر باندی مذکورہ اپنے آزاد ہو جانے سے چھ مہینہ سے زیادہ پر بچہ جنی تو اُسکی
ولا بھی اُسکی ماں کے مولے کی ہوگی کیونکہ وہ اپنی ماں کی تبعیت مین آزاد ہو گیا کیونکہ ماں کی آزادی کے بعد وہ
ماں کے ساتھ متصل ہے تو ولا مین بھی اُسکے تابع ہوگا اور اعتاق کے وقت حمل قائم ہونے کا تیقن نہین ہے تاکہ بالقصد

Marfat.com

آزاد ہو جائے ف پس فرق یہ ہوا کہ اول صورت مین جبکہ اعتاق کے وقت حمل موجود ہی یا چھ مہینہ سے کم پر جنی جس سے اعتاق کے وقت موجود ہونے کا تیقن ہی تو اس صورت مین بچہ بھی بالقصد آزاد کیا گیا اور آزاد کرنے والا وہی مولے ہی جسنے اسکی مان کو آزاد کیا پس آزاد کرنے والے سے ولاء منتقل نہوگی - اور اس دوسری صورت مین جبکہ وقت آزادی سے چھ مہینہ سے زیادہ پر بچہ جنی حتی کہ اعتاق کے وقت حمل موجود ہونے کا تیقن نہین ہی تو اس صورت مین بچہ کا آزاد کرنا قصدا نہوگا بلکہ اپنی مان کے تبعیت مین ہوگا حتی کہ یہ ولاء قابل انتقال ہی اگرچہ بالفعل اسکی ولاء اپنی مان کے مولے کے واسطے ہوگی - فان اعتق الاب جر الاب ولاء ابنہ وانتقل من موالی الام الی موالی الاب - پھر اگر اسکا باپ آزاد کر دیا گیا تو باپ اپنے پسر کی ولاء اپنی طرف کھینچیگا اور مان کے موالی سے منتقل ہو کر باپ کے موالی کی طرف چلی جائیگی - لان العتق ھنا فی الولد ثبت تبعا للام بخلاف الاول وھذا لان الولاء بمنزلۃ النسب قال علیہ السلام الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب لا یباع ولا یوھب ولا یورث ثم النسب الی الاباء فکذلک الولاء والنسبۃ الی موالی الام کانت لعدم اھلیۃ الاب ضرورۃ فاذا صار اھلا عاد الولاء الیہ بمنزلۃ ولد الملاعنۃ ینسب الی قوم الام ضرورۃ فاذا اکذب الملاعن نفسہ ینسب الیہ بخلاف ما اذا اعتقت المعتدۃ عن موت او طلاق فجاءت بولد لاقل من سنتین من وقت الموت او الطلاق حیث یکون الولد مولی لموالی الام وان اعتق الاب لتعذر اضافۃ العلوق الی ما بعد الموت والطلاق البائن لحرمۃ الوطی وبعد الطلاق الرجعی لما انہ یصیر مراجعا بالشک فاستند الی حالۃ النکاح فکان الولد موجودا عند الاعتاق فعتق مقصودا - پس اس صورت مین ولاء باپ کی طرف کھنچ جانے کی وجہ یہ ہی کہ یہان بچہ مین عتق اپنی مان کی تبعیت مین ثابت ہوا تھا بخلاف اول کے (کہ وہان مقصودا ثابت ہوا ہی) اور بات یہ ہی کہ نسبت ولاء بمنزلہ نسب کے ہی تو باپ کی جانب اصل ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء ایک لحمہ مثل لحمہ نسب کے ہی کہ بیچا نہین کیا جائیگا اور نہ ہبہ ہو سکتا ہی اور نہ اسمین میراث جاری ہوتی ہی - والحدیث حسن او صحیح - پھر جب معلوم ہوا کہ ولاء بمنزلہ نسب ہی اور نسب بجانب باپ ہوتا ہی تو ولاء بھی باپ کی طرف ہوگی (لہذا بچہ کی ولاء اسکے باپ والون کی طرف کھنچ جائیگی) - اور مان کے موالی کی طرف نسبت اس ضرورت سے واقع ہوئی تھی کہ باپ مین نسب کی لیاقت نہ تھی پھر جب وہ بھی آزاد ہو کر لائق ہو گیا تو ولاء اسکی طرف عود کریگی اور نظیر اسکی یہ کہ جس عورت نے شوہر سے ملاعنہ کیا اور بچہ پیدا ہوا جو ان کی طرف منسوب ہوا بوجہ ضرورت کے پھر اگر باپ نے اپنے آپکو جھوٹا بتلایا یعنی کہا کہ مین اس عورت کو زنا کی تہمت لگانے مین جھوٹا تھا تو یہ بچہ پھر اپنے باپ کی طرف منسوب ہو جائیگا بخلاف اسکے جب موت یا طلاق سے عدت بیٹھنے والی آزاد کی گئی پھر وقت موت یا طلاق سے دو برس سے کم مین اسکے بچہ ہوا تو یہ بچہ اپنی مان کے موالی کا مولی ہوگا اگرچہ باپ آزاد کر دیا جاوے کیونکہ بعد موت یا طلاق بائن کے نطفہ قائم ہونے کا حکم متعذر ہی کیونکہ وطی حرام ہی اور بعد طلاق رجعی کے بھی متعذر ہی کیونکہ وہ شک کے ساتھ رجعت کرنے والا ہوا جاتا ہی حالانکہ شک سے رجعت کا ثبوت نہین ہوتا ہی - تو لامحالہ حالت نکاح کی طرف اسکا استناد ہوا تو آزاد کرنے کے وقت بچہ موجود ہوگا پس اسکا اعتاق بالقصد واقع ہوگا ف اور جب بالقصد عتاق واقع ہو تو موالی مان سے ولاء منتقل نہین ہو سکتی ہی - پھر واضح ہو کہ اس استدلال مین مدار حدیث مذکور پر ہی کہ ولاء ایک لحمہ یعنی اتصال مثل قرابت نسبت کے ہی - یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعا روایت ہی پس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ابن حبان نے اپنی صحیح کی قسم ثانی مین بطریق بشر بن الولید عن

Marfat.com

یعقوب بن ابراہیم عن عبید اللہ بن عمر عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب لا یباع ولا یوہب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء ایک اتصال مانند اتصال نسب کے ہے کہ وہ فروخت نہوگا اور نہ ہبہ کیا جائیگا۔ ابن حبان رح نے اس حدیث کو صحیح کہا کہ اپنی کتاب صحیح مین داخل کیا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ ابن حبان رح کے نزدیک بشر بن الولید اور یعقوب بن ابراہیم یعنے امام ابو یوسف القاضی دونون ثقہ ہین برخلاف قول بعضے مجادلین کے جو طعن کرتے ہین۔ شافعی رح نے کہا کہ اخبرنا محمد بن الحسن عن ابی یوسف القاضی یعقوب بن ابراہیم عن عبد اللہ بن دینار بذلک۔ اس روایت مین عبید اللہ بن عمر ساقط ہین۔ حاکم نے بطریق الشافعی اسکو مستدرک کی کتاب الفرائض مین روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے حالانکہ اسکو امام بخاری و مسلم نے اخراج نہین کیا۔ اور کتاب مناقب الشافعی مین حاکم نے بطریق علی بن سلیمان عن محمد بن ادریس الشافعی حدثنا محمد بن الحسن ثنا ابو یوسف عن ابی حنیفۃ عن عبد اللہ بن دینار بذلک۔ حاکم نے کہا کہ یہ علی بن سلیمان کا وہم ہے کہ ابو حنیفہ کا ذکر کیا حالانکہ شافعی نے بدون اسکے روایت کیا ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ اسمین ابو حنیفہ کا ذکر صحیح نہین ہے۔ اور حدیث موطا و مسلم وغیرہ مین ابن عمر سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع و ہبہ سے نہی فرمائی ہے۔ اور ابو یعلی نے بطریق ابن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعا روایت کی کہ ولاء ایک نسل کے نسب ہے کہ وہ فروخت نہ کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے۔ بالجملہ یہان تطویل کی ضرورت نہین ہے اور یہ حدیث حسن ملکہ صحیح ہے اور اس سے انکار مکابرہ ہے لیکن قولہ ولا یورث صرف بقول دارقطنی زیادت ایوب بن سلیمان ہے واللہ تعالی اعلم پھر واضح ہو کہ جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک ولاء موروث ہوتا ہے لیکن اسمین سہام جاری نہین ہوتے ہین۔ م۔ ع۔ وفی الجامع الصغیر فاذا تزوجت معتقۃ لعبد فولدت اولادا فجنی الاولاد فعقلہم علی موالی الام لانہم عقلوا تبعا لامہم ولا عاقلۃ لابیہم ولا موالی فالحقوا بموالی الام ضرورۃ کما فی ولد الملاعنۃ علی ما ذکرنا فان اعتق الاب جر ولاء الاولاد الی نفسہ لما بینا ولا یرجعون علی عاقلۃ الاب بما عقلوا لانہم حین عقلوہ کان الولاء ثابتا لہم وانما یثبت للاب مقصورا لان سببہ مقصور وہو العتق بخلاف ولد الملاعنۃ اذا عقل عنہ قوم الام ثم اکذب الملاعن نفسہ حیث یرجعون علیہ لان النسب ہناک یثبت مستندا الی وقت العلوق وکانوا مجبورین علی ذلک فیرجعون۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہے کہ اگر ایک قوم کی آزاد کی ہوئی عورت نے دوسری قوم کے غلام سے نکاح کیا پھر انکے اولاد پیدا ہوئی پھر اس اولاد نے جرم کیا یعنی کسیکو خطاء سے قتل کیا تو انکے عاقلہ یعنی ملکر دیت ادا کرنے والے انکی مان کے موالی ہین کیونکہ یہ اولاد تو اپنی مان کی تبعیت مین آزاد ہوئی ہے اور انکی باپ کی کوئی عاقلہ قوم یا موالی نہین ہے تو اس ضرورت سے یہ اپنی مان کے ساتھ ملحق ہوئی جیسے اس عورت کا بچہ ہوتا ہے جسنے اپنے شوہر کے ساتھ لعان کیا چنانچہ ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔ پھر اگر غلام باپ بھی آزاد کیا گیا تو وہ اولاد کی ولاء اپنی جانب کھینچ لاویگا کیونکہ ہمنے اوپر بیان کیا یعنی آزاد ہونے کے وقت باپ مین لیاقت نہین ہے اور یہان اس مسئلہ مین باپ کو آزاد ہو جانے کے بعد لیاقت ہے پھر مان کی قوم مین جو کچھ مان کے موالی نے عقل مین ادا کیا ہے وہ باپ کے موالی سے نہین لے سکتے ہین کیونکہ جس زمانہ مین انھون نے عاقلہ ہو کر دیت ادا کی تھی تو ولاء انکے واسطے ثابت تھی اور بعد کے واسطے تو ابھی ثابت ہوگی جب آزاد کیا گیا کیونکہ اسکا سبب یعنی آزادی تو اسیوقت ثابت ہے بخلاف ملاعنہ عورت کے بچہ کے کہ وہان اگر عورت کی قوم نے عاقلہ بنکر دیت دیدی پھر شوہر نے اپنے آپکو جھوٹا بتلایا تو مان کی قوم جنھون نے عاقلہ ہو کر دیت ادا کی ہے وہ باپ کے موالی سے واپس لینگے کیونکہ یہان اس بچہ کا نسب اسیوقت سے ثابت ہوگا جسوقت سے نطفہ قرار پایا ہے اور مان کے موالی نے مجبور ہو کر دیت ادا کی تھی تو وہ لوگ اب باپ کے موالی

Marfat.com

والہبۃ ۔ قال وان تزوج من العجم بمعتقۃ من العرب فولد لہ اولاد فولاء اولادہما لموالیہا عند ابی حنیفۃ رح وقال رضی اللہ عنہ وہو قول محمد رح وقال ابو یوسف رح حکمہ حکم ابیہ لان النسب الی الاب کما اذا کان الاب عربیا بخلاف ما اذا کان الاب عبدا لانہ حالک معنی ۔ اگر عرب کی آزاد کی ہوئی باندی سے کسی عجمی نے نکاح کیا جس سے اولاد ہوئی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اولاد کی ولاء اس عورت کے والی کے واسطے ہوگی اور یہی امام محمد کا قول ہے اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ اولاد منزلہ اپنے باپ کے ہے یعنی آزاد ہوگی کیونکہ نسب تو باپ کی جانب ہوتا ہے جیسے اگر باپ عربی ہو جاتا تو اولاد کا بھی یہی حکم تھا بخلاف اسکے جب باپ غلام ہوتا ہے تو وہ بمنزلہ مردہ کے ہوتا ہے ف لہذا اولاد کی ولاء اسکے ماں کے موالی کو ملتی ہے ۔ ولہما ان ولاء العتاقۃ قوی معتبر فی حق الاحکام حتی اعتبرت الکفاءۃ فیہ ۔ اور امام ابوحنیفہ و محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ ولاء عتاقہ قوی ہے حتی کہ احکام کے حق میں معتبر ہے پس اسمیں کفو ہونا معتبر ہوگا ۔ والنسب فی حق العجم ضعیف فانہم ضیعوا انسابہم ولہذا لم تعتبر الکفاءۃ فیما بینہم بالنسب والقوی لا یعارضہ الضعیف بخلاف ما اذا کان الاب عربیا لان انساب العرب قویۃ معتبرۃ فی حکم الکفاءۃ والعقل لما ان تناصرہم بہا فاغنت عن الولاء قال رضی اللہ عنہ الخلاف فی مطلق المعتقۃ والواضع فی معتقۃ العرب وقع اتفاقا وفی الجامع الصغیر نبطی کافر تزوج بمعتقۃ قوم ثم اسلم النبطی ووالی رجلا ثم ولدت اولادا قال ابو حنیفۃ ومحمد رح موالیہم موالی امہم وقال ابو یوسف رح موالیہم موالی ابیہم لان الولاء وان کان ضعیفا فہو من جانب الاب فصار کالمولود بین واحد من الموالی وبین العربیۃ ۔ اور عجمیوں کے حق میں نسب ضعیف ہے کیونکہ اہل عجم نے اپنے نسب ضائع کر دیئے ہیں اسیواسطے انمیں نسب کی راہ سے کفو ہونا معتبر نہیں ہوتا ہے اور قوی کے ساتھ ضعیف کا معارضہ جائز نہیں ہے بخلاف اسکے اگر باپ عربی ہو کیونکہ عرب کے انساب قوی ہیں اور کفو ہونے و عاقلہ ہونے میں معتبر ہیں کیونکہ نسب ہی کی راہ سے انمیں باہمی نصرت جاری ہے تو ولاء سے بے پروائی ہے شیخ مصنف رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اختلاف مطلق آزاد کی ہوئی باندی میں جاری ہے اور معتقۂ عربیہ کی قید صرف اتفاقی واقع ہوئی ہے ۔ اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ایک نبطی کافر نے یعنی رذیل کافر نے کسی قوم کی آزاد کی ہوئی عورت سے نکاح کیا پھر نبطی مسلمان ہو گیا اور اسنے ایک شخص سے موالات کر لی پھر انکی کافرہ جورو سے جو نصرانیہ یا یہودیہ ہے اولاد ہوئی تو امام ابوحنیفہ و محمد نے فرمایا کہ اس اولاد کے موالی انکی ماں کے والی ہونگے اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باپ کے موالی ہونگے کیونکہ ولاء اگرچہ کمزور ہے لیکن باپ کی جانب سے موجود ہے تو ایسا ہو گیا کہ جیسے ایک عجمی آزاد اور ایک عربیہ آزاد سے اولاد ہوئی یعنی اس صورت میں بالاتفاق باپ کی جانب نسب ہوتا ہے یہی بیان ہوگا ۔ ولہما ان ولاء الموالاۃ اضعف حتی تقبل الفسخ وولاء العتاقۃ لا تقبلہ والضعیف لا یظہر فی مقابلۃ القوی ولو کان الابوان معتقین لا للعرب لان قوم الاب لا محالۃ استوبا والترجیح بجانب الام بالنسب اولان النصرۃ بالکفر اور امام ابوحنیفہ و محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ ولاء موالات بہ نسبت ولاء عتاقہ کے کمزور ہے حتی کہ وہ فسخ ہو سکتی ہے اور ولاء عتاقہ قابل فسخ نہیں ہے اور قوی کے مقابلہ میں ضعیف کا ظہور نہیں ہوتا ہے اور اگر ان اولاد کی ماں باپ دونوں آزاد کیے ہوئے ہوں تو بالاتفاق باپ کی قوم کی جانب نسبت ہوگی کیونکہ آزاد ہونے میں دونوں برابر ہیں اور باپ کی جانب ترجیح ہے اسواسطے کہ ولاء کو نسب سے مشابہت ہے اور اسواسطے کہ باپ والوں سے نصرت زیادہ ہوتی ہے ۔ قال وولاء العتاقۃ تصح بہ وہو احق بالمیراث من الخمس والخالۃ ۔ ولاء عتاقہ ایک نسب ہے یعنی

عصبہ بنا رہتی ہے چنانچہ مولے اپنی آزاد کیے ہوئے کی میراث میں بہ نسبت اسکی خالہ و پھوپھی کے مقدم ہیں ف یہی جمہور علماء صحابہ و تابعین وغیرہ کا قول ہے۔ لقولہ علیہ السلام للذی اشتری صبیا فاعتقہ ہو اخوک ومولاک ان ملکک لہو غیرہ وشریک وان کذبک فہو غیرک وشریک وارثا کنت انت عصبتہ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جسنے غلام خرید کر آزاد کیا مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور آزاد کیا ہوا ہے اگر اسنے تیری شکرگذاری کی تو وہ اسکے حق میں بہتر ہے اور تیرے حق میں برا ہے اور اگر اسنے تیری ناشکری کی تو وہ تیرے حق میں بہتر ہے اور اسکے حق میں برا ہے اور اگر وہ مرا اور اسنے کوئی وارث نہ چھوڑا تو تو اسکا عصبہ ہوگا ف اس حدیث کو عبدالرزاق و دارمی وغیرہ نے حسن بصری سے مرسل روایت کیا۔ وورث ابنۃ حمزۃ رضی اللہ عنہ علی مولی العصبۃ مع قیام وارث واذا کان عصبتہ یقدم علی ذوی الارحام وہو المروی عن علی رضی اللہ عنہ فان کان للمعتق عصبۃ من النسب فہو اولی من المعتق لان المعتق اخر العصبات وہذا لان قولہ علیہ السلام ولم یترک وارثا قالوا المراد منہ وارث ہو عصبۃ بدلیل الحدیث الثانی فتاخر عن العصبۃ ومن ذوی الارحام۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دختر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسکے آزاد کیے ہوئے غلام سے بطور عصبہ ہونے کے میراث دلوائی باوجودیکہ اسکی آزاد شدہ کی ایک لڑکی موجود تھی چنانچہ اس حدیث کا بیان عنقریب گذرے گا پس جب آزاد کرنے والا عصبہ ٹھہرا تو ذوی الارحام پر مقدم ہوگا اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ف بلکہ ہدایہ میں ثابت سے عبدالرزاق نے روایت کی ہے اور حضرت عمر و علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے ذوی الارحام کو مقدم کرنے سے منع فرمایا۔ اسکو عبدالرزاق نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ م ع۔ پھر اگر آزاد کردہ کے عصبات نسبی میں سے کوئی موجود ہو تو وہ آزاد کرنے والے سے مقدم ہوگا کیونکہ آزاد کرنے والا تو آخری عصبہ ہے اور یہ اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اسنے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو تو علماء نے کہا کہ وارث سے عصبہ مراد ہے یعنی اگر کوئی عصبہ نہ چھوڑا ہو تو آزاد کرنے والا عصبہ ہوگا بدلیل حدیث دیگر یعنی بدلیل حدیث دختر حمزہ رضی اللہ عنہ کہ اسکو بطور عصبہ میراث دلوائی تو معلوم ہوا کہ وارث عصبہ سے آزاد کرنے والا پیچھے ہے لیکن ذوی الارحام سے مقدم ہے۔ قال فان کان للمعتق عصبۃ من النسب فہو اولی منہ لما ذکرنا وان لم یکن لہ عصبۃ من النسب فمیراثہ للمعتق ثم ولیہ اذا لم یکن ہناک صاحب فرض اذ حال اما اذا کان لمولاہ الہالک بعد فرضہ لانہ عصبۃ علی ما روینا وہذا لان العصبۃ من یکون التناصر بہ لہیئۃ النسبۃ وبالموالی الانتصار علی ما مر والعصبۃ بالنفس اقوی۔ پھر اگر آزاد کردہ کا کوئی نسبی عصبہ موجود ہو تو وہ آزاد کرنے والے سے مقدم ہے بدلیل مذکورہ بالا۔ اور اگر عصبہ نسبی موجود نہ ہو تو اسکی میراث آزاد کرنے والے کے واسطے ہوگی اور اسکی تاویل یہ ہے کہ وہاں کوئی صاحب فرض بھی ایسا نہ ہوگا جس نے فرض طلاً اب کہ وہ حق فرض بھی لیتا ہے اور مال کو بطور عصبہ بھی لیتا ہے تو ایسا صاحب فرض بھی نہ ہوگا اگر ایسا صاحب فرض موجود ہو تو بعد اسکے فرض کے مال بھی لے لیگا کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عصبہ وہ شخص ہوتا ہے کہ جس سے قبیلہ کی وجہ سے باہمی تصرف ہوتی ہے اور موالی کی ذات سے انتصار ہوتا ہے اور عصبہ بالنفس وہ شخص ہے جو مال بچا ہوا لے لے ف یعنی اصحاب فرائض کا حصہ دیکر جو مال بچے وہ سب لے لیتا ہے۔ فان مات المولی ثم مات المعتق فمیراثہ لبنی المولی دون بناتہ لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن ہذا اللفظ رواہ احمد عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی آخرہ او جر ولاء من اعتقن وصورۃ الجر فی مناہا۔ اگر مولے مر گیا پھر آزاد شدہ مر گیا تو اسکے نسبی عصبہ بنی ہیں مولے

کی اولاد مین سے لڑکیون کو آزاد شدہ کی میراث نہین ملیگی بلکہ فقط لڑکون کو ملیگی اسکی دو دلیل ہین اول یہ کہ عورتون کے واسطے ولاء سے نہین ہی الا وہ کہ جسکو عورتون نے آزاد کیا یا انکے آزاد کیے ہوئے نے آزاد کیا یا جسکو عورتون نے مکاتب کیا یا انکے مکاتب کیے ہوئے نے مکاتب کیا۔ انھین الفاظ سے حدیث وارد ہوئی ہی اور اسکے آخر مین ہی یا جسکا آزاد کیا ہو اسکی ولاء کھینچ لایا۔ اور ولاء کھینچ لانے کی صورت ہمنے بیان کر دی ف۔ یعنی انکے غلام نے کسی شخص کی باندی سے نکاح کیا پھر باندی کو اسکے مولی نے آزاد کیا پھر وہ آزادی سے چھ مہینہ سے زیادہ مدت پر بچہ جنی تو بچہ کی ولاء ابھی مان کے مولے کے واسطے ہی پھر جب غلام مذکور آزاد کیا گیا تو وہ بچہ کی ولاء اپنے مولے کی طرف کھینچ لاویگا۔ لیکن یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین پائی گئی بلکہ بیہقی نے حضرت عمر و علی و ابن مسعود و زید بن ثابت سے یہ قول روایت کیا ہی اور یہی عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا لیکن ہم آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید کرتے ہین علاوہ برین جب یہ رائے سے معلوم نہین ہو سکتا تو بمنزلہ مرفوع ہی۔ پھر واضح ہو کہ جب مولے کے لڑکے و لڑکیان موجود ہین پھر اسکے آزاد کیے ہوئے نے انتقال کیا تو لڑکون کو میراث ملیگی نہ لڑکیون کو اور اگر فقط لڑکیان ہون تو ظاہر الروایہ کے موافق لڑکیان نہین پاوینگی بلکہ بیت المال مین داخل کیجاویگی لیکن بعض مشائخ نے اس زمانہ مین اسکے خلاف فتوی دیا یعنی آزاد شدہ کی میراث اسکی لڑکیون کو دیجاے کیونکہ بیت المال کا انتظام ندارد ہی حتی کہ انھون نے فتوی دیا کہ اگر کوئی شخص مرے اور اسکا کوئی وارث نہو سواے ضامی لڑکا یا لڑکی کے تو اسکی میراث اسی ضامی کو دیدیجاے اور بیت المال مین داخل نہ کیجاے کما فی الذخیرہ وغیرہ۔ بالجملہ عورتون کو اپنے آزاد کیے ہوئے کی اور اسکے واسطہ سے بھی ولاء ملیگی۔ ولان ثبوت المالکیۃ والقوۃ فی المعتق من جہتہا فینسب بالولاء الیہا وینسب الیہا من ینسب الی مولاہا بخلاف النسب لان سبب النسبۃ فیہ الفراش وصاحب الفراش انما ہو الزوج والمرأۃ مملوکۃ لا مالکۃ ولیس حکم میراث المعتق مقصورا علی بنی المولی بل ہو لعصبۃ الاقرب فالاقرب لان الولاء لا یورث ویخلفہ فیہ من یکون النصرۃ بہ حتی لو ترک المولی ابا وابنا فالولاء للابن عند ابی حنیفۃ رح ومحمد رح لانہ اقربہما عصوبۃ وکذلک الولاء للجد دون الاخ عند ابی حنیفۃ رح لانہ اقرب فی العصوبۃ عندہ وکذا الولاء لابن المعتقۃ حتی یرثہ دون اخیہا لما ذکرنا الا ان عقل جنایۃ المعتق علی اخیہا لانہ من قوم ابیہا وجنایۃ کجنایتہا ولو ترک المولی ابنا واولاد ابن آخر معناہ بنی ابن آخر فمیراث المعتق للابن دون بنی الابن لان الولاء للکبر ہو المروی عن عدۃ من الصحابۃ رض منہم عمر رض وعلی رض وابن مسعود رض وغیرہم اجمعین ومعناہ القرب علی ما قالوا والصلبی اقرب۔ اور دوسری دلیل عورتون کی ولاء مین یہ ہی کہ آزاد شدہ مین مالکیت و قوت حاصل ہونا آزاد کرنے والی عورت ہی کی طرف سے ہوتا ہی تو ولاء مین آزاد شدہ اسی عورت کی طرف منسوب ہوگا اور آزاد شدہ نے جسکو آزاد کیا ہو وہ بھی اس عورت کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ دوم آزاد شدہ اپنے آزاد کرنے والے کی طرف منسوب ہی اور اسکا آزاد کرنے والا اس آزاد کنندہ عورت کی طرف منسوب ہی تو دوم بھی اسی عورت کی طرف منسوب ہوا۔ بخلاف نسب کے کہ اسمین بچہ کی نسبت مان کی جانب نہین ہوتی اسواسطے کہ نسب مین نسبت کا سبب تو فراش ہی اور فراش والا شوہر ہوتا ہی اور عورت اسکی مملوکہ ہی نہ مالکہ۔ اور واضح ہو کہ آزاد شدہ کی میراث کا حکم صرف اسیقدر نہین ہی کہ مولے کے لڑکون کو ملیگی بلکہ مولے کے عصبات مین سے جو سب سے اقرب ہی خواہ ایک ہو یا زیادہ ہو پھر وہ نہو یا محروم ہو تو جو اسکے بعد سب سے اقرب ہی وہ پاویگا اسواسطے کہ ولاء ایسی چیز نہین ہی کہ وہ موروث ہو یعنے اسطرح موروث نہین ہوتا کہ مولے کے وارثون

Marfat.com

ین مال کی طرح حصہ رسد پہونچے بلکہ مولے کے قائم مقام کو بلا استحقاق کے ملتا ہی اور ایسن مولے کا خلیفہ وہ ہوتا ہی جسکی ذات سے صرت قائم ہو حتی کہ اگر مولے نے باپ و بیٹا چھوڑا تو امام ابو حنیفہ و محمد رہ کے نزدیک ولاء اسکے پسر کے واسطے ہوگی کیونکہ عصبہ ہونے مین باپ سے بیٹا زیادہ قریب ہی - اور اگر دادا و بھائی چھوڑا تو امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک ولاء اسکے دادا کے واسطے ہوگی اور بھائی کے واسطے نہو گی اسواسطے کہ امام رہ کے نزدیک بھائی سے دادا کے عصوبت اقرب ہی اسی طرح اگر آزاد کرنے والی عورت نے بیٹا و بھائی چھوڑا پھر اسکا آزاد کیا ہوا بغیر ایسے وارث کے مرا تو اسکی مولاۃ کا بیٹا وارث ہوگا اور بھائی نہین پاویگا کیونکہ وہ عصبہ ہونے مین اقرب ہی لیکن اگر آزاد شدہ اپنی زندگی مین جرم کرے جسکا جرمانہ دیت اسکی عاقلہ پر واجب ہوتی ہی تو عاقلہ اس عورت مولاۃ کے بھائی پر ہوگی اسواسطے کہ بھائی تو اس عورت کے باپ کی قوم سے ہی اور جیسے عورت خود ایسا جرم کرتی تو عاقلہ اسکا بھائی وغیرہ اسکے باپ کی قوم ہوتی اسی طرح جب اسکے آزاد کیے ہوئے نے جرم کیا تو بھی یہی حکم ہی - اگر مولے نے بیٹا اور پسر پسر کی اولاد نرینہ چھوڑی یعنے پوتے جنکا باپ مرگیا ہو اور اپنا بیٹا چھوڑا پھر آزاد کیا ہوا مرا حالانکہ اسکا کوئی وارث نسبی عصبہ نہین ہی تو آزاد شدہ کی میراث مولے کے پسر کو ملیگی اور دوسرے پسر کے لڑکون کو نہین ملیگی اسواسطے کہ ولاء تو سب سے بڑے کے واسطے ہی یعنی جس کا نسب بجانب مولے سب سے اقرب عصبہ کا ہو وہ مستحق ولاء ہی - اور یہی ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہی جنمین حضرت عمر و علی و ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین ہین - اور بنا بر قول مشائخ کے یہان بڑائی سے قرب مراد ہی یعنی جو سب سے اقرب ہو اور مولے کی نسبت سے جو بیٹا ہی وہ پوتون سے زیادہ قریب ہی ف — اور واضح ہو کہ حضرت علی و ابن مسعود و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بیہقی نے یہ قول روایت کیا - عبدالرزاق نے سفیان ثوری عن منصور بن ابراہیم النخعی روایت کی کہ حضرت عمر و علی و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ولاء کو کبیر کے واسطے ٹھہراتے تھے - نخعی رہ نے حضرت عمر رض کو نہین پایا ولیکن مرسل نخعی رہ بالاتفاق قبول ہی اور یہی قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن عمر و اسامہ بن زید و ابو مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہی و تطویل کی حاجت نہین ہی - م ع ش ۔

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ولاء موالات کے بیان مین ہی

ولاء عتاقہ کے بیان کے بعد ولاء موالات کے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا جسکا ذکر اوپر گذرا ہی - قال واذا اسلم رجل علی ید رجل و والاہ علی ان یرثہ ویعقل عنہ اذا جنی او اسلم علی ید غیرہ و والاہ فالولاء صحیح وعقلہ علی مولاہ فان مات ولا وارث لہ غیرہ فمیراثہ للمولی وقال الشافعی رح الموالاۃ لیس بشیء لان فیہ ابطال حق بیت المال ولہذا لا یصح فی حق وارث آخر ولہذا لا یصح عندہ الوصیۃ بجمیع المال ان لم یکن للموصی وارث لحق بیت المال وانما یصح فی الثلث ولنا قولہ تعالی والذین عقدت ایمانکم فآتوہم نصیبہم والآیۃ فی الموالاۃ وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن رجل اسلم علی ید رجل آخر و والاہ فقال ہو احق الناس بہ محیاہ ومماتہ وہذا یشیر الی العقل والارث فی حالتین حالتین ولان مالہ حقہ فیصرفہ الی حیث یشاء والصرف الی بیت المال ضرورۃ عدم المستحق لا انہ مستحق - اگر ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا مثلاً خالد کے ہاتھ پر زید مسلمان ہوا پھر اسکے ساتھ اس شرط پر عقد موالات باندھا کہ جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہی وہ اسکا وارث ہو یعنی اگر زید بغیر وارث عصبہ نسبی کے مرجائے تو خالد اسکا وارث ہو اور اگر زید نے اپنی زندگی مین کوئی ایسا جرم کیا جسکو عاقلہ ادا کرکے اٹھاتی ہی تو خالد اسکا عاقلہ ہو یا زید مذکور کسی دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا پھر اسنے خالد سے اسطرح عقد موالات کیا تو یہ ولاء

Marfat.com

صحیح ہے اور اگر زید سے کوئی قتل خطا وغیرہ واقع ہو تو اسکا عاقلہ اسکا مولے خالد ہوگا اور اگر زید مرگیا اور اسکا کوئی وارث سوے خالد کے نہین ہے تو یہی مولے اسکا وارث ہوگا اور شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ موالات کچھ نہین ہے کیونکہ اسمین بیت المال کا حق مٹانا لازم آتا ہے اسیواسطے دوسرے وارث موجود کے حق مین یہ موالات جاری نہین ہوتی ہے اور اسی حق بیت المال کی وجہ سے امام شافعی رح کے نزدیک کل مال کی وصیت نہین جائز ہے اگرچہ موصی کا کوئی وارث موجود نہو بلکہ صرف ثلث مال سے وصیت جائز ہے اور ہماری دلیل قولہ تعالی والذین عقدت ایمانکم فآتوہم نصیبہم یعنے جن لوگون سے تمہارے ہاتھون نے عقد باندھا ہے تو انکو انکا حصہ دیدو۔ یہ آیت دربارہ موالات نازل ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے موالات کرلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیر لوگون مین سے بھی اسکی زندگی وموت مین زیادہ حقدار ہے۔ اور یہ حدیث زندگی وموت دونون حالتون کے ذکر سے عاقلہ ہونے میراث کا اشارہ کرتی ہے اور دلیل قیاسی یہ ہے کہ مال تو اس شخص کا حق ہے تو اسکو اختیار ہے کہ جہان چاہے صرف کرے اور بیت المال کی جانب صرف کرنا اس ضرورت سے ہوتا ہے کہ کوئی مستحق نہین ہے نہ آنکہ بیت المال کو استحقاق ہوتا ہے ف مصنف رح نے جو حدیث موالات ذکر کی اسکو ابو داؤد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ وحاکم واحمد وابن ابی شیبہ ودارمی وابو یعلی وطبرانی ودارقطنی وعبد الرزاق نے حدیث تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام بخاری نے اسکو باب فرائض مین معلق ذکر کیا ہے۔ شافعی رح نے کہا کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک ثابت نہین ہے کیونکہ اسکو عبد العزیز بن عمر نے ابن موہب سے اسنے تمیم الداری سے روایت کیا اور ابن موہب ہمارے نزدیک معروف نہین ہے اور ہمارے علم مین تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے اس سے ملاقات نہین ہوئی کذا ذکر البیہقی۔ اور جواب یہ ہے کہ شیخ ابن حجر نے خود تقریب مین لکھا کہ عبد اللہ بن موہب طبقہ ثالثہ سے ثقہ ہے اور ذہبی نے فرمایا کہ اگر یحیی بن معین نے اسکو نہین پہچانا تو کچھ مضر نہین ہے کیونکہ دوسرون نے اسکو ثقہ بیان کیا ہے اور ابن ابی شیبہ وابو نعیم کی روایت مین صریح مذکور ہے کہ ابن موہب نے کہا کہ مین نے تمیم الداری سے سنا پس امام بخاری وترمذی وشافعی رح کا یہ خیال کہ اسنے تمیم الداری کو نہین پایا ہے جاتا رہا اور بغیر دلیل کے تردید نہوگی اور رہا یہ امر کہ عبد العزیز بن عمر کے حافظہ مین بعض نے کلام کیا تو وہ مقبول نہین ہے کیونکہ یہ صحیحین کے راویون مین سے ہے اور ابن معین وابو زرعہ وابو نعیم وابن عمار نے کہا کہ وہ ثقہ ہے پس یہ حدیث حجت ہے واللہ تعالی اعلم۔ قال وان کان لہ وارث فہو اولے منہ وان کانت عمتہ او خالتہ او غیرہما من ذوی الارحام لان الموالاۃ عقدہا فلا یلزم غیرہما وذو الرحم وارث ولا بد من شرط الارث والعقل کما ذکر فی الکتاب لانہ بالالتزام وہو بالشرط ومن شرطہ ان لا یکون المولے من العرب لان تناصرہم بالقبائل فاغنی عن الموالاۃ۔ اور اگر اس نومسلم موالات کرنے والے کا کوئی وارث ہو تو وہ اسکے مولے سے مقدم ہوگا اگرچہ یہ وارث اسکی پھوپھی یا خالہ یا کوئی دوسرا ذوی الارحام مین سے ہو یعنی اگر ذوی الارحام مین سے کوئی موجود ہو تو وہی وارث ہوگا اور مولے کو میراث نہین ملیگی اسواسطے کہ موالات مین ان دونون نے اپنے اپنے طور پر عقد باندھا تو انکا عقد باندھنا دوسرون پر لازم نہوگا یعنی دوسرے وارثون کا حق نہین مٹا سکتے ہین اور ذوی الارحام بھی وارث ہوا کرتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ عقد موالات مین میراث کی اور عاقلہ ہونے کی شرط ضرور ہے جیسا کہ کتاب مین مذکور ہے کیونکہ یہ ہر ایک اسوقت ہوسکتا ہے کہ جب اپنے اوپر لازم کرے اور یہ شرط ہی سے حاصل ہوگا ازینجملہ اسکی شرط کے یہ ہے کہ وہ نومسلم جو موالات کرنا چاہتا ہے اہل عرب مین سے نہو کیونکہ اہل عرب کی باہمی نصرت

Marfat.com

ذریعہ قبائل ہوتی ہی تو وہان موالات کی کچھ حاجت نہین ہی۔ قال وللمولی ان ینقل عنہ بولائہ الی غیرہ مالم یعقل عنہ لانہ عقد غیر لازم بمنزلۃ الوصیۃ وکذا لاعلی ان یتبرأ من ولائہ لعدم اللزوم الا انہ یشترط فی ہذا ان یکون بمحضر من الآخر کما فی عزل الوکیل قصدا بخلاف ما اذا عقد الاول مع غیرہ بغیر محضر من الاول لانہ فسخ حکمی بمنزلۃ العزل الحکمی فی الوکالۃ۔ اور نومسلم موالات کرنے والے کو جائز ہی کہ جس مولے سے موالات کی ہی اسکی موالات سے پھر کر دوسرے شخص سے موالات کرے بشرطیکہ مولائے اول نے اسوقت تک اسکی طرف سے عاقلہ ہوکر اوا نہ کیا ہو کیونکہ یہ عقد بمنزلہ وصیت کے لازمی نہین ہی اور اسی طرح مولائے اعلی کو بھی اختیار ہی کہ اسکی ولا ترک کردے کیونکہ لزوم نہین ہی لیکن اس معاملہ مین شرط یہ ہی کہ دوسرے کی موجودگی یعنی علم مین فسخ کرے جیسے قصداً وکیل کے معزول کرنے کی صورت مین ہوتا ہی بخلاف اسکے اگر نومسلم مذکور نے بغیر علم مولائے اول کے کسی دوسرے سے عقد موالات کرلیا تو یہ جائز ہوجاتا ہی کیونکہ حکماً فسخ ہی جیسے وکالت مین حکماً معزول کرنا ہوتا ہی ف مثلاً بیع کے واسطے وکیل کیا تھا پھر مال خود فروخت کیا تو وکیل مذکور حکماً معزول ہوگیا اسی طرح بیان حکمی فسخ ہی۔ یہ سب اسوقت تک کہ مولائے اول نے اسکی طرف سے ابھی تک عاقلہ ہونے کا تاوان نہ اٹھایا ہو۔ قال واذا عقل عنہ لم یکن لہ ان یتحول بولائہ الی غیرہ لانہ تعلق بہ حق الغیر ولانہ قضی بہ القاضی ولانہ بمنزلۃ عوض نالہ کالمعوض فی الہبۃ وکذا لا یتحول وکدہ وکذا اذا عقل عن ولدہ لم یکن لکل واحد منہما ان یتحول لانہما فی حق الولاء شخص واحد۔ اور اگر مولائے اول نے اسکی طرف سے عاقلہ ہوکر جرمانہ ادا کیا ہو تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اسکی ولا سے دوسرے کی ولا مین منتقل ہو کیونکہ اسکے ساتھ حق غیر متعلق ہوگیا اور اسلیے کہ اسکے ساتھ حکم قاضی متعلق ہوچکا یعنی اسنے اسکے مولے کو عاقلہ قرار دیکر اسپر دیت کا حکم دیدیا اور اسلیے کہ یہ بمنزلہ ایک عوض کے ہی جو اسنے حاصل کرلیا جیسے ہبہ مین عوض لینے کے بعد ہبہ سے رجوع نہین کرسکتا ہی اور اسی طرح سے آیندہ اسکی اولاد بھی اس ولا سے نہین پھر سکتی ہی اسی طرح اگر مولے نے اسکے فرزند کی جانب سے عاقلہ ہوکر مال ادا کیا ہو تو ان دونون مین سے کوئی بھی اسکی ولا سے نہین پھر سکتا ہی کیونکہ حق ولا مین یہ دونون بمنزلہ ایک شخص کے ہین۔ قال ولیس لمولی العتاقۃ ان یوالی احدا لانہ لازم ومع بقائہ لا یظہر الادنی۔ پھر جو حکم بیان ہوا وہ مولے الموالات کا تھا اور مولے العتاقہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ کسی دوسرے سے موالات کرلے اسواسطے کہ ولا عتاقہ لازم ہی اور جب عقد ولا باقی رہا جو اقوی ہی تو اسکے ہوتے ہوئے عقد موالات کا ظہور نہوگا جو ادنی ہی ف مثلاً زید نے خالد کو آزاد کیا تو خالد کی ولا زید کے ساتھ لازمی ہی پھر اگر خالد نے شعیب سے موالات کرلی تو یہ ولا موالات ہی جو بہ نسبت ولا عتاقہ کے کمزور و غیر لازمی ہی تو ولا عتاقہ کے مقابلہ مین اسکا اثر ظاہر نہوگا۔

کتاب الاکراہ

یہ کتاب اکراہ کے بیان مین ہی

اکراہ۔ زبردستی کرنا جسپر دوسرا راضی نہو۔ مکرہ۔ جو اکراہ کرے اور جسپر اکراہ کیا جاوے اسکو مترجم نے لفظ مجبور سے تعبیر دیا ہی۔ الاکراہ یثبت حکمہ اذا حصل ممن یقدر علی ایقاع مایوعد بہ سلطانا کان او لصا لان الاکراہ اسم لفعل یفعلہ المرء بغیرہ فینتفی بہ رضاہ او یفسد بہ اختیارہ مع بقاء اہلیتہ وہذا انما یتحقق اذا خاف المکرہ تحقیق مایوعد بہ وذلک انما یکون من القادر والسلطان وغیرہ سیان عند تحقق القدرۃ۔ اکراہ کا حکم اسوقت ثابت ہوتا ہی جب اکراہ ایسے شخص سے پایا جاے کہ وہ جس بات کی دھمکی دیتا ہی اسکو کرسکتا ہو خواہ وہ حاکم

صاحب سلطنت ہو یا چور ہو کیونکہ اکراہ ایسے فعل کا نام ہے جو آدمی اپنے غیر کے ساتھ عمل میں لاوے کہ جس سے اسکی رضامندی نہو یا اسکا اختیار مٹ جاوے باوجودیکہ اسمین لیاقت باقی رہے یعنی مثلاً زید کو مجبور کیا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے ورنہ قتل کر ڈالیگا یا مال لے لیا حالانکہ وہ راضی نہین یا قتل کے خوف سے اپنے اختیار سے خارج ہے باوجودیکہ اسکو یہ لیاقت حاصل ہے کہ طلاق نہ دے۔ اور یہ بات جب ہی متحقق ہوگی کہ مجبور کو یہ خوف ہو کہ جس بات کی دھمکی دیتا ہے اسکو تحقیقاً کر سکتا ہے اور یہ ایسے شخص سے ہو سکتا ہے جسکو قدرت حاصل ہو اور اسمین سلطان و غیر سلطان برابر ہین جبکہ اسکو قدرت حاصل ہے۔ والذی قالہ ابو حنیفۃ رح ان الاکراہ لا یتحقق الا من السلطان کما ان المنعۃ لہ والقدرۃ لا یتحقق بدون المنعۃ فقد قالوا ہذا اختلاف عصر وزمان لا اختلاف حجۃ وبرہان ولم یکن القدرۃ فی زمنہ الا للسلطان ثم بعد ذلک تغیر الزمان واہلہ۔ اور امام ابو حنیفہ رح سے جو یہ قول روایت کیا جاتا ہے کہ اکراہ سوائے سلطان کے کسی سے متحقق نہین ہوتا کیونکہ منعت اسی کو حاصل ہے اور قدرت بدون منعت نہین متحقق ہوتی ہے اور مشائخ نے اس قول کی تاویل مین کہا کہ یہ اختلاف عصر و زمان ہے نہ اختلاف حجت و برہان اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے وقت مین سوائے سلطان کے کسیکو قدرت نہ تھی پھر اسکے بعد زمانہ بدلا اور اسکے لوگ بدل گئے۔ ثم کما یشترط قدرۃ المکرہ لتحقق الاکراہ یشترط خوف المکرہ وقوع ما یہددہ بہ وذلک بان یغلب علی ظنہ انہ لفعلہ لیصیر بہ محمولا علی ما دعی الیہ من الفعل۔ پھر جیسے اکراہ متحقق ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ مکرہ کو قدرت حاصل ہو اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ جسکو اکراہ سے مجبور کیا اسکو بھی یہ خوف ہو کہ جس امر کی تہدید کرتا ہے شاید اسکو واقع کر سکتا ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ اسکے غالب گمان مین یہ جم جاوے کہ یہ ظالم ایسا ہی کریگا جسکی وجہ سے مضطر ہو کر یہ فعل کرے جسپر اکراہ کرتا ہے۔ قال واذا اکرہ الرجل علی بیع مالہ او علی شراء سلعۃ او علی ان یقر لرجل بالف او یواجر دارہ واکرہ علی ذلک بالقتل او بالضرب الشدید او بالحبس فباع او اشتری فہو بالخیار ان شاء امضی البیع وان شاء فسخہ ورجع بالمبیع۔ اگر کسی شخص پر اپنا مال بیچنے کے واسطے یا کوئی مال خریدنے کے واسطے اکراہ کیا گیا یا اس امر پر اکراہ کیا گیا کہ فلان شخص کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کرے یا اپنا گھر فلان شخص کو کرایہ پر دے اور یہ اکراہ بتہدید قتل یا بضرب شدید یا بقید ہے پس اسنے بیچا یا خریدا تو اسکو اختیار ہے کہ چاہے اس بیع کو پورا کرے یا چاہے بیع فسخ کرکے مبیع واپس لے۔ لان من شرط صحۃ ہذہ العقود التراضی قال اللہ تعالی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم والاکراہ یہدرہ الاشیاء لعدم الرضا فتفسد بخلاف ما اذا اکرہ بضرب سوط او حبس یوم او قید یوم لانہ لا یبالی بہ بالنظر الی العادۃ فلا یتحقق بہ الاکراہ الا اذا کان الرجل صاحب منصب یعلم انہ یستضر بہ لفوات الرضا۔ کیونکہ ان عقود کی شرط صحت یہ ہے کہ باہمی رضامندی ہو اللہ عزوجل نے فرمایا الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم الآیہ یعنے آپسمین ایک دوسرے کا مال بطور باطل مت کھاؤ مگر آنکہ وہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ پس باہمی رضامندی شرط ہے حالانکہ ان تہدیدات کے ساتھ اکراہ کرنے سے رضامندی جاتی رہیگی پس عقد فاسد ہوگا بخلاف اسکے اگر ایک کوڑا مارنے یا ایک دن قید کرنے یا ایک دن بیڑیان ڈالنے کی تہدید ہو کیونکہ بنظر عادت اسکی پروا نہین کی جاتی ہے تو اس سے اکراہ متحقق نہوگا لیکن اگر یہ شخص صاحب منصب ہو جسکے حال سے یہ ظاہر ہو کہ اسکو اسقدر سزا سے بھی ضرر پہونچیگا تو اکراہ ہو جائیگا کیونکہ رضامندی جاتی رہی ف یعنی اگر آدمی وجیہ و معزز ہو مانند قاضی وغیرہ کے جسکے حق مین ایک روز کی قید یا ایک کوڑا بھی بے عزتی ہے حتی کہ مجلس و مجمع مین اسکی کان گوشی بھی بے عزتی ہے تو ان معاملات مین اسقدر سزا بھی اسکے حق مین اکراہ ہے پس اسمین لوگون کے مختلف حالات کا اعتبار ہے۔ وکذا الاقرار حجۃ لترجح جنبۃ الصدق فیہ علی

تبتہ الکذب وعند الاکراہ یحتمل انہ یکذب لدفع المضرۃ۔ اور اسی طرح اقرار بھی اسوجہ سے صحت ہوتا ہے کہ
اسمین جھوٹ کی جانب سے سچ کا پلہ بھاری ہے پھر اکراہ کے وقت جو اقرار کیا اسمین احتمال ہے کہ شاید اُسنے مضرت دور
کرنے کے واسطے جھوٹ اقرار کیا ہو۔ ثم اذا باع مکرھا وسلم مکرھا ثبت بہ الملک عندنا وعند زفر لا یثبت لانہ
بیع موقوف علی الاجازۃ الا تری انہ لو اجاز جاز والموقوف قبل الاجازۃ لا یفید الملک ولنا ان رکن
البیع صدر من اہلہ مضافا الی محلہ والفساد لفقد شرطہ وھو التراضی فصار کسائر الشروط المفسدۃ فیثبت
الملک عند القبض حتی لو قبضہ واعتقہ او تصرف فیہ تصرفا لا یمکن نقضہ جاز ویلزمہ القیمۃ کما فی
سائر البیاعات الفاسدۃ وباجازۃ الملک یرتفع المفسد وھو الاکراہ وعدم الرضا فیجوز الا انہ لا ینقطع
بہ حق استرداد البائع وان تداولتہ الایدی ولم یرض البائع بذلک بخلاف سائر البیاعات
الفاسدۃ لان الفساد فیھا لحق الشرع وقد تعلق بالبیع الثانی حق العبد وحقہ مقدم لحاجتہ اما ھھنا
الرد لحق العبد وھما سواء فلا یبطل حق الاول لحق الثانی قال رضی اللہ عنہ ومن جعل البیع الجائز
المتعاد بیعا فاسدا یجعلہ کبیع المکرہ حتی ینقض بیع المشتری من غیرہ لان الفساد لفوات الرضا ومنھم من
جعلہ منا لقصد المتعاقدین ومنھم من جعلہ باطلا اعتبارا بالھازل ومشائخ سمرقند رح جعلوہ بیعا جائزا لتفید
لبعض الاحکام علی ما ھو المعتاد للحاجۃ الیہ۔ پھر جب اکراہ سے مجبور ہو کر بیع کی اور مجبور ہو کر مبیع سپرد کی تو
ہمارے نزدیک اس سے مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائیگی (اور امام مالک وشافعی واحمد رح کے نزدیک باطل ہے) اور
زفر رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کی ملکیت ثابت نہوگی اسواسطے کہ یہ بیع اجازت پر موقوف ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اگر مجبور نے
اجازت دیدی تو جائز ہو جاتی ہے اور جو بیع موقوف ہو وہ اجازت سے پہلے ملکیت کا فائدہ نہین دیتی ہے اور ہماری
دلیل یہ ہے کہ رکن بیع ایسے شخص سے جو اُسکی لیاقت رکھتا ہے ایسے طور پر صادر ہوا کہ محل بیع کی جانب مضاف ہے
تو رکن بیع صحیح ہو گیا اور فساد تو ایک شرط ندارد ہونے کی وجہ سے ہے اور وہ باہمی رضامندی ہے تو دیگر شروط مفسدہ
کے مانند ہو گیا پس مشتری کے قبضہ کر لینے کے وقت ملکیت ثابت ہو جائیگی حتی کہ اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور
وہ مثلاً غلام تھا کہ اُسکو آزاد کر دیا یا مبیع مین کوئی ایسا تصرف کیا جو ٹوٹ نہین سکتا ہے مثلاً مدبر کر دیا یا باندی کو حاملہ
کر دیا جس سے بچہ پیدا ہوا تو تصرف جائز ہے اور اُسپر قیمت لازم ہوگی جیسے دیگر بیوع فاسدہ مین حکم ہوتا ہے اور
مجبور کی اجازت دینے سے امر مفسد یعنی اکراہ وعدم رضامندی اُٹھ جائیگی تو بیع جائز ہو جائیگی لیکن بیع اکراہ مین
اور دیگر بیوع فاسدہ مین فرق یہ ہے کہ بیع اکراہ مین بائع کا واپس لینے کا حق کبھی ساقط نہین ہوتا ہے درحالیکہ بائع
راضی نہوا ہو اگرچہ مبیع ہاتھون ہاتھ بیع ہوتی چلی گئی ہو برخلاف دیگر بیوع فاسدہ کے کہ انمین اگر مشتری نے دوسرے
کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کیا تو بائع اول کا حق واپس ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ انمین فساد بوجہ حق شرعی ہے اور بیع ثانی
کی وجہ سے دوسری مشتری کا حق بھی متعلق ہو گیا پس حق شرع تو چاہتا ہے کہ واپس ہو اور بندہ کا حق یعنے دوسرے
مشتری کا حق چاہتا ہے کہ واپس نہو اور ایسی حالت مین بندہ کے حق کو مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ بندہ محتاج ہوتا ہے
اور یہان بیع اکراہ کی صورت مین واپسی بھی بندہ کے حق کی وجہ سے ہے یعنی اُس مجبور کی وجہ سے ہے جسپر اکراہ کیا گیا
اور بندہ سب باہم یکسان محتاج ہین تو دوسرے بندہ کے حق کی وجہ سے پہلے بندہ کا حق ساقط نہوگا ف
الہدایہ وغیرہ مین یہ بھی فرق بیان کیا کہ بیع اکراہ مین مجبور بائع نے اپنی مشتری کو اس بات پر مسلط نہین کیا کہ وہ دوسرے
کے ہاتھ فروخت کرے بخلاف بیوع فاسدہ کے کہ وہان بائع کی طرف سے مشتری کو تسلط حاصل ہوتا ہے۔ یہ فرق بھی

Marfat.com

جید ہے شیخ مصنف رح نے فرمایا کہ بیع جائز متاولین بیع الوفا کو جن علماء نے بیع فاسد ٹھہرایا تو وہ اسکو بیع اکراہ کے
مانند قرار دیتے ہین (اور یہ مشائخ بخارا ہین) حتی کہ بیع الوفا مین اگر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا
تو بیع توڑ دیجائیگی کیونکہ ابھی بائع کی رضامندی پائی نہین گئی جیسے بیع اکراہ مین ہوتا ہے تو رضامندی نہ ہونے
ہونے سے فساد ہے اور بعضی مشائخ نے بیع الوفا کو رہن قرار دیا (جیسے امام سید ابو شجاع سمرقندی و ابو علی سغدی و
ابو الحسن ماتریدی و عطار بن حمزہ وغیرہم) اسواسطے کہ دونون عقد کرنے والون نے یہی قصد کیا یعنی انکا قصد یہ ہے کہ
مبیع بعوض ثمن کے مشتری کے پاس رکی رہے اور یہی رہن ہوتا ہے کہ قرضہ کے عوض مرتہن کے پاس مرہون رکی
رہے اور بعض مشائخ نے بیع الوفا کو بیع باطل قرار دیا ہے جیسے ٹھٹول کرنے والے کی بیع باطل ہوتی ہے اور مشائخ سمرقند
نے اسکو بیع جائز قرار دیا جو بعض احکام کو مفید ہے یعنی سوا بیع و ہبہ وغیرہ کے بعض احکام یعنی انتفاع حاصل کرنے کو مفید ہے
جیسا کہ رواج مین جاری ہے کیونکہ ایسی بیع کو حاجت پڑتی ہے ف۔ یعنی بوجہ ضرورت کے کہ اس زمانہ مین قرضہ حسنہ نہین
ملتا ہے اس بیع کو جائز قرار دیا گیا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ قال فان کان قبض الثمن طوعا فقد اجاز البیع
لانہ دلیل الاجازۃ کما فی البیع الموقوف۔ پھر اگر اکراہ کے مجبور نے خوشی سے ثمن قبول کر لیا تو بیع کی اجازت دیدی
کیونکہ یہ اجازت کی دلیل ہے جیسے بیع موقوف مین ہوتا ہے۔ وکذا اذا سلم طائعا بان کان الاکراہ علی البیع الا علی
الدفع لانہ دلیل الاجازۃ بخلاف ما اذا اکرہ علی الہبۃ ولم یذکر الدفع فوہب ودفع حیث یکون باطلا لان
مقصود المکرہ الاستحقاق لا مجرد اللفظ وذلک فی الہبۃ بالدفع وفی البیع بالعقد علی ما ہو الاصل
فدخل الدفع فی الاکراہ علی الہبۃ دون البیع۔ اور اگر خوشی سے مبیع کو سپرد کر دیا تو بھی اجازت ہے اور اسکی صورت
یہ ہے کہ اکراہ فقط بیع پر ہوا اور سپرد کرنے پر نہوا اسواسطے کہ یہ اجازت کی دلیل ہے بخلاف اسکے اگر اکراہ کرنے پر اکراہ کیا اور
سپرد کرنے کا ذکر نہ کیا پھر اسنے ہبہ کرکے دیدیا تو یہ باطل ہے کیونکہ اکراہ کرنے والے کا مقصود یہ ہے کہ استحقاق ثابت ہو نہ
خالی لفظ اور یہ جب ہی ہوگا کہ ہبہ مع سپردگی کے واقع ہو اور بیع مین صرف عقد پر استحقاق واقع ہوتا ہے جیسا کہ
اصل ہے پس ہبہ پر اکراہ کرنے مین سپرد کرنا داخل ہوگا اور بیع پر اکراہ کرنے مین سپرد کرنا داخل نہوگا۔ قال وان قبضہ
مکرہا فلیس ذلک باجازۃ وعلیہ ردہ ان کان قائما فی یدہ لفساد العقد۔ اور اگر مشتری نے زبردستی اسپر
قبضہ کر لیا تو یہ اجازت نہین ہے اور اسپر واپس کرنا واجب ہے اگر اسکے پاس قائم ہو کیونکہ عقد فاسد ہے۔ قال وان
ہلک المبیع فی ید المشتری وہو غیر مکرہ ضمن قیمتہ للبائع معناہ والبائع مکرہ لانہ مضمون علیہ بحکم عقد
فاسد۔ اور اگر مشتری کے پاس مبیع تلف ہوگئی حالانکہ وہ مکرہ نہین ہے تو بائع کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن
ہوگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ بائع اکراہ سے مجبور کیا گیا اسواسطے کہ عقد فاسد کی وجہ سے مبیع اسکی ضمانت مین ہے۔ للمکرہ
ان یضمن المکرہ ان شاء لانہ الۃ لہ فیما یرجع الی الاتلاف فکانہ دفع مال البائع الی المشتری فیضمن
ایہما شاء کالغاصب والغاصب فلو ضمن المکرہ رجع علی المشتری بالقیمۃ لقیامہ مقام
البائع وان ضمن المشتری نفذ کل شیء کان بعد شرائہ لوتناسخۃ العقود لانہ ملکہ بالضمان ظہرانہ
باع ملکہ ولا ینفذ ما کان قبلہ لان الاستناد الی وقت قبضہ بخلاف ما اذا اجاز المالک المکرہ عقدہ
منہا حیث یجوز ما قبلہ وما بعدہ لانہ اسقط حقہ وہو المانع فعاد الکل الی الجواز واللہ اعلم۔ اور جسپر اکراہ
کیا گیا اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے مکرہ سے تاوان لے لے کیونکہ جہان تلف کرنے کے معنے پائے جاتے ہین وہان مجبور
اس مکرہ کا آلہ ہے تو گویا مکرہ نے بائع کا مال مشتری کو دیدیا تو مجبور کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے

خواہ مکرہ سے یا مشتری سے جیسے غصب کرنے والے اور غاصب سے غصب کرنے والے مین ہوتا ہی پھر اگر اسنے مکرہ سے تاوان لیا تو وہ مشتری سے قیمت واپس لیگا کیونکہ وہ بائع کے قائم مقام ہوگیا ہی اور اگر اسنے مشتری سے تاوان لے لیا تو اسکے بعد جو فروخت واقع ہوئی ہون وہ نافذ ہو جائینگی جنبر لیکنہ واقع ہوئی ہون کیونکہ وہ تاوان دیکر مالک ہوگیا پس یہ ظاہر ہوگیا کہ اسنے اپنی ملک فروخت کی اور تاوان سے پہلے جو بیع واقع ہوئی ہون وہ نافذ نہونگی کیونکہ یہ اسکے قبضہ کے وقت کی جانب مستند ہی بخلاف اسکے اگر مالک نے مکرہ کو انہین سے کسی عقد کی اجازت دیدی تو اس سے پہلے اور اسکے بعد سب نافذ ہو جائینگی کیونکہ اسنے اپنا حق ساقط کر دیا اور یہی مانع تھا تو سب عقود جائز ہوگئے واللہ اعلم۔

فصل

وان اکرہ علی ان یاکل المیتۃ او یشرب الخمر فاکرہ علی ذلک بحبس او بضرب او قید لم یحل لہ الا ان یکرہ بما یخاف منہ علی نفسہ او علی عضو من اعضائہ فاذا خاف علی ذلک وسعہ ان یقدم علی ما اکرہ علیہ وکذا علی ھذا الدم ولحم الخنزیر لان تناول ھذہ المحرمات انما یباح عند الضرورۃ کما فی حالۃ المخمصۃ لقیام المحرم فیما وراءھا ولا ضرورۃ الا اذا خاف علی النفس او علی العضو حتی لو خیف علی ذلک بالضرب الشدید وغلب علی ظنہ ذلک یباح لہ ذلک۔ اگر ایک نے دوسرے کو مردار کھانے یا شراب پینے پر اکراہ کیا اور یہ اکراہ مار یا قید یا حبس پر ہی تو اسکو یہ حلال نہوگا سوائے اُس صورت کے کہ ایسی چیز کے ساتھ اکراہ کرے جس سے جان یا کوئی عضو تلف ہونے کا خوف ہو پس اگر اسکو ایسا خوف بیٹھ جائے تو اسکو گنجایش ہی کہ جس چیز پر اکراہ کیا اُسکا اقدام کرے اور اسی طرح اگر خون یا سور کا گوشت کھانے پر اکراہ کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ ان حرام چیزون کا کھانا پینا جب ہی مباح ہوتا ہی کہ ضرورت قائم ہو جیسے مخمصہ کی حالت ہوتی ہی کیونکہ اور اسکے حرام کرنے والی دلیل قائم ہی اور یہان کوئی ضرورت موجود نہوگی مگر جب ہی کہ اپنی جان پر یا اپنی کسی عضو پر خوف کرے حتی کہ اگر ضرب شدید کے ساتھ اسکا اکراہ کرے اور مجبور کے گمان مین بھی یہ بات غالب ہو جائے تو اسکو ایسا کرنا مباح ہو جائیگا۔ ولا یسعہ ان یصبر علی ما توعد بہ فان صبر حتی اوقعوا بہ ولم یاکل فھو اثم لانہ لما ابیح کان بالامتناع معاونا لغیرہ علی اھلاک نفسہ فیاثم کما فی حالۃ المخمصۃ وعن ابی یوسف رح انہ لا یاثم لانہ رخصۃ اذ الحرمۃ قائمۃ فکان آخذا بالعزیمۃ قلنا حالۃ الاضطرار مستثنی بالنص وھو کلم بالحاصل بعد الاستثناء فلا محرم فکان اباحۃ لا رخصۃ الا انہ انما یاثم اذا علم بالاباحۃ فی ھذہ الحالۃ لان فی انکشاف الحرمۃ خفاء فیعذر بالجھل فیہ کالجھل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب۔ اور جس شخص پر اکراہ کیا گیا اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ ایسی تہدید پر صبر کرے کہ جس سے جان یا عضو کا خوف ہو حتی کہ اگر اسنے نہ کھایا یہان تک کہ مکرہ نے جس امر کی تہدید کی تھی وہ واقع کیا تو ظاہر الروایۃ مین مجبور مذکور گنہگار ہوگا جیسے مخمصہ مین ہوتا ہی (اور یہی قول مالک و شافعی و احمد رح کا ہی) کیونکہ جب اسکو یہ چیز مباح کر دی گئی تھی تو انکار سے اپنی ہلاکت پر غیر کی معاونت کرنے والا ہو گیا تو حالت مخمصہ کی طرح گنہگار ہوگا۔ اور ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ گنہگار نہوگا یہی شافعی و احمد سے بھی ایک روایت ہی کیونکہ کھانا تو مجاز کر دیا گیا تھا یعنی رخصت دی گئی اسواسطے کہ حرمت ابھی موجود ہی تو اسنے عزیمت کو اختیار کیا یعنی جو افضل تھا وہ اختیار کیا تو گنہگار نہوگا۔ اور ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ حالت اضطرار تو نص مین مستثنی ہی یعنی قولہ تعالی وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ یعنی باستثناء اضطرار کے

Marfat.com

حرام فرمایا اور استثنا کے معنی یہ ہوتے ہین کہ مستثنی کرنے کے بعد جو باقی رہا وہ کلام کیا تو حرام کرنے والا حکم موجود ہوا یہ اباحت ہی نہ رخصت لیکن گنہگار جب ہی ہوگا کہ اس حالت مین اسکو مباح ہونے کا علم ہو اسواسطے کہ حرمت رفع ہونے مین پوشیدگی ہی تو نجاننے مین معذور ہوگا جیسے ابتدا اسلام مین یا دارالحرب مین حکم نجاننے مین معذور ہوتا ہی

قال وان اکرہ علی الکفر باللہ تعالی والعیاذ باللہ او بسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقید او بحبس او ضرب لم یکن ذلک اکراہا حتی یکرہ بامر یخاف منہ علی نفسہ او علی عضو من اعضائہ لان الاکراہ بھذہ الاشیاء لیس باکراہ فی شرب الخمر لما مر ففی الکفر وحرمتہ اشد اولی واحری۔

اور اگر کسی نے مسلمان پر اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرنے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہنے کے واسطے بذریعہ مارنے یا محبوس کرنے یا قید یعنی بیڑیان ڈالنے کے اکراہ کیا تو یہ اکراہ نہین ہی یہان تک کہ ایسے امر کے ساتھ اکراہ کرے جس سے جان یا کسی عضو کا خوف ہو کیونکہ قید وغیرہ جب شراب پینے مین اکراہ نہین ہی تو کفر جو اس سے سخت ہی اسمین بدرجہ اولے اکراہ نہوگا۔ قال فاذا خاف علی ذلک وسعہ ان یظہر ما امرہ بہ دیوری فان اظہر ذلک وقلبہ مطمئن بالایمان فلا اثم علیہ لحدیث عمار بن یاسر رض حین ابتلی بہ وقد قال لہ النبی علیہ السلام کیف وجدت قلبک قال مطمئنا بالایمان فقال علیہ السلام فان عادوا فعد وفیہ نزل قولہ تعالی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان الآیۃ۔ ولان بھذا الاظہار لا یفوت الایمان حقیقۃ لقیام التصدیق وفی الامتناع فوت النفس حقیقۃ فیسعہ المیل الیہ۔

پس اگر اسکو تلف نفس یا عضو کا خوف ہو تو اسکو یہ گنجایش ہی کہ جو کچھ یہ کفار کہتے ہین اسکو ظاہر کرے اور توریہ کرے یعنی ظاہر مین ایک لفظ کہے اور اس سے دوسرے معنی مراد لے پس اگر اسنے ایسا ظاہر کیا حالانکہ اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہی تو اسپر گناہ نہوگا بدلیل حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جبکہ اسمین مبتلا ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار رض سے پوچھا کہ تو نے اپنا قلب کس حال مین پایا تھا تو عرض کیا کہ وہ ایمان کے ساتھ مطمئن تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دوبارہ ایسا کرین تو تو دوبارہ کہیو اور اسی بارہ مین نازل ہوا قولہ تعالی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان الآیۃ۔ اور اس دلیل سے کہ ایسا ظاہر کرنے سے ایمان درحقیقت فوت نہین ہوتا کیونکہ تصدیق قائم ہی اور انکار کرنے مین درحقیقت جان جاتی ہی پس اسکو اختیار دیا گیا کہ اظہار کی جانب میل کرے ف اہل تفسیر نے ذکر کیا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مع بلال وخباب بن الارت وغیرہ کے مکہ سے مدینہ کی جانب بھاگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہجرت کر چکے تھے پس کفار مکہ نے انکو پکڑ لیا اور سختی وعذاب کیا کہ دین اسلام سے پھر جاوین پس بلال رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کے عذاب دیے اور خباب رض کو کانٹون مین گھسیٹا یہان تک کہ بدن زخمی ہوگیا اور بیہوش ہوگئے آخر مجبور ہوکر کہا کہ اگر تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہو اور ہمارے بتون کی تعریف کرو تو ہم تمھین چھوڑ دین پس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایسا ظاہر کیا پس جب کافرون نے چھوڑا اور عمار رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مین پہونچے تو بہت اداس تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمار کیا خبر ہی پس عمار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے نہین چھوڑا یہان تک کہ آپکی بدگوئی کی اور انکے بتون کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے دلکو کیسا پاتا تھا عرض کیا کہ ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو فرمایا کہ اگر دوبارہ ایسا واقع ہو تو دوبارہ بھی کہیو یعنے زبان سے ظاہر کیجیو اور دل مطمئن رکھیو پس یہ آیت نازل ہوئی اور مترجم نے تفسیر مین اسکو بتوضیح بیان کیا ہی۔ پھر واضح ہو کہ یہان اظہار کفر کا جواز نکلتا ہی اور مثل شراب خواری وغیرہ کے واجب نہین نکلتا۔ اور قصہ عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حاکم نے

Marfat.com

روایت کیا اور شیخ ابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے بشرطیکہ محمد بن عمار نے اپنے باپ سے سنا ہو مین کہتا ہون نہین تو مرسل صحیح ہے۔ قال فان صبر حتی قتل ولم ینظر الکفر کان ماجورا لان خبیبا رض صبر علی ذلک حتی صلب وسماہ رسول اللہ علیہ السلام سید الشہداء وقال فی مثلہ ہو رفیقی فی الجنۃ ولان الحرمۃ باقیۃ والامتناع لاعزاز الدین عزیمۃ بخلاف ما تقدم للاستثناء۔ پھر اگر اسنے صبر کیا یہان تک کہ قتل کر دیا گیا پر اسنے کفر ظاہر نہ کیا تو اسکو ثواب حاصل ہوگا کیونکہ خبیب رضی اللہ عنہ نے اسپر صبر کیا یہان تک کہ سولی دیدی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا نام سید الشہداء رکھا اور ایسے شخص کے حق مین فرمایا کہ وہ جنت مین میرا رفیق ہے۔ اور اس دلیل سے کہ حرمت باقی ہے اور اعزاز دین کے واسطے انکار کرنا عزم قوی کا کام ہے بخلاف مسئلہ سابقہ یعنی شراب وسور وغیرہ کہ وہان بوجہ استثناء کے اباحت ہوگئی ف۔ واضح ہو کہ شیخ مصنف رحمہ اللہ سے نقل روایات مین غالبا سہو واقع ہوا کیونکہ خبیب رضی اللہ عنہ پر اکراہ نہین ہوا پھر سولی دی گئی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سید الشہداء فرمایا اور خبیب رضی اللہ عنہ کا قصہ یہ ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا لشکر بھیجا یعنے بطور جاسوس کے چند آدمیون کو روانہ فرمایا جنپر عاصم رضی اللہ عنہ کو سردار کیا پس یہ لوگ روانہ ہوئے حتی کہ جب عسفان اور مکہ کے بیچ مین پہونچے تو قبیلہ ہذیل کے ایک حی بنو لحیان کو خبر دی گئی جن مین سے قریب سو مرد کے مسلح ہو کر انکے پیچھے چلے یہان تک کہ ایک منزل پر پہونچکر چھوارے کی گٹھلیان پائین تو کہنے لگے کہ یہ مدینہ کے چھوارے ہین اور اب ہم قریب پہونچے ہین پھر ڈھونڈھتے چلے یہانتک کہ انکو پا گئے پس عاصم مع اپنے ساتھیون کے ایک اونچے ٹیکرے پر چڑھ گئے اور اس قوم نے آکر ان سب کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ تمھارے واسطے عہد میثاق ہے اگر تم اتر آؤ پس عاصم بن ثابت نے اس سے انکار کیا کہ کسی مشرک کی پناہ مین جاؤین پس تیرون سے عاصم رض مع سات آدمیون کے شہید ہوئے اور فقط خبیب و زید ابن الدثنہ اور ایک شخص دیگر باقی رہے پس مشرکون نے انکو عہد میثاق دیا تو یہ اترے پس جب انھون نے قابو پایا تو انکی کمانون کا رود اتار کر اس سے انکے ہاتھ باندھے پس تیسرے شخص نے کہا کہ واللہ یہ تو پہلا غدر ہے پس انکے ساتھ جانے سے انکار کیا اور انھون نے اسکو دھکایا و گھسیٹا مگر آخرکار قتل کر دیا اور یہ لوگ خبیب و زید کو مکہ لیگئے پس خبیب کو بنو الحارث بن عامر بن نوفل نے خریدا کیونکہ خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر کے روز حارث بن عامر کو قتل کیا تھا پس خبیب انکے پاس قیدی پڑے رہے یہانتک کہ جب یہ لوگ خبیب کے قتل پر متفق ہوئے تو حضرت خبیب نے حارث کی ایک بیٹی سے استرہ اسواسطے لیا کہ موے زیر ناف صاف کرین پس اسنے مانگے دیدیا وہ کہتی ہے کہ مین اپنے بچہ سے غافل ہوگئی کہ پھسلتا ہوا خبیب کے پاس چلا گیا اسکو حضرت خبیب نے اپنی ران پر بٹھا لیا پس جب اسکی ماں نے دیکھا تو نہایت پریشان ہوئی کہ جسکو حضرت خبیب نے پہچان لیا اور استرہ انکے ہاتھ مین تھا تو مجھسے فرمایا کہ کیا تو ڈرتی ہے کہ مین اسکو مار ڈالونگا اور مین انشاء اللہ تعالے ایسا نہین کرونگا اور یہ عورت کہا کرتی تھی کہ واللہ مین نے خبیب سے بہتر قیدی نہین دیکھا مین نے ایک روز دیکھا کہ وہ ایک خوشہ انگور مین سے کھاتے ہین حالانکہ وہ ایسا موسم تھا کہ مکہ مین چھوارے کا نام نہ تھا اور خبیب رضی اللہ عنہ لوہے مین جکڑے ہوئے تھے اور سوائے اسکے نہین ہو سکتا کہ یہ ایک رزق تھا جو کہ اللہ عزوجل نے انکو بھیجا پھر حرم سے انکو باہر لیگئے تاکہ قتل کرین تو خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو پس دو رکعت نماز پڑھکر انکی طرف پھر آئے اور فرمایا کہ اگر نہ ہوتا کہ تم لوگ خیال کروگے کہ مجھکو موت سے گھبراہٹ ہے تو مین زیادہ پڑھتا پس انھون نے پہلے قتل کے وقت دو رکعت

نماز کی سنت نکالی پھر کہا کہ الٰہی انکو ایک ایک شمار کر دے اور انکو پہ اپنا ان قتل کر دے اور انمین سے کسی کو باقی مت
چھوڑ پھر یہ دو شعر پڑھے ؎ ولست ابالی حین اقتل مسلما ولی مصرعی کان اللہ مصرعی۔ یعنی جب مین مسلمان قتل
ہوتا ہون تو مجھے اسکا دھڑکا نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کس کروٹ گرون۔ وذلک فی ذات الاکوان الجاہ
یبارک علی اوصال شلو ممزع۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی شان مین ہے اللہ اگر وہ چاہے تو اعضائے متفرقہ مین
ملوہ برکت دیدے۔ پھر عقبہ بن الحارث نے کھڑے ہو کر قتل کر دیا اور قریش نے کچھ لوگ بھیجے تھے کہ عاصم بن
ثابت رضی اللہ عنہ کے بدن مین سے کچھ کاٹ لاوین تاکہ پہچانا جائے کیونکہ عاصم نے بھی بدر کے روز انکے سرداران
مین سے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا ولیکن اللہ عزوجل نے زنبور یعنی مکھیون کا ایک جھتا مثل بادل کے
عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش پر بھیجدیا جسکی ہیبت سے کوئی شخص پاس نہین آسکتا تھا پس انکو کچھ بھی قدرت نہوئی
رواہ البخاری۔ اور ان روایات مین سول دینے کا ذکر نہین ہے ہان کتاب المغازی مین محمد بن اسحاق نے اسکو
نقل کرنا سول دینا دونون ذکر کیا ہے اور سید الشہداء کہنا ثابت نہین بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے
روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء فرمایا ہے۔ اور حاکم کی روایت مین ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے
نزدیک حمزہ سید الشہداء ہے۔ اور طبرانی نے حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز
سب شہیدون سے افضل حمزہ بن عبد المطلب ہین + اور واضح ہو کہ خبیب رضی اللہ عنہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے رفیق جنت ہین لیکن عاصم کا یہ کلمہ انکے حق مین ثابت نہین ہوا بلکہ بعض صحابہ دیگر کے حق مین ثبوت ہے
قال وان اکرہ علی اتلاف مال مسلم بامر یخاف منہ علی نفسہ او علی عضو من اعضائہ وسعہ ان یفعل
ذلک لان مال الغیر یستباح للضرورۃ کما فی حالۃ المخمصۃ وقد تحققت ولصاحب المال ان یضمن
المکرہ لان المکرہ آلۃ للمکرہ فیما یصلح آلۃ لاتلاف من ہذا القبیل وان اکرہ بقتل علی قتل غیر علم
یسعہ ان یقدم علیہ ولا یصبر حتی یقتل لان قتلہ کان اتلافا لان قتل المسلم مما لا یستباح لضرورۃ ما
فکذا ہذہ الضرورۃ = اور اگر کسی انسان کا مال تلف کرنے کے واسطے ایسے امر کے ساتھ اکراہ کیا گیا جس سے
اپنی جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو تو اسکو ایسا کرنے کی گنجائش ہے یعنی مسلمان کا مال تلف کر دے
کیونکہ ضرورت کے وقت غیر کا مال مباح ہو جاتا ہے جیسے حالت مخمصہ مین ہے اور یہان بھی ضرورت متحقق ہوئی اور مباح
ہوا اور مالک مال کو اختیار ہوگا کہ چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان لے لے کیونکہ اکراہ کرنے والے نے جسکو مجبور
کیا وہ اسکے آلہ کے ہو گیا اور ایسی چیزون مین ہے جنمین وہ آلہ ہو سکتا ہے اور مال تلف کرنا بھی اسی قسم سے ہے
یعنی گویا اکراہ کرنے والے نے مجبور کے ذریعہ سے فلان شخص کا مال تلف کر دیا تو وہ اکراہ کرنے والے سے تاوان لے سکتا ہے
جیسے مخمصہ مین بھی تاوان لے سکتا ہے اور اگر اسپر دوسرے کے قتل کرنے کا اسطرح اکراہ کیا گیا کہ اگر تو اسکو قتل نہ کریگا
تو مین تجھکو قتل کر دونگا تو اسکو گنجائش نہین ہے کہ دوسرے کے قتل پر اقدام کرے اور صبر کرے یہانتک کہ خود قتل کر دیا جائے
اور اگر اسنے غیر کو قتل کر دیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا کسی ضرورت کی وجہ سے مباح نہین ہوتا ہے خوف
جان یا عضو کی وجہ سے بھی مباح نہین ہوگا = والقصاص علی المکرہ ان کان القتل عمدا قال رح وہذا
عند ابی حنیفۃ ومحمد رح وقال زفر رح یجب علی المکرہ وقال ابو یوسف رح لا یجب علیہما وقال الشافعی
رح علیہما لنا زفر رح ان القتل من المکرہ حقیقۃ وحسا وقد رد الشرع حکمہ علیہ وہو الاثم بخلاف الاکراہ
علی اتلاف مال الغیر لانہ سقط حکمہ وہو الاثم فاضیف الی غیرہ وہذا یمسک الشافعی رح لہ

Marfat.com

جانب المکرہ ویوجبہ علی المکرہ ایضا لوجود التسبیب الی القتل منہ وللتسبیب کی ہذا حکم المباشرۃ عندہ
کما فی شہود القصاص وعند ابی یوسف رح ان القتل یبقی مضافا الی المکرہ من وجہ لنظرہ الی التاثیر الضعیف
الی المکرہ من وجہ لنظرہ الی الحمل فدخلت الشبہۃ فی کل جانب لہا اذ ہو محمول علی القتل بطبعہ لاشتمالہ علی الحیاۃ
فیصیر آلۃ للمکرہ فیما یصلح آلۃ لہ وہو الحمل بان یلقیہ علیہ ولا یصلح آلۃ لہ فی ایمانہ علی دینہ فیبقی الفعل
مضافا الیہ فی حق الاثم کما لو اکرہ علی الاعتاق وفی اکراہ المجوسی علی ذبح شاۃ الغیر
فینتقل الفعل الی المکرہ فی الاتلاف دون الذکاۃ حتی یحرم کذا ہذا۔ اور مقتول کا قصاص اکراہ کرنے والے
پر واجب ہوگا بشرطیکہ قتل عمد ہو۔ شیخ مصنف رح نے کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ ومحمد رح کا قول ہے اور زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ
پس مجبور نے اکراہ کی وجہ سے قتل کیا ہو اسپر قصاص واجب ہوگا اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں پر واجب ہوگا
اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ دونوں پر واجب ہوگا اور زفر رحمۃ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ درحقیقت قتل کا فعل اسی شخص
سے صادر ہوا جسنے مجبور ہو کر قتل کیا اور شرع نے اسکا حکم اسی پر برقرار رکھا اور اسکا حکم گناہ ہے یعنے مجبور پر گناہ
ثابت رکھا تو اسی پر قصاص واجب ہوگا بخلاف ایسے اکراہ کے جو غیر کا مال تلف کرنے پر ہو کیونکہ اسکا حکم یعنے
گناہ مالک مارا گیا تو یہ فعل دوسرے کی جانب مضاف ہوا یعنی اکراہ کرنے والے کی جانب مضاف ہوا پھر امام شافعی
قائل مجبور کی جانب اسی دلیل سے تمسک کرتے ہیں اور اکراہ کرنے والے پر بھی حد اس دلیل سے واجب کرتے ہیں
کیونکہ قتل کا سبب برانگیختہ کرنا اسی کی جانب سے پایا جاتا ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک ایسی صورت میں سبب
برانگیختہ کرنے کو ارتکاب فعل کا حکم ہے جیسا قصاص کے گواہوں میں ہوتا ہے۔ اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ قتل
کا حکم ایک راہ سے اسی شخص پر متصور رہا جسنے مجبور ہو کر قتل کیا نظر اسکے کہ گناہ اسی کے ذمہ رہتا ہے اور اکراہ کرنے
والے کی جانب بھی ایک راہ سے منسوب ہوا اس نظر سے کہ قتل کا باعث وہی ہوا پس دونوں کی جانب سے شبہ ہوا ہوگیا
اور امام ابوحنیفہ ومحمد کی دلیل یہ ہے کہ وہ قتل کرنے پر بمقتضائے طبیعت آمادہ کیا گیا تاکہ وہ اپنی زندگی باقی رکھے تو
وہ اکراہ کرنے والے کا آلہ ہو جائیگا ایسی چیز میں کہ جسمیں آلہ ہو سکتا ہے اور یہ قتل ہے اس طور کہ قتل کرنے والے اور مرنے والے
اور اسکے دین میں گناہ کرنے پر اسکا آلہ نہیں ہو سکتا ہے یعنی قتل میں دو معنے ہیں ایک یہ کہ مقتول کا گلا کاٹ دینا تو
اسمیں اکراہ کرنے والے نے مجبور کو اپنا آلہ بنایا اور وہ آلہ ہو سکتا ہے اور دوسرا یہ کہ قتل سے گناہ ہوتا ہے تو مجبور اسمیں
آلہ نہیں ہو سکتا بلکہ خود گنہگار ہوگا پس فعل قتل از روئے فعل کے مکرہ کی جانب مضاف ہوا اور از راہ گناہ کے
مجبور پر مضاف ہوا جیسے تم آزاد کرنے پر اکراہ کرنے میں کہتے ہو یعنی مثلاً سید نے مال کو اپنا غلام آزاد کرنے پر
اکراہ کیا تو کہتے ہو کہ مال تلف کرنا اکراہ کرنے والے کے ذمہ ہے حتی کہ ضامن ہے اور غلام کی ولاء مال کے واسطے
کہتے ہو اور جیسے مجوسی کو مال کی بکری ذبح کرنے پر اکراہ کرنے میں کہتے ہو کہ تلف کرنے کا فعل تو سید کی جانب
مضاف ہوگا اور ذبح مضاف نہ ہوگا حتی کہ اسکا کھانا حرام ہوگا پس اسی طرح یہاں ہے۔ قال وان اکرہ علی
طلاق امرأتہ او عتق عبدہ لفعل وقع ما اکرہ علیہ عندنا خلافا للشافعی رح وہو نوع من الطلاق =
اور اگر زید پر اسکی جورو کو طلاق دینے یا اسکا غلام آزاد کرنے پر اکراہ کیا پس اسنے ایسا کیا تو جس چیز پر اکراہ کیا گیا ہے
وہ واقع ہو جائیگی اور یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعی رح کے نزدیک نہیں واقع ہوگی جیسا کہ کتاب الطلاق میں گذرا
قال ویرجع علی الذی اکرہہ بقیمۃ العبد لانہ صلح آلۃ لہ فیہ من حیث الاتلاف لالتفات الیہ
فلہ ان یضمنہ موسرا کان او معسرا ولا سعایۃ علی العبد لان السعایۃ انما تجب للتخریج الی الحریۃ

Marfat.com

او لتعلق حق الغیر ولم یوجد واحد منہما ولا یرجع المکرہ علی العبد بالضمان لانہ مواخذ باتلافہ۔ اور مجبور مذکور اپنے غلام کی قیمت اکراہ کرنے والے سے واپس لیگا کیونکہ تلف کرنے کے حق مین مکرہ کے لیے شخص مجبور آلہ ہوسکتا ہے تو تلف کرنا اُسی کی جانب مضاف ہوا تو اُسکو اختیار ہوا کہ مکرہ سے تاوان لے خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور غلام پر سعایت واجب نہوگی کیونکہ سعایت تو اسیواسطے واجب ہوتی ہے کہ غلام اس حالت سے نکل کر آزادی کی طرف چلا جاے یا اُس سے غیر کا حق متعلق ہو اور یہان ان دونون مین سے کوئی بات نہین پائی گئی اور اکراہ کرنے والا اس غلام سے اپنا تاوان واپس نہین لے سکتا اسواسطے کہ مکرہ اُسکے اتلاف مین ماخوذ ہے قال ویرجع بنصف مہر المرأۃ ان کان قبل الدخول وان لم یکن فی العقد مسمی یرجع علی المکرہ بما لزمہ من المتعۃ لان ما علیہ کان علی شرف السقوط بان جاءت الفرقۃ من قبلہا وانما یتاکد بالطلاق فکان اتلافا للمال من ہذا الوجہ فیضاف الی المکرہ من حیث انہ اتلاف بخلاف ما اذا دخل بہا لان المہر قد تقرر بالدخول لا بالطلاق۔ اور زوجہ مطلقہ کا نصف مہر بھی مکرہ سے واپس لیگا بشرطیکہ طلاق قبل الدخول ہو اور یہ اس صورت مین کہ مہر مسمی ہو اور اگر مسمی نہو تو جو کچھ متعہ اُسکے ذمہ لازم آیا وہ مکرہ سے واپس لیگا کیونکہ دخول سے پہلے جو مہر اُسکے اوپر تھا وہ ساقط ہونے کے کنارے لگا تھا چنانچہ اگر عورت کی جانب سے جدائی واقع ہوتی تو سب ساقط ہو جاتا پس طلاق ہی کی وجہ سے یہ اُسکے ذمہ متقرر ہوگیا پس اس راہ سے یہ مال کا تلف کرنا ہے جو مکرہ کی جانب مضاف ہوگا۔ اور یہ اُسوقت ہے کہ دخول سے پہلے طلاق پر اکراہ ہو بخلاف اسکے اگر بعد دخول کے اکراہ کیا تو مکرہ مال مہر کا ضامن نہوگا کیونکہ مہر کا تقرر بوجہ دخول کے ہو چکا نہ بوجہ طلاق کے تو مکرہ ضامن نہوگا۔ ولو اکرہ علی التوکیل بالطلاق والعتاق ففعل الوکیل جاز استحسانا لان الاکراہ موثر فی فساد العقد والوکالۃ لا تبطل بالشروط الفاسدۃ ویرجع علی المکرہ استحسانا لان مقصود المکرہ زوال ملکہ اذا باشر الوکیل والنذر لا یعمل فیہ الاکراہ لانہ لا یحتمل الفسخ ولا رجوع علی المکرہ بما لزمہ لانہ لا مطالب لہ فی الدنیا فلا یطالب بہ فیہا وکذا الیمین والظہار لا یعمل فیہما الاکراہ لعدم احتمالہما الفسخ وکذا الرجعۃ والایلاء والفیئ فیہ باللسان لانہا تصح مع الہزل والخلع من جانبہ طلاق او یمین لا یعمل فیہ الاکراہ فلو کان ہو مکرہا علی الخلع دونہا لزمہا البدل لرضاہا بالالتزام۔ طلاق یا عتاق کے واسطے وکیل کرنے پر اکراہ کیا یعنی مجبور کیا کہ اپنی زوجہ کو طلاق دے یا غلام کو آزاد کرکے پر وکیل کرے پس اُسنے وکیل کیا پھر وکیل نے اُسکی زوجہ کو طلاق دی یا غلام کو آزاد کیا تو قیاساً طلاق یا عتاق واقع نہوگی اور یہی امام مالک و شافعی و احمد رح کا قول ہے ع۔) اور استحساناً جائز ہے اسواسطے کہ اکراہ سے عقد فاسد ہوا کرتا ہے تو غایت یہ کہ عقد وکالت مین شرط اکراہ فاسد ہوگی حالانکہ وکالت ایسی شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتی اور مجبور پر جو تاوان لازم آوے وہ اکراہ کرنے والے سے استحساناً واپس لیگا اسواسطے کہ مکرہ کا مقصود یہ ہے کہ مجبور کی ملکیت اُسکے وکیل کے فعل سے زائل ہو جاے اور نذر ایسی چیز ہے کہ اُسمین اکراہ موثر نہین ہوتا کیونکہ وہ فسخ کے قابل نہین ہے اور جو کچھ مجبور پر لازم آوے وہ مکرہ سے واپس نہین لے سکتا کیونکہ دنیا مین اُسکا کوئی مطالبہ کرنے والا نہین تو مکرہ سے دنیا مین اسکا مطالبہ نہوگا اور یہی حال قسم و ظہار کا ہے کہ انمین بھی اکراہ موثر نہین ہوتا کیونکہ یہ دونون بھی قابل فسخ نہین ہین اور یہی حکم طلاق سے رجعت کا اور ایلاء کا اور ایلاء مین زوجہ کی جانب زبانی جماع کرنے کا ہے کہ انمین بھی اکراہ موثر نہین ہے کیونکہ یہ چیزین بطور ہزل صحیح ہو جاتی ہین اور خلع دینا بھی شوہر کی جانب

Marfat.com

طلاق یا قسم جو کہ اسمین اکراہ موثر نہین ہی پس اگر شوہر کو خلع دینے پر مجبور کیا گیا نہ عورت کو تو عورت کے ذمہ معاوضہ خلع
لازم ہوگا کیونکہ اسنے اپنی رضامندی سے اپنے اوپر لازم کیا۔ قال وان اکرہ علی الزنا وجب علیہ الحد عند
ابی حنیفۃ رح الا ان یکرہہ السلطان وقال ابو یوسف ومحمد رح لا یلزمہ الحد وقد ذکرناہ فی الحدود
اگر زید کو زنا کرنے پر مجبور کیا تو امام حنیفہ رح کے نزدیک زنا کرنے والے یعنی زید پر حد واجب ہوگی الا اس صورت
مین کہ سلطان اکراہ کرے اور امام ابو یوسف ومحمد رح کے نزدیک حد نہین واجب ہوگی اور ہمنے اسکو کتاب الحدود مین
بیان کردیا ہی۔ قال واذا اکرہ علی الردۃ لم تبن امرأتہ منہ لان الردۃ تتعلق بالاعتقاد الا تری انہ لو کان
قلبہ مطمئنا بالایمان لا یکفر وفی اعتقادہ الکفر شک فلا یثبت البینونۃ بالشک فان قالت المرأۃ
قد بنت منک وقال ہو قد اظہرت ذلک ولکنی مطمئن بالایمان فالقول قولہ استحسانا لان اللفظ
غیر موضوع للفرقۃ وہی تبدل الاعتقاد ومع الاکراہ لا یدل علی التبدل فکان القول قولہ بخلاف الاکراہ
علی الاسلام حیث یصیر بہ مسلما لانہ لما احتمل واحتمل رجحنا الاسلام فی الحالین لانہ یعلو ولا یعلی وہذا
بیان الحکم اما فیما بینہ وبین اللہ تعالی اذا لم یعتقدہ فلیس بمسلم ولو اکرہ علی الاسلام حتی حکم باسلامہ ثم رجع
لم یقتل لتمکن الشبہۃ وہی دارئۃ للقتل ولو قال الذی اکرہ علی اجراء کلمۃ الکفر اخبرت عن امر ماض ولم
اکن فعلت بانت منہ حکما لا دیانۃ لانہ اقر انہ طائع باتیان ما لم یکرہ علیہ وحکم ہذا الطائع ما ذکرناہ ولو قال
اردت ما طلب منی وقد خطر ببالی الخبر عما مضی بانت دیانۃ وقضاء لانہ اقر انہ تبدی بالکفر حائل
بہ حیث علم لنفسہ مخلصا غیرہ وعلی ہذا اذا اکرہ علی الصلوۃ للصلیب وسب محمد النبی علیہ السلام ففعل وقال
نویت بہ الصلوۃ للہ تعالی ومحمدا آخر غیر النبی علیہ السلام بانت منہ قضاء لا دیانۃ ولو صلی للصلیب
وسب محمد النبی علیہ السلام وقد خطر ببالہ الصلوۃ للہ تعالی وسب غیر النبی علیہ السلام بانت منہ
دیانۃ وقضاء لما مر وقد قررناہ زیادۃ علی ہذا فی کفایۃ المنتہی واللہ اعلم اگر ایک شخص نے دوسرے کو مرتد
ہوجانے پر اکراہ کیا تو اسکی زوجہ اس سے بائنہ نہوگی کیونکہ مرتد ہوجانا تو اعتقاد کے ساتھ متعلق ہی کیا نہین دیکھتے ہو
کہ اگر دل اسکا ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو کافر نہین ہوتا ہی اور یہان اسکے اعتقاد کفر مین شک ہی تو شک کی وجہ سے بائن
ہونا ثابت نہوگا پھر اگر اسکی زوجہ نے کہا کہ مین تجھسے بائنہ ہوگئی یعنی تیرے دل مین بھی ایسا ہی اعتقاد تھا جیسا تو نے
منہ سے کہا حتی کہ تو درحقیقت مرتد ہوا اور مین بائنہ ہوگئی اور شوہر نے کہا کہ مین نے صرف زبان سے اظہار کیا اور میرا
دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو استحسانا شوہر کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ جدائی کے واسطے موضوع نہین ہی
بلکہ فرقت تو اعتقاد بدل جانے سے لازم آتی ہی اور اکراہ وزبردستی کے ساتھ یہ دلیل نہین ہوسکتی کہ اسکا اعتقاد بدل
گیا تو قول شوہر ہی کا قبول ہوگا بخلاف اسکے اگر مسلمان ہونے پر اکراہ کیا گیا تو وہ اس سے مسلمان ہوجائیگا کیونکہ
جب احتمال ہی کہ وہ دل سے مسلمان ہوا اور یہ بھی احتمال ہی کہ دل سے مسلمان نہین ہوا تو ہمنے دونون حالتون
مین اسلام کو ترجیح دی کیونکہ اسلام بالا رہتا ہی اور زیر نہین ہوتا ہی۔ اور یہ صرف حکم قضاء کا بیان ہی یعنی قاضی
اسکے اسلام کا حکم دیدیگا اور رہا عند اللہ تعالی پس اگر اسنے اسلام کا اعتقاد نہ کیا تو وہ مسلمان نہین ہی۔ اگر اسلام پر
اکراہ کیا گیا حتی کہ اسکے مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا پھر وہ اسلام سے پھر گیا تو قتل نہین کیا جائیگا کیونکہ یہان شبہہ
قائم ہی اور شبہہ ایسی چیز ہی جس سے قتل دفع کیا جاتا ہی۔ اور اگر اس شخص نے جسپر کلمہ کفر بولنے کے واسطے اکراہ
کیا گیا ہی کہا کہ مین نے ایک امر گذشتہ کی خبر دی تھی حالانکہ مین نے ایسا نہین کیا تھا یعنے شوہر نے عورت کے جواب

Marfat.com

مین یہ کہا کہ مین نے مکرہ کے کہنے سے یون کہا کہ مین نے اللہ تعالی سے کفر کیا تو میری مراد یہ تھی کہ گذشتہ زمانہ کی جھوٹ خبر دون یعنی مین نے کسی زمانہ مین کفر کیا تھا حالانکہ یہ جھوٹ خبر تھی یعنی مین نے کبھی کفر نہین کیا تھا تو اس صورت مین قاضی حکم کریگا کہ اُسکی عورت بائنہ ہوگئی ولیکن از راہ دیانت یہ حکم نہوگا اور حکم قاضی کی وجہ یہ ہے کہ اُسنے اس امر کا اقرار کیا کہ بخوشی خاطر وہ ایسا لفظ بولا جسپر اکراہ نہین کیا گیا تھا تو جو شخص اسطرح بخوشی کے اُسکا یہی حکم ہوجاتا ہے ذکر کیا اور اگر اُسنے کہا کہ مکرہ نے جو کچھ کہا مین نے وہی ارادہ کیا ولیکن میرے دلمین گذشتہ زمانہ کی خبر آئی تو اُسکی زوجہ قضاءً و دیانۃً بائنہ ہوجائیگی اسواسطے کہ اُسنے اقرار کیا کہ اُسنے ہزل کے طور پر ابتداءً کفر کیا کیونکہ اُسنے اپنی ذات کے واسطے دوسرا مخلص جان لیا سوائے ابتداءً کفر کے یعنی اس شخص نے کفر پیدا کرنے کا اقرار کیا اور ہزل یہ کیا کہ اگر زمانہ ماضی سے جھوٹ خبر دینے کی نیت کرتا تو کفر سے بچ جاتا ہے مگر پھر بھی اُسنے وہی ارادہ کیا جو مکرہ کی مراد تھی۔ تو دیانۃً بھی بائنہ ہوجائیگی ف اور اگر اُسے کہا کہ میرے دلمین کچھ خیال نہین آیا ولیکن مین نے آئندہ زمانہ کے واسطے یہ لفظ کہا کہ مین نے اللہ تعالی سے کفر کیا حالانکہ میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو استحساناً اُسکی زوجہ بائنہ نہوگی۔ المبسوط والذخیرہ ع۔ وعلی ہذا اگر صلیب کے واسطے نماز پڑھنے کے لیے اکراہ کیا گیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہنے کے واسطے اکراہ کیا گیا پس اُسنے ایسا کیا اور کہا کہ مین نے نماز مین اللہ تعالی کے واسطے نیت کی تھی اور بدگوئی مین سوائے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے محمد کی نیت کی تھی تو حکم قاضی مین اُسکی زوجہ بائنہ ہوجائیگی مگر دیانۃً بائنہ نہین ہوگی۔ اور اگر اُسنے صلیب کے واسطے نماز پڑھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہا اور اُسکے دل مین اللہ تعالی کی نماز کا اور سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کی بدگوئی کا خیال آیا تو اُسکی زوجہ قضاءً و دیانۃً بائنہ ہوجائیگی بدلیل مذکورۂ بالا۔ اور کفایۃ المنتہی مین ہے اس سے زیادہ توضیح کی واللہ تعالی اعلم ف خلاصہ فرق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر اکراہ کیا گیا تو تین صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکے دلمین ایک نصرانی کا خیال آیا جسکا نام محمد تھا پس وہ کہتا ہے کہ مین نے اُسی نصرانی کو بُرا کہا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس نصرانی کا خیال آیا مگر مین نے مکرہ کے ارادہ کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا مگر مین راضی نہین تھا تیسری صورت یہ کہ وہ کہتا ہے کہ میرے دل مین کچھ خیال نہین آیا اور مین نے مجبور ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہا اور مین دل سے راضی نہین تھا تو پہلی صورت مین کافر نہوگا اسواسطے کہ اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا نہین کہا اور تیسری صورت مین بھی کافر نہین ہوگا کیونکہ اُسنے اکراہ سے مضطر ہوکر ایسا کیا حالانکہ دل سے مطمئن تھا اور دوسری صورت مین کافر ہوجائیگا کیونکہ اُسنے کفر سے چھوٹنے کا موقع پایا پھر بھی مکرہ کے ارادہ کے موافق کیا اور اُسپر مستزاد یہ کہ مین راضی نہ تھا پس یہ قضاءً و دیانۃً کفر ہے

کتاب الحجر

یہ کتاب حجر کے بیان مین ہے

حجر کے معنے تو منع کے ہین اور یہان کسی سبب سے تصرفات کو کسی حد پر رکھکر زائد اختیارات سے منع کرنا مراد ہے۔ محجور جسکو منع کیا گیا ہے اور اسکے مقابل ماذون بولتے ہین یعنے اجازت دیا گیا۔ قال الاسباب الموجبۃ للحجر ثلثۃ الصغر والرق والجنون فلا یجوز تصرف الصغیر الا باذن ولیہ ولا تصرف العبد الا باذن سیدہ ولا یجوز تصرف المجنون المغلوب بحال اما الصغر فلنقصان عقلہ غیر ان اذن الولی آیۃ اہلیتہ والرق لرعایۃ حق المولے کیلا یتعطل منافع عبدہ ولا یملک رقبتہ یتعلق الدین بہ غیر ان المولی بالاذن رضی بفوات حقہ

Marfat.com

والمجنون لا یجامعہ الاہلیۃ فلا یجوز تصرفہ بحال اما العبد فاہل فی نفسہ والصبی یرتقب اہلیتہ فلہذا وقع الفرق - جو اسباب کہ حجر واجب کرتے ہین وہ تین ہین صغر رقیت وجنون پس صغیر کا تصرف جائز نہین مگر جبکہ اسکا ولی اجازت دے اور غلام کا تصرف جائز نہین مگر جبکہ اسکا مولے اجازت دے اور مجنون مغلوب العقل کا تصرف کسی حال مین جائز نہین ہے پس صغیر مین تو نقصان عقل کی وجہ سے جواز نہین ہوتا لیکن ولی کا اجازت دینا اس امر کی دلیل ہے کہ اسمین لیاقت تصرف موجود ہے - اور رقیت مین ممانعت بوجہ رعایت حق مولی کے ہے تاکہ اسکے غلام کے منافع بیکار نہو جاوین اور قرضہ سے اسکی گردن پھنسکر دوسرون کی ملک مین نہو جاوے لیکن اگر مولے نے اسکو خود اجازت دیدی تو وہ اپنے حق ضائع ہونے پر خود راضی ہوگیا - اور جنون ایسی چیز ہے کہ اسکے ساتھ مین لیاقت تصرف مجتمع نہین ہوتی ہے یعنی جنون اور لیاقت تصرف عقلی دونون یکجا نہین ہوتی ہین تو اسکا تصرف کسی حال مین نہین جائز ہے - رہا غلام تو وہ بذات خود لیاقت رکھتا ہے - اور صغیر مین لیاقت کا انتظار ہے پس اسی تقریر سے فرق بھی ظاہر ہوگیا ف — اور کبھی مجنون ایسا ہوتا ہے کہ کچھ دنون جنون اور کچھ دنون افاقہ ہے مگر ایک مہینہ سے کم دورہ ہے تو حالت افاقہ مین بمنزلہ تندرست ہے - قال ومن باع من ہولاء شیئا او اشتری وہو یعقل البیع ویقصدہ فالولی بالخیار ان شاء اجازہ اذا کان فیہ مصلحۃ وان شاء فسخہ لان التوقف فی العبد لحق المولی فیتخیر فیہ وفی الصبی والمجنون نظرا لہما فیتحری مصلحتہما ولابد ان یعقلا البیع لیوجد رکن العقد فینعقد موقوفا علی الاجازۃ والمجنون قد یعقل البیع ویقصدہ وان کان لا یرجح المصلحۃ علی المفسدۃ وہو المعتوہ الذی یصلح وکیلا عن غیرہ کما بینا فی الوکالۃ فان قیل التوقف عندکم فی البیع اما الشراء فالاصل فیہ النفاذ علی المباشر قلنا نعم اذا وجد نفاذا علیہ کما فی شراء الفضولی وہہنا لم یجد نفاذا لعدم الاہلیۃ او لضرر المولی فوقفناہ - اگر طفل یا غلام یا مجنون جسکو کبھی افاقہ بھی ہوجاتا ہے انمین سے کسی نے کوئی چیز بیچی یا خریدی درحالیکہ وہ بیع کو سمجھتا اور قصد کرتا ہے تو ولی کو اختیار ہے چاہے اجازت دے بشرطیکہ اسمین بہتری ہو اور چاہے فسخ کردے کیونکہ غلام کے تصرف مین حق مولے کی وجہ سے توقف تھا تو مولے کو اختیار دیا گیا - اور طفل ومجنون کی صورت مین انکی حالت کی بہتری دیکھنے پر توقف تھا تو ولی انکے حق مین بہتری دیکھے گا پھر یہ شرط ہے کہ عقد کے وقت یہ لوگ بیع کو سمجھتے ہون تاکہ عقد کا رکن پایا جائے پس وہ اجازت پر موقوف رہیگا اور مجنون کبھی بیع کو سمجھتا اور اسکا قصد کرتا ہے اگرچہ بہتری کو برائی پر ترجیح نہین دے سکتا اور اسی کو معتوہ کہتے ہین جو غیر کی طرف سے وکیل ہوسکتا ہے جیسا ہمنے وکالت مین بیان کیا ہے اگر اعتراض ہو کہ توقف تو تمہارے نزدیک بیع مین ہے اور رہی خرید تو اسمین اصل یہ ہے کہ خریدار فاعل پر نافذ ہوجاے ہم کہتے ہین کہ ہان بشرطیکہ وہ نفاذ پاوے جیسے فضولی کی خرید مین ہوتا ہے اور یہان اسنے نفاذ اسوجہ سے نہین پایا کہ طفل ومجنون مین لیاقت نہین ہے اور غلام مین اسکے مولے کا ضرر ہے لہذا ہمنے توقف کیا - قال وہذہ المعانی الثلثۃ توجب الحجر فی الاقوال دون الافعال لانہ لا مرد لہا لوجودہا حسا ومشاہدۃ بخلاف الاقوال لان اعتبارہا موجودۃ بالشرع والقصد من شرطہ - پھر یہ تینون باتین یعنی صغر رقیت وجنون صرف اقوال مین حجر واجب کرتے ہین نہ افعال مین کیونکہ افعال سے چارہ نہین ہے اسواسطے کہ وہ محسوس ومشاہدہ کے طور پر موجود ہوتے ہین (حتی کہ اگر بچہ کسی شخص کے قرابہ پر گر کر توڑ دے یا غلام یا مجنون کسیکا مال تلف کردے تو فی الحال تاوان واجب ہوگا) بخلاف اقوال کے کیونکہ انکے اقوال کا اعتبار موجود ہونے مین بذریعہ شرع کے ہوتا ہے

حالانکہ شرع نے اعتبار نہین کیا اور اعتبار کی شرط یہ ہی کہ قصد ہو ف اور طفل و مجنون کا قصد بوجہ قصور عقل نہین ہی اور کلام مین اگرچہ قصد ہی لیکن مولے پر بے اختیار ضرر لازم آنے کی وجہ سے معتبر نہین ہی۔ الا اذا کان فعلا یتعلق بہ حکم یندرئ بالشبہات کالحدود والقصاص فیجعل عدم القصد فی ذلک شبہۃ فی حق الصبی والمجنون۔ بالجملہ تینون اسباب مذکورہ سے افعال مین حجر لازم نہین ہی مگر جبکہ ایسا فعل ہو جس سے ایسا حکم متعلق ہوتا ہی جو شبہات سے دور کیا جاتا ہی جیسے حدود و قصاص تو ایسے فعل مین قصد نہونا طفل و مجنون کے حق مین شبہہ قرار دیا جائیگا۔ قال والصبی والمجنون لا یصح عقودھما ولا اقرارھما لما بینا ولا یقع طلاقھما ولا اعتاقھما لقولہ علیہ السلام کل طلاق واقع الا طلاق الصبی والمعتوہ والاعتاق محض مضرۃ ولا وقوف للصبی علی المصلحۃ فی الطلاق بحال لعدم الشہوۃ ولا وقوف للولی لعدم التوافق علی اعتبار بلوغہ حد الشہوۃ فلہذا لا یتوقفان علی اجازتہ ولا ینفذان بمباشرتہ بخلاف سائر العقود۔ اور طفل و مجنون کا کوئی عقد یا اقرار صحیح نہین ہی بدلیل مذکورہ بالا کہ عقل و قصد ندارد ہی اور ان دونون کی طلاق یا عتاق واقع نہوگی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر طلاق واقع ہوتی ہی سوائے طلاق طفل و معتوہ کے۔ اور آزاد کرنا محض مضرت ہی اور طفل کو طلاق مین کسی حال مین مصلحت پر وقوف نہوگا کیونکہ شہوت ندارد ہی اور ولی کو بھی اس بات پر وقوف نہین ہوسکتا کہ طفل و اسکی زوجہ مین موافقت نہین ہی باعتبار طفل کے حد شہوت تک پہنچنے کے یعنی بعد بالغ ہونے کے دونون مین موافقت نہونا اسکی ولی کو بھی معلوم نہین ہوسکتا لہذا ولی کی اجازت پر طلاق یا عتاق موقوف نہین ہوتا اور ولی کے خود کرنے سے بھی طفل و مجنون کا طلاق و عتاق نافذ نہین ہوتا بخلاف دیگر عقود کے۔ وان اتلفا شیئا لزمہما ضمانہ احیاء لحق المتلف علیہ وہذا لان کون الاتلاف موجبا لا یتوقف علی القصد کالذی یتلف بانقلاب النائم علیہ والحائط المائل بعد الاشہاد بخلاف القولی علی ما بیناہ۔ اگر طفل مجنون نے کسی چیز کو تلف کردیا تو دونون پر اسکی ضمان واجب ہوگی تاکہ جسکا مال تلف ہوا ہی اسکا حق ضائع نہو اور اسکی وجہ یہ کہ اتلاف کا موجب ضمان ہونا کچھ قصد پر موقوف نہین ہی مثلاً سوتا ہوا اگر کسی چیز پر گر پڑے اور تلف کردے تو ضامن ہوتا ہی جس شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہی اگر پہلے اسکو گواہون کے سامنے اطلاع دیدی گئی اور اسنے بندوبست نہ کیا یہانتک کہ وہ گری اور کچھ تلف کیا تو وہ ضامن ہوتا ہی بخلاف تصرف قولی کے چنانچہ ہمنے سابق مین بیان کردیا ہی ف اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین مرفوعاً واقع ہی کہ تین شخصون سے قلم اٹھا لیا گیا ہی ایک سوتے ہوئے سے یہانتک کہ بیدار ہو اور مبتلائے جنون سے یہانتک کہ اچھا ہو اور طفل سے یہانتک کہ بالغ ہو۔ رواہ الحاکم وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ۔ اور اسکی اسناد مین حماد بن ابی سلیمان استاد ابو حنیفہ رح ہین جنکے حفظ مین ابن سعد و اعمش نے کلام کیا ولیکن نسائی و عجلی و یحیی بن معین امام جرح و تعدیل وغیرہم نے کہا کہ ثقہ ہی اور یہی معنی حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ابو داؤد و حاکم وغیرہ نے روایت کی اور حاکم نے حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اور بزار نے حدیث ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے حدیث ثوبان و شداد رضی اللہ عنہما سے روایت کیے پس معنے یہ ہین کہ گناہ آخرت ان لوگون سے اٹھا دیا گیا ہی۔ قال فاما العبد فاقراره نافذ فی حق نفسہ لقیام اہلیتہ غیر نافذ فی حق مولاہ رعایۃ لجانبہ لان نفاذہ لا یعری عن تعلق الدین برقبتہ او کسبہ وکل ذلک اتلاف مالہ۔ رہا غلام تو اسکا اقرار اپنے حق مین نافذ ہی کیونکہ اسمین اقرار کی لیاقت موجود ہی اور اپنے مولے کے حق مین نافذ نہین ہی یعنی اگر اسنے اقرار کیا کہ مین نے زید کا مال

ہزار روپیہ قیمت کا تلف کر دیا تو غلام مذکور بعد آزاد ہونے کے پکڑا جائیگا اور فی الحال بوجہ حق مولے کے ماخوذ نہوگا کیونکہ اسمین جانبین کی رعایت ہے کیونکہ اسکا نافذ ہونا غلام کے رقبہ یا کمائی سے قرضہ متعلق ہو جانے سے خالی نہین ہے اور ہر ایک صورت مین مولے کے مال کا اتلاف ہے۔ قال فان اقر بمال لزمہ بعد الحریۃ لوجود الاہلیۃ وزوال المانع ولا یلزمہ فی الحال لقیام المانع۔ پس اگر غلام نے کسی مال کا اقرار کیا تو بعد آزادی کے اسپر لازم ہوگا کیونکہ لیاقت اقرار موجود ہے اور روک زائل ہو گئی اور فی الحال ماخوذ نہوگا کیونکہ روک موجود ہے۔ وان اقر بحد او قصاص لزمہ فی الحال لانہ مبقی علی اصل الحریۃ فی حق الدم حتی لا یصح اقرار المولی علیہ بذلک اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو فی الحال لازم ہوگا کیونکہ قصاص کے حق مین غلام اپنی اصلی آزادی پر باقی رکھا گیا حتی کہ مولے اپنے غلام پر حد یا قصاص کا اقرار کرے تو صحیح نہین ہوتا ہے۔ وینفذ طلاقہ لبارونیا ولقولہ علیہ السلام لا یملک العبد والمکاتب شیأ الا الطلاق ولانہ عارف بوجہ المصلحۃ فیہ فکان اہلا ولیس فیہ ابطال ملک المولے ولا تفویت منافعہ فینفذ واللہ اعلم۔ اور غلام کا طلاق دینا نافذ ہو جائیگا بدلیل اس حدیث کے جو ہمنے روایت کی اور بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ غلام و مکاتب کو کوئی ملکیت نہین ہے سوائے طلاق کے۔ اور اس دلیل سے کہ طلاق مین غلام اپنی مصلحت کو پہچانتا ہے تو اسکو طلاق کی لیاقت حاصل ہے۔ اور اسمین ملک مولے یا اسکے منافع نہین ملتے ہین واللہ اعلم۔ مصنف نے جو حدیث ذکر کی یہ نہین پائی جاتی ہے مگر ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایک غلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ میرے مولے نے کنبی باندی مجھے بیاہ دی اور اب وہ چاہتا ہے کہ میرے اور اسکے درمیان تفریق کر دے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ممبر پر چڑھکر فرمایا کہ اے لوگو کیا حال ہے کہ تم مین سے ایک شخص اپنے غلام کو اپنی باندی بیاہ دیتا ہے پھر چاہتا ہے کہ دونون کو جدا کر دے حالانکہ طلاق وہی دے سکتا ہے جسنے ساق پکڑی ہے۔ اسکی اسناد مین عبد اللہ بن لہیعہ ہے امام احمد و طحاوی نے کہا کہ ثقہ ہے اور یہ کافی ہے اگرچہ دوسرون نے کلام کیا۔

باب الحجر للفساد

یہ باب فساد کی وجہ سے مجبور کرنے کے بیان مین ہے

قال ابو حنیفۃ رح لا یحجر علی الحر العاقل البالغ السفیہ وتصرفہ فی مالہ جائز وان کان مبذرا مفسدا یتلف مالہ فیما لا غرض لہ فیہ ولا مصلحۃ وقال ابو یوسف ومحمد رح وہو قول الشافعی رح یحجر علی السفیہ ویمنع من التصرف فی مالہ لانہ مبذر مالہ بصرفہ لا علی الوجہ الذی یقتضیہ العقل فیحجر علیہ نظرا لہ اعتبارا بالصبی بل اولی۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ آزاد عاقل بالغ بیوقوف پر حجر نہ کیا جائیگا بلکہ اسکا تصرف اپنے مال مین جائز ہے اگرچہ وہ ایسا فضول خرچ ہو کہ اپنا مال ایسے کامون مین صرف کر دے جسمین اسکی کوئی غرض و مصلحت نہین ہے اور امام ابو یوسف و محمد و شافعی و احمد و اکثرون نے کہا کہ بیوقوف آدمی مجبور کر دیا جائیگا اور اپنے مال مین تصرف کرنے سے منع کر دیا جائیگا کیونکہ وہ اپنے مال مین فضول خرچ ہے کہ مال کو مقتضائے عقل خرچ نہین کرتا ہے پس اسکی بہتری کے واسطے اسکو مجبور کر دیا جاوے جیسے طفل کو مجبور کیا جاتا ہے بلکہ طفل سے بدرجہ اولی مجبور کیا جائیگا۔ لان التبذیر فی حق الصبی احتمال التبذیر وفی حقہ حقیقۃ ولہذا منع عنہ المال ثم ہو لا یفید بدون الحجر لانہ یتلف بلسانہ ما منع من یدہ ولابی حنیفۃ رح انہ مخاطب عاقل فلا یحجر علیہ اعتبارا بالرشید وہذا لان فی سلب

ولایتہ اہدار آدمیتہ والحاقہ بالبہائم وہو اشد ضررا من التبذیر فلا یحمل الاعلی لدفع الادنی حتی لو کان فی الحجر دفع ضرر عام کالحجر علی المتطبب الجاہل والمفتی الماجن والمکاری المفلس جاز فیما یروی عنہ اذ ہو دفع ضرر الاعلی بالادنی ولا یصح القیاس علی منع المال لان الحجر یلحق منہ فی العقوبۃ ولا علی الصبی لانہ عاجز عن النظر لنفسہ وہذا قادر علیہ نظرا لہ الشارع منہ باعطاء الۃ القدرۃ والحجر علی خلافہ کسر اختیارہ ومنع المال مفید لان غالب السفہ فی الہبات والتبرعات والصدقات وذلک یقف علی الید۔ اور ادلے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ طفل کے حق مین فضول خرچی واسراف کا احتمال ثابت ہے اور اس شخص مین درحقیقت فضول خرچی موجود ہے اسی وجہ سے وہ مالی تصرف سے منع کردیا گیا پھر خاکی ممانعت بدون مجبور کرنے کے نافع نہوگی کیونکہ جس چیز سے اسکا ہاتھ روکا گیا اسکو وہ زبان سے تلف کریگا لہذا مجبور کیا جائیگا اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اسکو اسقدر عقل موجود ہے کہ جسکی وجہ سے اللہ تعالی نے اسکو مخاطب کیا یعنی اگر طفل کی طرح بے عقل ہوتا تو ایمان وشرائع سے مخاطب نہوتا پس وہ مجبور نہین کیا جائیگا جیسے درستی کے ساتھ تصرف کرنے والا منع نہین کیا جاتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی ولایت چھین لینا گویا اسکو آدمیت سے گرا کر جانورون مین ملا دینا ہے حالانکہ اسکا ضرر بہ نسبت فضول خرچی کے زیادہ ہے تو ادنی ضرر کے بیچھے اعلی ضرر نہین اٹھایا جائیگا ہان اگر مجبور کرنے مین ضرر عام دفع ہوتا ہو جیسے ایک جاہل شخص طبیب بن بیٹھا یا جاہل بے پروا آدمی مفتی بن بیٹھا تو وہ مجبور کردیا جاتا ہے۔ یا ایک مفلس آدمی جسکے پاس جانور وغیرہ نہین ہین وہ کرایہ دینے کا ٹھیکہ دار بنا تو ان سبکو مجبور کردینا بروایت ابوحنیفہ کے نزدیک بھی جائز ہے کیونکہ یہ ادنی ضرر کے ذریعہ سے اعلی ضرر کا دفعیہ ہے اور مال سے روکنے پر قیاس صحیح نہین ہے کیونکہ مجبور کرنے کی سزا اس سے بڑھکر ہے اور طفل پر بھی قیاس صحیح نہین ہے کیونکہ طفل کو اپنے معاملہ مین بہتری کی فکر کرنے کی لیاقت نہین ہے اور اس شخص کو یہ قدرت حاصل ہے کیونکہ اسکو آزادی وعقل وبلوغ دیا گیا ہے لیکن وہ اپنی بدچلنی سے اسکے خلاف راہ چلتا ہے اور مال کا روک دینا مفید ہے کیونکہ اکثر بیوقوفیان ہبہ وتبرع وصدقات مین ہوتی ہین اور یہ مال کے قبضہ پر موقوف ہے ف یعنی جب اسکے قبضہ مین کچھ نہو تو کچھ نہین کرسکتا ہے۔ جنبی رہنے لکھا کہ مین نے مصر کے شہرون مین جاہلون کا ایک گروہ دیکھا جو فقہا اور اہل علم کے لباس مین بن بیٹھے اور ظالمون واہل دولت کے موافق ہوکر مناصب جلیلہ حاصل کیے اور ان لوگون کو انکی خواہشون کے موافق فتوی دیے چنانچہ مین نے ثقہ لوگون سے سنا کہ انمین سے ایک نے سلطان مصر کو غلامون سے اغلام مباح ہونے کا فتوی دیا اور یہ دلیل لایا کہ اللہ تعالے نے فرمایا او ما ملکت ایمانکم۔ اور دوسرے نے شراب مصر مباح ہونے کا فتوی دیا اس دلیل سے کہ اسمین جھاگ نہین آتی ہین حالانکہ وہی حرمت کی شرط ہے۔ اور تیسرے نے رقص جائز ہونے کا فتوی اس دلیل سے دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے احاطہ مین حبشی چمڑے کی ڈھالون وحربہ سے کھیلتے تھے۔ اور گانا جائز ہونے کا فتوی دیا کہ دو لڑکیان گاتی تھین اللہ تعالی ہمکو ان لوگون کے شر سے بچاوے جنکی کوشش اس دنیا کی زندگی کے واسطے ہے اور آخرت مین خوار وبے بہرہ ہین انتہی مترجما۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین ایسے اقوال سے سلطان وامرا کا انعام مقصود تھا اور دنیا مع افسوس اس زمانہ مین ہے کہ ان مفتیون کے بھائی جو اس زمانہ مین موجود ہین وہ سلطان وامرا کو نہین پاتے تو عوام کو انکی خواہشون کے موافق فتوی دیتے ہین پس یہ انسے بھی بدتر ہین واللہ تعالے اعلم۔ قال واذا حجر القاضی علیہ ثم رفع الی قاض آخر فابطل حجرہ واطلق عنہ جاز لان الحجر منہ فتوی ولیس بقضاء الا یری انہ لم یوجد المقضی لہ والمقضی علیہ ولو کان قضاء فنفس القضاء مختلف فیہ فلا بد من الامضاء حتی لو رفع تصرفہ بعد الحجر الی القاضی الحاجر او الی غیرہ فقضی ببطلان تصرفہ ثم رفع الی قاض

Marfat.com

اخر نفذ ابطال الانصال الامضاء به فلا یقبل النقض بعد ذلک - اور اگر قاضی نے اسکو مجبور کر دیا پھر دوسرے
قاضی کے پاس مرافعہ کیا گیا پس اسنے حجر توڑ دیا اور اسکو مختار کر دیا تو جائز ہے کیونکہ قاضی کی طرف سے مجبور کرنا ایک
فتوی ہے اور حکم قضا نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ مدعی و مدعا علیہ نہین پایا گیا اور اگر مان لیا جاوے کہ یہ حکم
قضا تھا تو نفس قضا مین اختلاف ہے تو اسکا نافذ کرنا ضرور ہے حتی کہ اگر حجر کے بعد اسکا کوئی تصرف اسی قاضی کے پاس
پیش ہوا جسنے حجر کیا ہے یا دوسرے کے پاس گیا پس اسنے اسکا تصرف باطل ہونے کا حکم دیدیا پھر کسی قاضی کے پاس مرافعہ
کیا گیا تو وہ اسکے بطلان کو پورا کریگا کیونکہ اسکے ساتھ حکم قاضی متعلق ہو چکا اب اسکے بعد وہ نہین ٹوٹ سکتا ہے - ثم عند
ابی حنیفة رح اذا بلغ الغلام غیر رشید لم یسلم الیه ماله حتی یبلغ خمسا وعشرین سنة فان تصرف فیه قبل
ذلک نفذ تصرفه فاذا بلغ خمسا وعشرین سنة یسلم الیه ماله وان لم یؤنس منه الرشد وقالا لا یدفع الیه
ماله ابدا حتی یؤنس رشده ولا یجوز تصرفه فیه - پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر طفل ایسی حالت سے بالغ ہوا
کہ اسکو تصرفات کا ٹھیک ڈھنگ نہین ہے تو اسکو اسکا مال نہین دیا جائیگا یہانتک کہ پچیس سال کا ہو جاوے - پھر اگر اسنے
اس سے پہلے مال مین تصرف کیا تو نافذ ہوگا پھر جب وہ پچیس برس کا ہو گیا تو اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے
ٹھیک ڈھنگ ظاہر نہون اور صاحبین نے فرمایا کہ اسکو اسکا مال کبھی نہین دیا جائیگا جبتک کہ اس سے ٹھیک ڈھنگ
ظاہر نہون اور اس سے پہلے اسکا تصرف اس مال مین جائز نہین ہے - لان علة المنع السفه فیبقی مابقی العلة وصار
کالصبا ولابی حنیفة رح ان منع المال عنه بطریق التادیب ولا یتادب بعد هذا ظاهرا وغالبا
الا تری انه قد یصیر جدا فی هذا السن فلا فائدة للمنع فلزم الدفع ولان المنع باعتبار اثر الصبا وهو
فی اوائل البلوغ وینقطع بتطاول الزمان فلا یبقی المنع ولهذا قال ابو حنیفة رح لو بلغ رشیدا ثم
صار سفیها لا یمنع المال عنه لانه لیس باثر الصبا - صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ممانعت کی علت تو بیوقوفی ہے تو جبتک
علت باقی رہیگی ممانعت بھی باقی رہیگی اور یہ مثل بچپن کے ہو گیا کہ جب تک بچپن باقی رہتا ہے تب تک طفل کو اجازت
نہین ہوتی ہے - اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ مال اس سے روکنا بطریق تادیب ہے اور پچیس برس کے بعد
بظاہر و غالب احوال اسکو ادب نہین آتا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ کبھی مرد اس سن مین دادا ہو جاتا ہے مثلاً بارہ برس مین
اسکے لڑکا پیدا ہوا اور بارہ برس کے بعد اسکے لڑکے کے لڑکا پیدا ہوا تو وہ پچیس برس کی عمر مین دادا ہو گیا تو روکنے
مین کوئی فائدہ نہوا پس لازم آیا کہ اسکو اسکا مال دیدیا جاوے اور اس دلیل سے کہ روکنا باعتبار اثر طفولیت کے تھا
اور وہ ابتدار بلوغ کا زمانہ ہے پھر زمانہ دراز گذرنے سے یہ اثر منقطع ہو جاتا ہے تو ممانعت باقی نہین رہی - اسیواسطے
ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ بالغ ہونے کے وقت اگر وہ نیک ڈھنگ تھا پھر بیوقوف ہو گیا تو اسکو مال سے منع نہ کیا جائیگا
کیونکہ طفولیت کا اثر اب نہین ہے - ثم لا تبتنی التفریع علی قوله وانما التفریع علی قول من یری الحجر فعندهما
لما صح الحجر لا ینفذ بیعه اذا باع توفیرا للفائدة الحجر علیه وان کان فیه مصلحة اجازه الحاکم لان رکن
التصرف قد وجد والتوقف لنظر له وقد نصب الحاکم ناظرا له فیتحری المصلحة فیه کما فی الصبی الذی
یعقل البیع ویقصده ولو باع قبل حجر القاضی جاز عند ابی یوسف رح لانه لا بد من حجر القاضی عنده
لان الحجر دائر بین الضرر والنظر والحجر لنظره فلا بد من فعل القاضی وعند محمد رح لا یجوز لانه یبلغ محجورا
عنده اذ العلة هی السفه بمنزلة الصبا وعلی هذا الخلاف اذا بلغ رشیدا ثم صار سفیها وان اعتق
عبدا نفذ عتقه عندهما وعند الشافعی رح لا ینفذ والاصل عندهما ان کل تصرف لو شرع فیه الهزل لا یؤثر فیه

الحجر وما لا فلا لان السفیہ فی معنی الہازل من حیث ان الہازل یخرج کلامہ لا علی نہج کلام العقلاء لاتباع الہوی ومکابرۃ العقل لا لنقصان فی عقلہ وکذلک السفیہ والعتق مما لا یوثر فیہ الہزل فیقع منہ والاصل عندہ ان الحجر بسبب السفہ بمنزلۃ الحجر بسبب الرق حتی لا ینفذ بعدہ شیٔ من تصرفاتہ الا الطلاق کما للمرقوق والاعتاق لا یصح من الرقیق فکذلک من السفیہ واذا صح عندہما کان علی العبد ان یسعی فی قیمتہ لان الحجر لمعنی النظر وذلک فی رد العتق الا انہ متعذر فیجب ردہ برد القیمۃ کما فی الحجر علی المریض وعن محمد رح انہ لا یجب السعایۃ لانہا لو وجبت انما تجب حقا للمعتقۃ والسعایۃ ما عہد وجوبہا فی الشرع الا لحق غیر المعتق۔ پھر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ رح کے قول پر مسائل حجر کی تفریع نہین ہو سکتی ہے یعنی اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رح حجر کو جائز ہی نہین کہتے ہین پس مسائل کی تفریعات اُسی امام کے قول پر ہے جو حجر کو جائز کہتا ہے پس صاحبین کے نزدیک جب حجر صحیح ہے تو محجور کی بیع نافذ نہوگی جب وہ بعد حجر کے فروخت کرے تاکہ حجر کا فائدہ پورا ہو اور اگر اسمین بہتری ہو تو حاکم اجازت دے سکتا ہے یعنی اگر حاکم اجازت دے تو بیع جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ تصرف کا رکن پایا گیا یعنی ایجاب وقبول پایا گیا ہے اور بیع کا متوقف ہونا اس شخص کی بہتری کی نظر سے تھا اور حاکم اسی بہتری کا دیکھنے والا مقرر کیا گیا ہے تو وہ اسکے حق مین بہتری کو دیکھ لیگا جیسے اُس طفل کے حق مین ہے جو بیع کو سمجھتا اور اُسکا قصد کرتا ہے تو ولی اُسکی بہتری دیکھکر اجازت دیتا ہے اور اگر اُسنے قاضی کے محجور کرنے سے پہلے فروخت کیا تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ امام ابویوسف رح کے نزدیک قاضی کا محجور کرنا ضرور ہے کیونکہ حجر تو ضرر اور بہتری کے نظر کرنے کے درمیان دائر ہے اور حجر کرنا اسکی بہتری کی نظر سے ہے تو قاضی کا فعل بیان ہونا ضرور ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہے کیونکہ امام محمد رح کے نزدیک وہ محجور ہی بالغ ہوا ہے اسواسطے کہ حجر کی علت یعنی سفاہت بمنزلہ طفولیت کے ہے اور اسی طرح اگر وہ بھٹیک ڈھنگ پر بالغ ہوا پھر بیوقوف ہو گیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یعنی ابویوسف کے نزدیک جب تک قاضی حکم نہ دے وہ محجور نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک محجور ہو جائیگا۔ اور اگر اس شخص نے اپنا کوئی غلام آزاد کیا تو صاحبین کے نزدیک اُسکا آزاد کرنا نافذ ہو جائیگا اور شافعی رح کے نزدیک نہین نافذ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اصل یہ قرار پائی ہے کہ ہر تصرف جسمین ہزل وٹھٹول موثر ہوتا ہے اسمین حجر بھی موثر ہوگا اور جو ایسا نہین ہے اسمین حجر بھی موثر نہین ہوگا کیونکہ بیوقوف بھی ہزل کرنے والے کے معنے مین ہے اس راہ سے کہ ہزل کرنے والے کا کلام بھی بوجہ خواہش نفس ومخالفت عقل کے ایسے طور پر منہ سے نکلتا ہے کہ اہل عقل اسطرح نہین بولتے ہین مگر وہ عمدا ہوتا ہے نہ بوجہ نقصان عقل کے اور یہی بیوقوف کا حال ہے یعنی بوجہ بیوقوفی کے اسکا کلام ایسا ہی ہوتا ہے اور عتق ایسی چیز ہے جسمین ٹھٹول موثر نہین ہوتا تو وہ سفیہ کی طرف سے صحیح ہو جائیگا اور امام شافعی رح کی اصل یہ ہے کہ سفاہت کی وجہ سے محجور ہونا ایسا ہی ہے جیسے رقیت کی وجہ سے محجور ہونا حتی کہ بعد محجور ہونے کے اُسکے تصرفات مین سے کچھ نافذ نہوگا سوائے طلاق کے جیسے رقیق کا حکم ہے اور رقیق کی طرف سے آزاد کرنا صحیح نہین ہے تو اسی طرح سفیہ کی طرف سے بھی آزاد کرنا صحیح نہوگا۔ اور جب صاحبین رح کے نزدیک آزاد کرنا صحیح ہوا تو غلام پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اسواسطے کہ محجور کرنا تو ایک بہتری کے معنی سے تھا اور بہتری کی نظر اس امر مین ہے کہ عتق رد کر دیا جائے لیکن عتق کا رد کرنا متعذر ہے تو اسکو اس طور پر رد کیا جاوے کہ اُسکی قیمت واپس کی جاوے جیسے مریض پر حجر کرنے مین ہوتا ہے اور امام محمد سے یہ بھی روایت آئی ہے کہ غلام پر سعایت واجب نہین ہے کیونکہ اگر سعایت واجب ہو تو اپنے آزاد کرنے والے ہی کے حق کی وجہ سے واجب ہوگی حالانکہ شرع مین ہمکو اسکی کوئی نظیر معلوم نہین ہوتی کہ سعایت کسی طرح واجب ہو سوائے اس صورت کے کہ عتق کے سوائے دوسرے حق کی

Marfat.com

وجہ سے واجب ہوتی ہے۔ ولو دبر عبدہ جاز لانہ یوجب حق العتق فیعتبر بحقیقتہ الا انہ لا یجب السعایۃ ما دام المولی حیا لانہ باق علی ملکہ وان مات لم یؤنس منہ الرشد سعی فی قیمتہ مدبرا لانہ عتق بموتہ وھو مدبر فصار کما اذا اعتقہ بعد التدبیر۔ اور اگر سفیہ مذکور نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا تو جائز ہے کیونکہ مدبر کرنے سے عتق کا حق واجب ہوتا ہے تو حقیقی عتق پر اسکا اعتبار کیا جائیگا لیکن اس صورت میں جب تک مولے زندہ ہے غلام پر سعایت واجب نہ ہوگی کیونکہ وہ اسکی ملکیت پر ابھی تک باقی ہے اور جب وہ مر گیا حالانکہ اسوقت تک اس سے ٹھیک طور پر کام کرنے کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تو غلام مذکور اپنی ایسی قیمت کی سعایت کریگا جو مدبر ہونے کے حساب سے ہو اسواسطے کہ وہ مولے کے مرنے پر آزاد ہو گیا درحالیکہ مدبر تھا تو ایسا ہو گیا جیسے اسنے مدبر کرنے کے بعد اسکو آزاد کیا۔ ولو جارت جاریتہ بولد فادعاہ یثبت نسبہ منہ وکان الولد حرا والجاریۃ ام ولد لہ لانہ محتاج الی ذلک لابقاء نسلہ فالحق بالصلح فی حقہ۔ اور اگر سفیہ محجور کی باندی کے بچہ پیدا ہوا پس محجور نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ بچہ آزاد ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہوگی کیونکہ وہ اپنی نسل باقی رکھنے کے واسطے اسکا محتاج ہے تو حق نسل میں سفیہ کا تصرف بمنزلہ مصلح کے قرار دیا گیا۔ وان لم یکن معہا ولد وقال ھذہ ام ولدی کانت بمنزلۃ ام الولد لا یقدر علی بیعہا وان مات سعت فی جمیع قیمتہا لانہ کالاقرار بالحریۃ اذ لیس لہا شہادۃ الولد بخلاف الفصل الاول لان الولد شاھد لہا ونظیرہ المریض اذا ادعی ولد جاریتہ فھو علی ھذا التفصیل۔ اور اگر اس باندی کے ساتھ کوئی بچہ نہو اور محجور نے کہا کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ بمنزلہ اسکی ام ولد کے ہو جائیگی کہ وہ اسکو فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر مر گیا تو یہ باندی اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگی اسواسطے کہ ام ولد کہنا بمنزلہ اقرار آزادی کے ہے کیونکہ اس باندی کے واسطے ام ولد ہونے کا گواہ اسکا بچہ موجود نہیں ہے بخلاف صورت اول کے کہ اسمیں بچہ خود گواہ موجود ہے اور اسکی نظیر وہ مریض ہے جو بیماری میں مر گیا چنانچہ اگر اسنے اپنی باندی کے بچہ کا دعوی کیا تو اسمیں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے۔ قال وان تزوج امرأۃ جاز نکاحہا لانہ لا یؤثر فیہ الہزل ولانہ من حوائجہ الاصلیۃ۔ اور اگر محجور نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اسکا نکاح جائز ہے کیونکہ نکاح میں ہزل اثر نہیں ہوتا ہے یعنی جب ہزل موثر نہیں تو محجر بھی نہوگا اور اس دلیل سے کہ نکاح اسکی اصلی ضرورتوں میں سے ہے وان سمی لہا مہرا جاز منہ مقدار مہر مثلہا لانہ من ضرورات النکاح وبطل الفضل لانہ لا ضرورۃ فیہ وھو التزام بالتسمیۃ ولا نظر لہ فیہ فلم تصح الزیادۃ فصار کالمریض مرض الموت۔ اور اگر محجور نے اس عورت کے واسطے کچھ مہر مقرر کیا ہو تو اسمیں سے بقدر اس عورت کے مہر المثل کے ثابت ہوگا کیونکہ اسقدر ضروریات نکاح میں سے ہے اور مہر المثل سے جسقدر زیادہ ہو وہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے اور محجور نے بیان کر کے اسکو اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے حالانکہ اسمیں اسکی بہتری نہیں ہے تو زیادتی صحیح نہوگی تو محجور ایسا ہو گیا جیسے مریض مرض الموت ہوتا ہے۔ ولو طلقہا قبل الدخول بہا وجب لہا النصف فی مالہ لان التسمیۃ صحیحۃ الی مقدار مہر المثل۔ اور اگر دخول سے پہلے اسکو طلاق دیدی تو محجور کے مال سے نصف مہر المثل واجب ہوگا اسواسطے کہ جو مہر بیان کیا گیا تھا وہ مہر المثل تک صحیح تھا۔ وکذا اذا تزوج باربع نسوۃ او کل یوم واحدۃ لما بینا۔ اور اسی طرح اگر محجور نے چار عورتوں سے نکاح کیا یا اسنے ہر روز ایک عورت سے نکاح کیا یعنی مہر پر عورت سے نکاح کیا پھر اسکو طلاق دیدی پھر دوسری سے نکاح کیا اسی طرح کئی بار کیا تو بھی جائز ہے اور مہر المثل تک بیان مہر صحیح ہوگا اور زیادتی باطل ہوگی کیونکہ نکاح اسکی ضروریات میں سے ہے۔ قال ویخرج الزکوۃ من مال السفیہ لانہا واجبۃ علیہ اذ

Marfat.com

سفیہ مجبور کے مال سے زکوٰۃ نکالی جائیگی کیونکہ زکوٰۃ اسپر واجب ہوئی ہے۔ وینفق علی اولادہ وزوجتہ ومن تجب
النفقۃ علیہ من ذوی ارحامہ لان احیاء ولدہ وزوجتہ من حوائجہ والانفاق علی ذی الرحم واجب
علیہ حقا لقرابتہ والسفہ لا یبطل حقوق الناس الا ان القاضی یدفع قدر الزکوٰۃ الیہ لیصرفہا الی مصرفہا
لانہ لا بد من نیتہ لکونہا عبادۃ لکن یبعث امینا معہ کیلا یصرفہ فی غیر وجہہ وفی النفقۃ یدفع الی امینہ
لیصرفہا لانہا لیست بعبادۃ فلا یحتاج الی نیتہ وہذا بخلاف ما اذا حلف او نظر او ظاہر حیث لا یلزمہ
المال بل یکفر یمینہ وظہارہ بالصوم لانہ مما یجب بفعلہ فلو فتحنا ہذا الباب یبذر اموالہ بہذا الطریق ولا
کذلک ما یجب ابتداء بغیر فعلہ۔ پھر جو زکوٰۃ اس مجبور کے مال سے نکالی گئی وہ اسکی اولاد وزوجہ پر اور اسکی ذوی
الارحام مین سے ہر ایسے شخص پر جسکا نفقہ مجبور پر واجب ہے خرچ کی جاوے کیونکہ اسکی اولاد وزوجہ کا زندہ رکھنا اسکی
ضروریات مین سے ہے اور ذوی رحم کو نفقہ دینا بوجہ حق قرابت کے اسپر واجب ہے اور سفیہ کے بیوقوف ہونے سے لوگون
کے حقوق باطل نہین ہوتے ہین لیکن خرچ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی بقدر زکوٰۃ کے لیکر اس مجبور کو دیدیگا تاکہ وہ زکوٰۃ
کے مصارف مین صرف کرے کیونکہ مجبور کی نیت ضرور ہے اسلیے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے لیکن قاضی اسکے ساتھ اپنا ایک
امین بھیجدیگا تاکہ وہ بے راہ صرف نہ کرڈالے اور نفقہ کی صورت مین قاضی اپنے امین کو دیدے تاکہ وہ صرف کرے
کیونکہ نفقہ عبادت مفروضہ نہین ہے تو اسکی نیت کی ضرورت نہین ہے پھر یہ سب تو واجبات زکوٰۃ ونفقات مین ہے
بخلاف اسکے اگر سفیہ مذکور نے قسم کھاکر توڑی یا نذر کی یا اپنی زوجہ سے ظہار کیا تو اسپر مال لازم نہین ہوگا بلکہ قسم وظہار
کا کفارہ روزہ سے ادا کرے کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو اسکے فعل سے واجب ہوئی ہے پس اگر ہم مال سے ادا کرنے کا حکم دیدین
کمول دین تو وہ اسی طریق سے اپنا مال فضول خرچ کریگا کیونکہ یہ اسکے فعل اختیار مین ہے بخلاف اسکے جو بدون اسکے
فعل کے ابتداء سے واجب ہوا ہے کہ وہ اسکے اختیار مین نہین ہے تو مال سے ادا کیا جائیگا۔ **قال فان**
اراد حجۃ الاسلام لم یمنع منہا لانہا واجبۃ علیہ بایجاب اللہ تعالی من غیر صنعہ ولا یسلم القاضی النفقۃ
الیہ ویسلمہا الی ثقۃ من الحاج ینفقہا علیہ فی طریق الحج کیلا یتلفہا فی غیر ہذا الوجہ۔ اگر مجبور نے حج فرض
کا قصد کیا تو منع نہ کیا جائیگا کیونکہ یہ بدون اسکے فعل کے اللہ تعالی کے واجب کرنے سے واجب ہوا ہے ولیکن قاضی
خرچہ حج اسکو سپرد نہ کریگا بلکہ حاجیون مین سے کسی معتمد آدمی کے سپرد کریگا کہ وہ حج کے راستہ مین اسپر خرچ کرتا جاوے
تاکہ سفیہ مذکور اس خرچہ کو بے راہ نہ خرچ کرڈالے۔ ولو اراد عمرۃ واحدۃ لم یمنع منہا استحسانا لاختلاف العلماء
فی وجوبہا بخلاف ما اذا علی مرۃ واحدۃ من الحج۔ اور اگر اسنے ایک عمرہ کا قصد کیا تو اس سے استحساناً منع نہ کیا
جائیگا کیونکہ علماء اسلام مین عمرہ واجب ہونے مین اختلاف ہے یعنی ایک جماعت کے نزدیک عمرہ بھی واجب ہے پھر یہ ایک
بار کے واسطے ہے بخلاف اسکے جو ایک بار سے زیادہ حج ہو تو اس سے منع کیا جائیگا۔ ولا یمنع من القران لانہ لا یمنع
من افراد السفر لکل واحد منہما فلا یمنع من الجمع بینہما۔ اور قران کے طور پر حج ادا کرنے سے منع نہ کیا جائیگا اور
قران یہ ہے کہ حج وعمرہ کو ایک احرام سے ادا کرے اسواسطے کہ جب اسکو حج وعمرہ مین سے ہر ایک کے لیے تنہا سفر کرنے
کو منع نہین کیا گیا تو دونون مین جمع کرنے سے بدرجہ اولی نہین منع کیا جائیگا۔ ولا یمنع من ان یسوق بدنۃ تجزیٔ
عن موضع الخلاف او عند عبد اللہ بن عمر رض لا یجزیہ غیر ما ہی جزور او بقرۃ۔ اور وہ بدنہ ساتھ لیجانے سے
منع نہ کیا جائیگا یعنی اونٹ یا گائے جو قربانی کیا جاتا ہے اسکو ساتھ لیجانے سے منع نہ کیا جائیگا تاکہ اختلاف سے بچاؤ ہو
جاوے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بدون اسکے جائز نہین ہے اور بدنہ اونٹ یا گائے کو کہتے ہین

Marfat.com

فان مرض واوصی بوصایا فی القرب والابواب الخیر جاز ذلک فی ثلثہ لان نظرہ فیہ اذ ہی حالۃ انقطاعہ عن اموالہ والوصیۃ تخلف ثناء او ثوابا وقد ذکرنا من التفریعات اکثر من ہذا فی کفایۃ المنتہی۔
اور اگر مجور مذکور بیمار ہوا اور اُسنے چند وصیتین کین جو ابواب قرب والوع خیرات سے متعلق ہین تو یہ اُسکی تہائی مال سے جائز ہی کیونکہ اسی مین اُسکے حق مین بھلائی ہی اسلیے کہ اب اُسکا یہ وقت ہی کہ اپنے مال سے منقطع ہو اور وصیت کے پیچھے تعریف ہوتی ہی یا ثواب ہوتا ہی یعنی اگر تونگر کے واسطے وصیت ہو تو نیک یادگار رہوتی ہی اور اگر فقیر کے واسطے وصیت ہو تو ثواب ہوتا ہی اور ہمنے کفایۃ المنتہی مین اس سے زیادہ تفریعات بیان کی ہین۔ قال ولا یحجر علی الفاسق اذا کان مصلحا لمالہ عندنا والفسق الاصلی والطاری سواء وقال الشافعی رح یحجر علیہ زجرا لہ وعقوبۃ علیہ کما فی السفیہ ولہذا لم یجعل اہلا للولایۃ والشہادۃ عندہ ولنا قولہ تعالی فان انستم منہم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم الآیۃ وقد اونس نوع رشد فیتناولہ النکرۃ المطلقۃ ولان الفاسق من اہل الولایۃ عندنا لاسلامہ فیکون والیا للتصرف وقد قررناہ فیما تقدم ویحجر القاضی عندہما ایضا وہو قول الشافعی رح بسبب الغفلۃ وہو ان یغبن فی التجارات ولا یصبر عنہا لسلامۃ قلبہ لما فی الحجر من النظر لہ۔ اور فاسق پر حجر نہین کیا جائیگا جبکہ مصلح ہو اور یہ ہمارے نزدیک ہی اور فسق اصلی وطاری ہمارے نزدیک برابر ہین یعنے خواہ فاسق ہی بالغ ہوا ہو یا بعد اسکے فاسق ہوگیا ہو اور شافعی رح نے فرمایا کہ اسکی زجر وسزا کے طور پر اسکو مجور کیا جاوے جیسے سفیہ کو مجور کیا جاتا ہی اور اسیواسطے امام شافعی رح کے نزدیک فاسق کو ولایت انکاح وگواہی کی لیاقت نہین ہی۔ اور ہماری دلیل قولہ تعالی فان انستم منہم رشدا الآیۃ یعنے اگر تم انسے کوئی نیک چلنی دیکھو تو انکو انکا مال دیدو۔ یہان حال یہ کہ ایک قسم کی نیک چلنی دیکھی گئی یعنے دین مین اگرچہ فاسق ہی مگر اپنے مال مین نیک چلن ہی تو نکرہ مطلقہ اسکو شامل ہی یعنے آیت مین (کوئی نیک چلنی) فرمایا تو جب ہمنے ایک قسم کی نیک چلنی یعنے مال مین درستی دیکھ لی تو حکم لازم آیا کہ انکو انکا مال دیدیا جاوے اور ہمارے نزدیک فاسق کو بھی ولایت حاصل ہی کیونکہ وہ مسلمان ہی پس اسکو تصرف کی لیاقت حاصل ہی پھر صاحبین وشافعی رح کے نزدیک بسبب غفلت کے بھی حجر کرنا جائز ہی اور غفلت یہ ہی کہ تجارات مین خسارہ اٹھاوے اور بغیر خرید فروخت کے بھی رہ نہین سکتا کیونکہ دل سے بھولا ہی یعنے اپنے بھولے پن کی وجہ سے یہ بھی نہین کریگا کہ خرید فروخت نہ کرے پس مجور کردیا جاوے کیونکہ مجور کرنے مین اسکے حق مین بہتری ہی ف اسمین اعتراض کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ پر حجر نہین کیا بلکہ فرمایا کہ تو یون کہا کر کہ اس بیع مین دھوکا نہین اور میرے لیے تین روز تک اختیار ہی جواب دیا گیا کہ انمین غفلت نہین بلکہ ثقل باقی تھا یا انکو مطلق بیع سے بدون خیار کے مجور کردیا ع۔

فصل فی حد البلوغ

یہ فصل حد بلوغ کے بیان مین ہی

قال بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال اذا وطئ فان لم یوجد ذلک فحتی یتم لہ ثمانی عشرۃ سنۃ عند ابی حنیفۃ رح وبلوغ الجاریۃ بالحیض والاحتلام والحبل فان لم یوجد ذلک فحتی یتم لہا سبع عشرۃ سنۃ وہذا عند ابی حنیفۃ رح وقالا رہ اذا تم للغلام والجاریۃ خمس عشرۃ سنۃ فقد بلغا وہو روایۃ عن ابی حنیفۃ رح وہو قول الشافعی رح وعنہ فی الغلام تسع عشرۃ سنۃ۔ لڑکا بالغ اسوقت ہوتا ہی کہ احتلام ہو یا وطی کرکے عورت کو حاملہ کرے یا انزال ہو پس اگر انمین سے کوئی بات نہ پائی جاوے

Marfat.com

تو بالغ ہونگا یہانتک کہ اٹھارہ برس پورے ہو جائین یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور لڑکی اسوقت بالغ ہوتی ہے کہ اسکو حیض آوے یا احتلام ہو یا حمل رہجاوے اور یہ بھی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ لڑکا و لڑکی دونون جب پندرہ برس پورے ہو جاوین تب دونون بالغ ہو جاتے ہین اور یہ امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی امام شافعی رح کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت یہ ہے کہ جب اُنیس برس ہو جاوین تب لڑکا بالغ ہوتا ہے۔ وقیل المراد ان یطعن فی التاسع عشرۃ سنۃ ویتم لہ ثمانیۃ عشرۃ سنۃ فلا اختلاف وقیل فیہ اختلاف الروایۃ لانہ ذکر فی بعض النسخ حتی یستکمل تسع عشرۃ سنۃ اما العلامۃ فلان البلوغ بالانزال حقیقۃ والحبل والاحبال لایکون الا مع الانزال وکذا الحیض فی اوان الحبل فیجعل کل ذلک علامۃ البلوغ وادنی المدۃ لذلک فی حق الغلام اثنتا عشرۃ سنۃ وفی حق الجاریۃ تسع سنین واما السن فلہم العادۃ الفاشیۃ فی ان البلوغ لایتاخر فیہا عن ہذہ المدۃ ولہ قولہ تعالی حتی یبلغ اشدہ واشد الصبی ثمانی عشرۃ سنۃ ہکذا قالہ ابن عباس رض وتابعہ التبی وہذا اقل ما قیل فیہ فبنی الحکم علیہ للتیقن بہ غیر ان الاناث تشورہن وادراکہن اسرع فنقصنا فی حقہن سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ التی یوافق واحد منہا المزاج لامحالۃ۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اُنیسوان سال شروع ہو اور اٹھارہ برس پورے ہو جاوین تو دونون روایتون مین کچھ اختلاف نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہین بلکہ اختلاف روایت ہے کیونکہ مبسوط کے بعض نسخون مین یون مذکور ہے کہ اٹھارہ برس پورے ہو جاوین رہا علامت سے بلوغ کا ثبوت تو اسکی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت بالغ ہونا بانزال ہوتا ہے اور حاملہ کرنا یا حمل ہونا بدون انزال نہین ہو سکتا ہے اسی طرح حیض بھی زمانہ حمل مین علامت بلوغ ہے پس انمین سے ہر ایک بلوغ کی علامت قرار دیدی گئی اور بلوغ کی ادنی مدت طفل کے حق مین بارہ برس ہین اور دختر کے حق مین نو برس ہین اور رہا سن تو ابو یوسف و محمد رح و شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ بہت ظاہر عادت یہ ہے کہ لڑکا و لڑکی مین بلوغ پندرہ برس کی مدت سے متاخر نہین ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا حتی یبلغ اشدہ اور طفل کا اشد اٹھارہ برس مین ہوتا ہے اور یہ ابن عباس کا قول ہے اور تبی نے انہین کی تبعیت کی ہے اور اشد کے معنے مین جو مقدارین بیان کی گئی ہین سب سے کم یہ مقدار ہے جو ابن عباس رض کا قول ہے تو تیقن کی وجہ سے اسی پر حکم مبنی ہوگا صرف اتنا فرق ہے کہ عورتون کا بڑھنا اور بالغ ہونا بہت جلد ہوتا ہے تو انکے حق مین ہمنے ایک سال کم کر دیا کیونکہ سال کے اندر چارون فصلین موجود ہین جنمین سے کوئی لامحالہ مزاج کے موافق ہوتی ہے۔ قال واذا راہق الغلام او الجاریۃ الحلم واشکل امرہ فی البلوغ فقال قد بلغت فالقول قولہ واحکامہ احکام البالغین لانہ معنی لایعرف الا من جہتہما ظاہرا فاذا اخبرا بہ ولم یکذبہما الظاہر قبل قولہما فیہ کما یقبل قول المرأۃ فی الحیض۔ اگر لڑکا یا لڑکی بلوغ سے قریب پہنچے اور بلوغ مین انکی حالت مشتبہ ہو گئی پس اُسنے کہا کہ مین بالغ ہون تو اسیکا قول قبول ہوگا اور اسپر بالغین کے احکام ثابت ہونگے کیونکہ بلوغ ایک ایسی بات ہے جو سوائے ان دونون کے اور کسی طور پر ظاہر معلوم نہین ہوتی تو جب ان دونون نے بلوغ کی خبر دی اور ظاہر مین کوئی ایسی چیز نہین جو انکو جھٹلا دے تو اس بارہ مین ان دونون کا قول قبول ہوگا جیسے عورت نے حیض آنے کی خبر دی تو اُسکا قول قبول ہوتا ہے ف — یعنے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو امر صرف عورت ہی کی طرف سے معلوم ہوتا ہے اسمین عورت کا اظہار بحکم قولہ تعالی ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن الآیۃ کے قبول ہوگا اسی طرح طفل قریب بلوغ کا قول ہے ۱۲ ہسم۔

باب الحجر بسبب الدین

یہ باب قرضہ کی وجہ سے مجبور کرنے کے بیان مین ہے

قال ابو حنیفۃ رح لا احجر فی الدین واذا وجبت دیون علی رجل وطلب غرماؤہ حبسہ والحجر علیہ لم احجر علیہ لان فی الحجر ابداء البلیۃ فلا یجوز لدفع ضرر خاص۔ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مین قرضہ کے بارہ مین مجبور نہین کرونگا اور جب کسی شخص پر بہت سے قرضہ چڑھ جاوین اور اسکے قرضخواہون نے درخواست کی کہ اسکو محبوس کیا جاوے اور حجر کیا جاوے تو مین اسپر حجر نہین کرونگا کیونکہ حجر کرنے مین اسکی اہلیت مٹانا لازم آتا ہے تو ایک خاص ضرر دفع کرنے کے واسطے ایسا نہین کیا جائیگا ف اور صاحبین وائمہ ثلثہ کے نزدیک مجبور کردیا جائیگا۔ فان کان لہ مال لم یتصرف فیہ الحاکم لانہ نوع حجر ولانہ تجارۃ لا عن تراض فیکون باطلا بالنص۔ پھر اگر اسکا کچھ مال ہو تو اسمین حاکم کچھ تصرف نہین کریگا کیونکہ یہ ایک قسم کا حجر ہے اور اسوجہ سے کہ یہ تجارت بغیر رضامندی ہے تو بحکم نص باطل ہے ف یعنی اللہ تعالی نے فرمایا کہ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم یعنی تم لوگ اپنے درمیان اپنے مالون کو باطل طریقہ کے ساتھ مت کھاؤ مگر آنکہ تمہاری رضامندی سے تجارت ہو تو معلوم ہوا کہ بغیر رضامندی کے جو خرید فروخت ہو وہ باطل ہے پس جب قاضی نے قرضدار پر بغیر اسکی رضامندی کے اسکا مال فروخت کیا تو بحکم نص باطل ہے۔ ولکن یحبسہ ابدا حتی یبیعہ فی دینہ ایفاء الحق الغرماء ودفعا لظلمتہ ولیکن قاضی اس قرضدار کو برابر قید رکھیگا یہانتک کہ وہ خود اپنے قرضہ مین فروخت کرے تاکہ قرضخواہون کا حق ادا کرے اور قرضدار کا ظلم دور ہو۔ وقالا اذا طلب غرماء المفلس الحجر علیہ حجر القاضی علیہ ومنعہ من البیع والتصرف والاقرار حتی لا یضر بالغرماء لان الحجر علی السفیہ انما جوزناہ نظرا لہ وفی ہذا الحجر نظر للغرماء لانہ عساہ یلجئ مالہ فیفوت حقہم ومعنی قولہما منعہ من البیع ان یکون باقل من ثمن المثل اما البیع بثمن المثل لا یبطل حق الغرماء والمنع لحقہم فلا یمنع منہ۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ جب مفلس کے قرضخواہون نے درخواست کی کہ اسپر حجر کردیا جاوے تو قاضی اسکو مجبور کردیگا اور اسکو فروخت اور ہر طرح کے تصرف واقرارات سے منع کردیگا تاکہ قرضخواہون کو ضرر نہ پہونچے کیونکہ سفیہ بیوقوف پر حجر ہمنے اسیواسطے جائز رکھا کہ اسکے حق مین بہتری ہو اور مفلس پر حجر کرنے مین بھی قرضخواہون کی بہتری ہے کیونکہ مفلس مذکور شاید اپنے مال کو تلجیہ کے طور پر کسی بڑے آدمی کے ہاتھ فروخت کردے یعنی اسکے قبضہ سے نکالنا ممکن نہین ہے تو قرضخواہون کا حق مٹ جائیگا اور یہ جو صاحبین رح نے فرمایا کہ اسکو بیع سے منع کردیگا اسکے یہ معنی ہین کہ ثمن مثل سے کم کے عوض فروخت کرنے سے منع کردیگا اور رہا ثمن المثل کے عوض بیچنے سے قرضخواہون کا حق نہین مٹتا ہے حالانکہ منع کرنا قرضخواہون ہی کے حق کی وجہ سے تھا پس وہ اس سے منع نہین کیا جائیگا۔ قال وباع مالہ ان امتنع المفلس من بیعہ وقسمہ بین غرمائہ بالحصص عندہما لان البیع مستحق علیہ لایفاء دینہ حتی یحبس لاجلہ فاذا امتنع ناب القاضی منابہ کما فی الحبس والعتقۃ قلنا التلجیۃ موہومۃ والحق قضاء الدین والبیع لیس بطریق متعین لذلک بخلاف الحبس والعتقۃ والحبس لقضاء الدین بما یختارہ من الطریق کیف وان صح البیع کان الحبس اضرارا بہما بتاخیر حق الدائن وتعذیب المدیون فلا یکون مشروعا۔ پھر صاحبین رح کے نزدیک اگر مفلس نے اپنا مال بیچنے سے انکار کیا تو قاضی اسکو فروخت کرکے اسکا ثمن اسکے قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم کردے کیونکہ مدیون پر ادا ے

قرض کے واسطے بیع کرنا واجب ہو حتی کہ وہ اسکی وجہ سے قید خانہ مین ڈالا جاتا ہی پھر جب اُسنے اس امر سے انکار کیا تو قاضی اُسکا قائم مقام ہوگیا جیسے مجبوب وعنین کی صورت مین ہوتا ہی یعنی جب مجبوب وعنین کو اپنی زوجہ کو جدا کرنا واجب ہوا اور اُسنے جدا کرنے سے انکار کیا تو قاضی قائم مقام ہو کر طلاق دیدیتا ہی - ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ امر سو ہم ہی کہ مدیون اپنے مال کو بطور تلجیہ فروخت کردے اور لازم اُسپر یہ ہی کہ اپنا قرضہ ادا کرے اور اسکے ادا کرنے کا خالی یہی طریقہ متعین نہین ہی کہ اُسکا مال فروخت کیا جاوے یعنی اُسکو قید کرکے اُسی کے ذریعہ سے فروخت کرانا ممکن ہی برخلاف مجبوب وعنین کے کہ اُنمین سوائے قاضی کے نائب ہونے کے کوئی طریقہ نہین ہی اور رہا قرضہ کی وجہ سے قید کیا جانا مسلم ہی لیکن اسواسطے اُسکو قید کیا جاتا ہی کہ ادائے قرض کا جو طریقہ چاہے اختیار کرے اور زبردستی فروخت کرنا کیونکر جائز ہوگا کیونکہ اگر فروخت کرنا ہی جائز ہو تو پھر مدیون کو قید کرنا دائن ومدیون دونون کے واسطے مضر ہوگا کیونکہ دائن کے ادائے حق مین تاخیر ہوتی جاتی ہی اور مدیون کو بیفائدہ تکلیف ہوتی ہی تو یہ مشروع نہوا حالانکہ مدیون کو محبوس کرنا مشروع ہی اور صاحبین رح کی طرف سے یہ جواب ہوسکتا ہی کہ قاضی اُسکا نائب اُسوقت ہوجاتا ہی کہ جب اُسکا انکار ظاہر ہوا اور یہ بعد حبس کے متعین ہوگا واللہ تعالی اعلم - قال وان کان دینہ دراہم ولہ دراہم قضی القاضی بغیر امرہ وہذا بالاجماع لان للدائن حق الاخذ من غیر رضاہ فللقاضی ان یعینہ - اور اگر مدیون پر درم قرض ہون اور اُسکا مال بھی درہم ہو تو قاضی بغیر اُسکی اجازت کے ادا کردیگا اور یہ حکم بالاجماع ہی یعنی امام رح وصاحبین کا اتفاق ہی اسواسطے کہ قرضخواہ کو بدون رضامندی مدیون کے اسکے لینے کا حق ہوتا ہی تو قاضی کو مددگار ہونا جائز ہی ف یعنی شرع مین اگر قرضخواہ اپنے قرضدار کے اُسی جنس کے مال پر قابو پاوے جس جنس کا قرضہ ہی تو بقدر قرضہ کے لیسکتا ہی تو اُسکو صورت مذکورہ مین لینے کا حق پہلے سے حاصل ہی پس قاضی صرف مددگار ہوجائیگا جیسے غائب کا ایسا مال موجود ہو جو اُسکے اہل وعیال کے نفقہ کی جنس سے ہی جنکا نفقہ اُسپر واجب ہی تو قاضی اعانت کرکے اس مال سے اُنکا نفقہ دلوادیگا ایسا ہی بیان ہی - وان کان دینہ دراہم ولہ دنانیر اوعلی ضد ذلک باعہا القاضی فی دینہ وہذا عند ابی حنیفۃ رح استحسان والقیاس ان لا یبیعہ کما فی العروض ولہذا لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ جبرا وجہ الاستحسان انہما متحدان فی الثمنیۃ والمالیۃ مختلفان فی الصورۃ فبالنظر الی الاتحاد ثبت للقاضی ولایۃ التصرف وبالنظر الی الاختلاف یسلب علی الدائن ولایۃ الاخذ عملا بالشبہین بخلاف العروض لان الغرض یتعلق بصورہا واعیانہا اما النقود فوسائل فافترقا - اور اگر اُسپر درم قرضہ ہون اور اُسکا مال دینار ہون یا اسکے برعکس ہو یعنی قرضہ دینار ہون اور اُسکا مال درم ہون تو اُسکے اس نقد کو قاضی فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کریگا اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک استحسان ہی اور قیاس یہ چاہتا تھا کہ قاضی اُسکو فروخت نہ کرسکے جیسے اسباب مین ہوتا ہی اور اسی وجہ سے قرضخواہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ جبراً اس نقد کو لے لے اور استحسان کی وجہ یہ ہی کہ درم ودینار دونون ثمن ہونے اور مالیت مین متحد ہین اور صورت مین مختلف ہین پس بنظر متحد ہونے کے قاضی کو ولایت تصرف حاصل ہی اور بنظر اختلاف صورت کے قرضخواہ کو بلا رضامندی لینے کا اختیار نہین ہی تاکہ دونون مشابہتون پر عمل ہوجاوے بخلاف اسباب کے کیونکہ اسباب کی صورت ذات دونون سے غرض متعلق ہوتی ہی اور نقود درم ودینار تو صرف اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ ہین پس نقود واسباب مین فرق ظاہر ہوگیا ویباع فی الدین النقود ثم العروض ثم العقار بیدہ بالاسہل فالاسہل لما فیہ من المسارعۃ الی قضاء الدین مع مراعاۃ جانب المدیون - اور مدیون کے قرضہ مین پہلے نقود فروخت کیے جائین جبکہ مثلاً قرضہ درم

اور مدیون کا مال نقد درم ہون یا برعکس ہو پھر اسباب فروخت کیا جاوے پھر عقار یعنی زمین و مکان وغیرہ غیر منقول فروخت کیا جاوے بالجملہ جو سب سے آسان ہو اُس سے شروع کیا جاوے پھر درجہ بدرجہ آسان فروخت کیا جاوے کیونکہ اسمین ادائے قرضہ مین جلدی ہے اور اسکے ساتھ مدیون کی جانب بھی رعایت ہے۔ و یترک علیہ دست من ثیاب بدنہ ویباع الباقی لان بہ کفایۃ وقیل دستان لانہ اذا غسل ثیابہ لابد لہ من ملبس۔ اور مدیون کے کپڑون مین سے ایک دستہ چھوڑ دیا جاوے اور باقی فروخت کر دیے جائین یعنی ایک جوڑے کے سوائے فروخت کر دیے جائین۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ دو جوڑے چھوڑے جاوین کیونکہ جب اُسنے اپنے کپڑے دھوئے تو ضرور اُسکے واسطے پہننے کو چاہیے ہے۔ قال فان اقر فی حال الحجر باقرار لزمہ ذلک بعد قضاء الدیون لانہ تعلق بہذا المال حق الاولین فلا یتمکن من ابطال حقہم بالاقرار بغیرہم بخلاف الاستہلاک لانہ مشاہد لامرد لہ ولو استفاد مالا آخر بعد الحجر نفذ اقرارہ فیہ لان حقہم لم یتعلق بہ لعدمہ وقت الحجر۔ پھر اگر مدیون مذکور نے حالت حجر مین کوئی اقرار کیا تو بعد ادائے دیون کے یہ اقرار اسپر لازم ہوگا یعنی بالفعل یہ اقرار لازم نہوگا اسواسطے کہ مال موجود کے ساتھ پہلے قرضخواہون کا حق متعلق ہو چکا تو وہ غیر کے واسطے اقرار کرنے سے اُنکے حق مٹانے کا اختیار نہین رکھتا ہے بخلاف اسکے حالت حجر مین اگر کسیکا مال تلف کر دیا تو یہ بالفعل لازم ہوگا یعنی جسکا مال تلف کر دیا وہ قرضخواہون کے ساتھ شریک ہو جائیگا کیونکہ تلف کرنا تو آنکھون سے مشاہدہ ہے کہ اُسکا کچھ دفعیہ نہین ہو سکتا۔ اور اگر اُسنے بعد حجر کے کچھ مال حاصل کیا تو اس مال مین اُسکا اقرار مذکور نافذ ہو جائیگا کیونکہ اس مال سے قرضخواہون کا حق متعلق نہین ہوا کیونکہ حجر کے وقت یہ موجود نہ تھا۔ قال وینفق علی المفلس من مالہ وعلی زوجتہ وولدہ الصغار وذوی ارحامہ ممن یجب نفقتہ علیہ لان حاجتہ الاصلیۃ مقدمۃ علی حق الغرماء ولانہ حق ثابت لغیرہ فلا یبطلہ الحجر ولہذا لو تزوج امرأۃ کانت فی مقدار مہر مثلہا اسوۃ للغرماء۔ پھر مفلس مجبور کے مال مین سے اُسکی زوجہ اور صغیر اولاد کو نفقہ دیا جاوے اور اُسکی ذوی الارحام مین سے اُن لوگون کو نفقہ دیا جاوے جنکا نفقہ اُسپر واجب ہے کیونکہ قرضخواہون کے حق پر اُسکی اصلی حاجت مقدم ہے اور اسلیے کہ حق نفقہ تو دوسرون کے واسطے ثابت ہے پس حجر اُسکو باطل نہین کر سکتا ہے لہذا اگر اُسنے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ اپنی مہر مثل تک قرضخواہون کی یکسان شریک ہوگی۔ قال فان لم یعرف للمفلس مال وطلب غرماؤہ حبسہ وہو یقول لا مال لی حبسہ الحاکم فی کل دین التزمہ بعقد کالمہر والکفالۃ وقد ذکرنا ہذا الفصل بوجوہہ فی کتاب ادب القاضی من ہذا الکتاب فلا نعیدہا علی ان قال وکذلک ان اقام البینۃ انہ لا مال لہ یعنی خلی سبیلہ لوجوب النظرۃ الی المیسرۃ ولو مرض فی الحبس بقی فیہ ان کان لہ خادم یقوم معالجتہ وان لم یکن اخرجہ تحرزا عن ہلاکہ والمحترف فیہ لا یمکن من الاشتغال بعملہ ہو الصحیح لیضجر قلبہ فینبعث علی قضاء دینہ بخلاف ما اذا کانت لہ جاریۃ وفیہ موضع یمکنہ فیہ وطیہا لا یمنع عنہ لانہ قضاء حدی الشہوتین فیعتبر بقضاء الاخری۔ پھر اگر مفلس کا کچھ مال ظاہر نہو اور قرضخواہون نے درخواست کی کہ یہ محبوس کیا جاوے حالانکہ وہ کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ مال نہین ہے تو حاکم اُسکو ہر ایسے قرضہ کے واسطے محبوس کریگا جسکا اُسنے بذریعہ عقد کے اپنے اوپر التزام کیا ہو جیسے مہر و کفالت وغیرہ اور ہمنے اس صورت کو مع اُسکے وجوہ کے کتاب ادب القاضی مین ذکر کیا ہے تو ہم اُسکو اعادہ نہ کرینگے اس قول تک کہ اسی طرح اگر اُسنے گواہ قائم کیے کہ اُسکے پاس کچھ مال نہین ہے یعنی اُسکی راہ چھوڑ دیگئی کیونکہ آسانی کے وقت تک انتظار کرنا واجب ہے ف یعنی بدلیل قولہ تعالی وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ پھر قید

Marfat.com

سے پہلے اگر گواہ قائم کیے تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل کے نزدیک قبول ہونگے اور شیخ سرخسی و ائمہ مشائخ کے نزدیک نہین قبول ہونگے جب تک قید نہ کیا جاے اور یہی اصح ہی ع۔ اور اگر مدیون مذکور قید خانہ مین بیمار ہوگیا تو وہین چھوڑ دیا جائیگا بشرطیکہ اسکا کوئی خادم ہو جو اسکے معالجہ کی پرداخت کرسکے۔ اور اگر نہو تو وہ قید خانہ سے نکال لیا جائیگا کہ ایسا نہو کہ ہلاک ہو جاوے۔ اور اگر مدیون مذکور کوئی حرفہ و صنعت کا کام کرتا ہو تو اسکو اپنے کام کرنے کا قابو نہ دیا جائیگا اور یہی قول صحیح ہی تاکہ اسکا دل بچے اور وہ ادائے قرض پر آمادہ ہو بخلاف اسکے اگر مدیون مذکور کی کوئی باندی ہو اور محبس مین کوئی ایسی جگہ ہو جہان وہ وطی کرسکتا ہی تو وطی سے منع نہ کیا جائیگا کیونکہ پیٹ کی خواہش اور شرم گاہ کی خواہش دونون مین سے یہ ایک خواہش ہی تو جیسے پیٹ کی خواہش سے نہین روکا جاتا ہی یعنی کھانے سے نہین روکا جاتا ہی اسی طرح اس خواہش سے بھی نہین روکا جائیگا۔ قال ولا یحول بینہ وبین غرمائہ بعد خروجہ من الحبس بل یلازمونہ ولا یمنعونہ من التصرف والسفر لقولہ علیہ السلام لصاحب الحق ید ولسان اراد بالید الملازمۃ وباللسان التقاضی۔ اور قید خانہ سے نکلنے کے بعد مدیون و اسکے قرضخواہون کے درمیان روک نہین کیجائیگی بلکہ قرضخواہ اسکے ساتھ لگے رہین مگر اسکو اسکے تصرف و سفر سے منع نہ کرین کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقدار کے واسطے ہاتھ و زبان ہی۔ رواہ الدارقطنی ومعناہ فی الصحیحین۔ اور ہاتھ سے مراد یہ کہ ساتھ رہے اور زبان سے مراد یہ کہ تقاضا کریگا فہ یعنی اسکے ساتھ لگا رہے اور جو کچھ اسکی کمائی سے بچے اسکو تقاضا کرکے وصول کرلے چنانچہ لکھا۔ قال ویاخذون فضل کسبہ لیقسم بینہم بالحصص لاستوار حقوقہم فی القوۃ وقالا اذا فلسہ الحاکم حال بین الغرماء وبینہ الا ان یقیموا البینۃ ان لہ مالا لان القضاء بالافلاس عندہما یصح فیثبت العسرۃ ویستحق النظرۃ الی المیسرۃ وعند ابی حنیفۃ رح لا یتحقق القضاء بالافلاس لان مال اللہ تعالیٰ غاد ورائح ولان وقوف الشہود علی عدم المال لا یتحقق الا ظاہرا فیصلح للدفع لا لابطال حق الملازمۃ وقولہ الا ان یقیموا البینۃ اشارۃ الی ان بینۃ الیسار ترجح علی بینۃ الاعسار لانہا اکثر اثباتا اذ الاصل ہو العسرۃ قولہ فی الملازمۃ لا یمنعونہ من التصرف والسفر دلیل علی انہ یدور معہ اینما دار ولا یحبسہ فی موضع لانہ حبس فیہ اور یہ قرضخواہ لوگ جو اسکے ساتھ لگے ہین اسکی بچی ہوئی کمائی لیکر اپنے درمیان حصہ رسد تقسیم کرلین کیونکہ قوت مین ان سب کے حقوق برابر ہین۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ جب مدیون کو حاکم نے مفلس قرار دیا تو اسکے اور قرضخواہون کے درمیان روک کردیگا الا اس صورت مین کہ قرضخواہ لوگ گواہ قائم کرین کہ اسکی ملک مین کچھ مال ہی اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک حکم قضاء بافلاس صحیح ہوتا ہی پس تنگدستی ثابت ہوجائیگی اور آسانی کے وقت تک انتظار کرنا واجب ہوجائیگا۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قضاء بافلاس متحقق نہین ہوتی اسواسطے کہ مال الٰہی عزوجل تو صبح کو آتا اور شام کو جاتا ہی اور اسواسطے کہ مال نہونے پر گواہون کی واقفیت متحقق نہین ہوسکتی مگر بطور ظاہری یعنی ظاہری طور پر گواہ یہ دریافت کرسکتی ہین کہ اسکا مال نہین ہی تو اس گواہی سے صرف دفع کی صلاحیت ہی اور قرضخواہون کو جو ساتھ لگے رہنے کا حق حاصل تھا اسکو مٹانے کی لیاقت نہین ہی صاحبین کی استدلال مین جو یہ ذکر کیا کہ مگر اس صورت مین کہ قرضخواہ لوگ گواہ قائم کرین الخ تو اسمین اشارہ ہی کہ تنگدستی کی گواہی پر آسودگی کی گواہی کو ترجیح ہوگی اسواسطے کہ آسودگی کی گواہی سے اثبات زیادہ ہوتا ہی کیونکہ تنگدستی اصل ہی یعنی تنگدستی کے گواہون نے صرف یہی اصل ثابت کی اور آسودگی کے گواہون نے اس سے زیادہ اسکو

Marfat.com

آسودہ ثابت کیا۔ اہل مسئلہ مین جو امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق قرضخواہون کا ساتھ لگا رہنا ذکر کیا اسمین یہ فرمایا کہ انکو تصرف
وسفر سے منع نہین کر سکتے ہین۔ اس قول مین دلیل ہے کہ قرضخواہ اسکے ساتھ ساتھ جہان وہ جاوے پھرا کریگا اور انکو کسی خاص
جگہ نہین بٹھا سکتا ہے کیونکہ یہ اسکے حق مین ایک جگہ محبوس کرنا ہو جائیگا۔ ولو دخل فی دارہ لحاجتہ لا یتبعہ بل یجلس
علی باب دارہ الی ان یخرج لان الانسان لا بد ان یکون لہ موضع خلوۃ ولو اختار المطلوب الحبس
والطالب الملازمۃ فالخیار الی الطالب لانہ ابلغ فی حصول المقصود ولاختیارہ الاضیق علیہ الا
اذا علم القاضی ان یدخل علیہ بالملازمۃ ضرر بین بان لا یمکنہ من دخول دارہ فحینئذ یحبسہ دفعا للضرر عنہ
اور اگر مدیون مفلس کسی ضرورت سے اپنے گھر مین داخل ہوا تو قرضخواہ جو اسکے ساتھ لگا ہوا ہے اسکے پیچھے نہین جا سکتا بلکہ
اسکے دروازہ پر بیٹھا رہے یہانتک کہ وہ باہر نکلے اسواسطے کہ آدمی کے لیے کوئی مقام خلوت ہونا ضرور ہے۔ اور اگر مدیون نے
اپنا محبوس ہونا اختیار کیا اور قرضخواہ نے اسکے ساتھ رہنا چاہا تو اس بارہ مین قرضخواہ کو اختیار ہوگا کیونکہ اسکا مقصود حاصل
ہونے مین یہ زیادہ قوی ہوگا کیونکہ وہ ایسی بات اختیار کریگا جو مدیون پر زیادہ تنگ ہو تو اسکو اختیار دیا جائیگا مگر اس
صورت مین کہ قاضی کو یہ بات معلوم ہو کہ اسکے ساتھ لگے رہنے مین مدیون کا کھلا ہوا ضرر ہے مثلاً قرضخواہ اسکو گھر مین نہین جانے
دیتا ہے تو ایسی صورت مین اس سے ضرر دور کرنے کے واسطے اسکو قید خانہ مین رکھیگا۔ ولو کان الدین لا یحل علی
المرأۃ لا یلازمہا لما فیہا من الخلوۃ بالاجنبیۃ ولکن یبعث امرأۃ امینۃ تلازمہا۔ اور اگر کسی مرد کا قرضہ کسی عورت
پر ہو تو اسکو یہ اختیار نہین ہے کہ عورت کے ساتھ لگا رہے کیونکہ ایسا کرنے مین اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی لازم آتی ہے لیکن
وہ ایک امینہ عورت کو بھیجدیگا جو مدیونہ عورت کے ساتھ رہے۔ قال ومن افلس وعندہ متاع لرجل بعینہ اتباعہ
منہ فصاحب المتاع اسوۃ للغرماء فیہ وقال الشافعی رح یحجر القاضی علی المشتری لطلبہ ثم للبائع خیار الفسخ
لانہ عجز المشتری عن ایفاء الثمن فیوجب ذلک حق الفسخ کعجز البائع عن تسلیم المبیع وہذا لانہ عقد
معاوضۃ ومقتضیہ المساواۃ وصار کالسلم ولنا ان الافلاس یوجب العجز عن تسلیم العین وہو غیر مستحق
بالعقد فلا یثبت حق الفسخ باعتبارہ وانما المستحق وصف فی الذمۃ اعنی الدین وبقبض العین یتحقق
بینہما مبادلۃ بہا ہو الحقیقۃ فیجب اعتبارہا الا فی موضع التعذر کالسلم لان الاستبدال ممتنع فاعطی
للعین حکم الدین واللہ اعلم۔ اور جو شخص مفلس ہو اور حالیکہ اسکے پاس کسی شخص معین کی متاع ہے جسکو مفلس نے اس سے
خریدا تھا تو اس متاع کا مالک بھی قرضخواہون کے ساتھ برابر شریک ہوگا۔ اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ بائع کی درخواست سے
قاضی اس مشتری کو محجور کر دیگا یعنی وہ اس مبیع مین کوئی تصرف نہین کر سکتا ہے پھر بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہوگا کیونکہ
مشتری ادائے ثمن سے عاجز ہو گیا تو اس جہت سے بائع کو حق فسخ حاصل ہوا جیسے بائع اگر مبیع سپرد کرنے سے عاجز ہو تو حق
فسخ حاصل ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بیع ایک عقد معاوضہ ہے اور یہ مقتضی ہے کہ دونون جانب سے مساوات ہو یعنی جیسے مشتری کو
حق فسخ ہوتا ہے جب بائع عاجز ہو تو اسی کے مقابلہ مین بائع کو حق فسخ ہوگا جب مشتری عاجز ہو تو یہ ایسا ہو گیا جیسے عقد سلم
مین ہوتا ہے یعنے اگر عقد سلم مین مسلم فیہ یعنی جس چیز کے واسطے سلم ٹھہرائی گئی ہے جب وہ بازار سے منقطع ہو جاوے تو رب السلم
کو فسخ کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح یہان حاصل ہوگا (یہی قول مالک واحمد واوزاعی واسحاق ہے) اور ہماری دلیل
یہ ہے کہ افلاس اس امر کو واجب کرتا ہے کہ وہ عین سپرد کرنے سے عاجز ہو حالانکہ یہان کوئی مال عین بذریعہ عقد کے واجب
نہین ہوا پس افلاس کے لحاظ سے بائع کو حق فسخ حاصل نہوگا اور عقد کی وجہ سے صرف ایسی چیز کا استحقاق ہے جو مشتری
کے ذمہ موصوف ہے یعنی قرضہ اور وہ ثمن نقد ہے اور جب بائع نے مال عین پر قبضہ کیا تو بائع و مشتری کے درمیان مبادلہ حقیقی

متحقق ہو جائیگا اور حقیقی معنے یہی ہین تو انکا اعتبار واجب ہوا سوائے ایسے موقع کے جہان یہ مبادلہ محال ہو جیسے عقد
سلم مین ہوتا ہے کیونکہ وہان استبدال ممتنع ہے تو مال عین کو دین کا حکم دیا گیا واللہ تعالی اعلم ف اور شافعی رح کی
استدلال مین حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنا کوئی اسباب
فروخت کیا پھر اسکو ایسے شخص کے پاس پایا جو مفلس ہو گیا ہے تو وہ اسکے قرضخواہون کے درمیان مین بائع کا مال ہے
رواہ الدارقطنی - ولیکن دارقطنی نے کہا کہ یہ مرسل ہے اگرچہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور شافعی رح کے نزدیک حجت
نہین ہے اور ظاہرا اسکے معنی یہ ہین کہ بیع کے طور پر اسکو دیا تھا اور ہنوز بیع تمام نہین ہوئی تھی کیونکہ حدیث مین اسکا اشارہ
موجود ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ متاع بیچی پھر وہ ایسے شخص کے پاس پائی جو مفلس ہو گیا حالانکہ یہ ذکر نہین کہ اسکو
مشتری کے پاس پایا جو مفلس ہوا ہے واللہ تعالی اعلم -

کتاب الماذون

یہ کتاب ماذون کے بیان مین ہے

ماذون - وہ غلام یا طفل تمیز دار جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو اور بیشتر اسکا اطلاق غلام پر آتا ہے - الاذن ہو
الاعلام لغۃ وفی الشرع فک الحجر واسقاط الحق عندنا والعبد بعد ذلک یتصرف لنفسہ بالاہلیۃ لانہ
بعد الرق بقی اہلا للتصرف بلسانہ الناطق وعقلہ المتمیز والحجارۃ عن التصرف لحق المولی لانہ ما عہد تصرفہ
الا موجبا لتعلق الدین برقبتہ او کسبہ وذلک مال المولی فلا بد من اذنہ کیلا یبطل حقہ من غیر رضاہ و
لہذا لا یرجع بما لحقہ من العہدۃ علی المولی ولہذا لا یقبل التوقیت حتی لو اذن لعبدہ یوما کان ماذونا
ابدا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت ثم الاذن کما یثبت بالصریح یثبت بالدلالۃ کما اذا
رای عبدہ یبیع ویشتری فسکت لیصیر ماذونا عندنا خلافا لزفر والشافعی ولا فرق بین ان یبیع عینا مملوکا للمولی
او للاجنبی باذنہ او بغیر اذنہ بیعا صحیحا او فاسدا لان کل من راہ یظنہ ماذونا لہ فیہا فیعاملہ فیتضرر بہ لو لم یکن ماذونا
ولو لم یکن المولی راضیا بہ لمنعہ دفعا للضرر عنہم - لغت مین اذن کے معنی آگاہ کرنا اور شرع مین ہمارے
نزدیک اذن کے معنی محجور دور کرنا اور حق ساقط کرنا اور بعد اجازت کے غلام اپنے واسطے اپنی لیاقت سے تصرف کرتا ہے یعنی
جو لیاقت تصرف اسکو حاصل تھی وہ کامل گئی اسواسطے کہ رقیق ہو جانے کے بعد غلام مین اپنی زبان ناطق وعقل مدبر کے ساتھ تصرف
کی لیاقت باقی رہی تھی اور تصرف سے محجور ہونا بوجہ حق مولے کے تھا کیونکہ غلام کا تصرف معلوم نہین ہوا سوائے اس طریقہ
کے کہ اسکے رقبہ یا کمائی کے ساتھ تعلق قرضہ کا موجب ہو یعنی جس سے مولے کی ملکیت خراب ہو جاوے یا مٹ جاوے حالانکہ
اسکا رقبہ یا کمائی اسکے مولے کا مال ہے تو مولے کی اجازت ضرور ہے تاکہ بغیر رضامندی مولے کے مولے کا حق باطل نہو جاوے
اور چونکہ اجازت ہمارے نزدیک اسقاط ہے لہذا غلام ماذون پر جو ذمہ داری لاحق ہوتی ہے اسکا مرجع مولے کی جانب
نہین ہوتا ہے یعنے مولے اسکا ضامن نہین ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اجازت مذکور کسیوقت تک محدود کرنے کے قابل نہین ہے اگرچہ
محجور کرنے کے قابل ہے حتی کہ اگر غلام کو ایک روز کے لیے تجارت کی اجازت دی تو وہ ہمیشہ کے واسطے ماذون ہو جائیگا یہانتک
کہ مولے اسکو محجور کرے کیونکہ اسقاطات کسیوقت تک محدود نہین ہوتے - پھر واضح ہو کہ اجازت جیسے صریح ثابت ہوتی ہے
ویسے ہی بدلالت بھی ثابت ہو جاتی ہے جیسے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر خاموش ہوا تو وہ ہمارے نزدیک
ماذون ہو جائیگا اور اسمین امام زفر و شافعی رح کا خلاف ہے (بلکہ مالک و احمد کا بھی خلاف ہے) اور اسمین فرق نہین کہ وہ

Marfat.com

مولے کا مال مملوک بیچا ہو یا کسی اجنبی کا مال بیچا ہو خواہ باجازت ہو یا بغیر اجازت ہو خواہ بیع صحیح ہو یا فاسد ہو اسواسطے
کہ جو شخص اسکو دیکھیگا وہ اسکو تجارت مین ماذون سمجھیگا پس اسکے ساتھ معاملہ کریگا پس اگر وہ ماذون نہو تو ضرر اسکا ہے
اور مولے اگر اسپر راضی نہوتا تو اسکو منع کر دیتا تاکہ لوگون سے ضرر دور ہو ف اور امام شافعی و زفر کہتے ہین کہ لوگون
کا خیال ضرر دور کرنا مولے پر واجب نہین ہے اور شاید مولے اسوجہ سے خاموش رہا کہ اسکو اپنے غلام کا یہ فعل ہدایت جائز
کے ناگوار ہوا تو وہ غصہ سے خاموش ہو گیا اور جواب یہ ہے کہ لوگ اسکے سکوت کو اجازت سمجھینگے کیونکہ یہ بیان کا موقع ہے
تو پھر جب غلام پر قرضہ چڑھ جاوے تو وہ لوگ اسکی گردن سے وصول کر لینگے پھر مولے کا عذر کارگر نہوگا کہ مین تو غصہ سے
نہین بولا تھا۔ قال واذا اذن المولے لعبدہ فی التجارۃ اذنا عاما جاز تصرفہ فی سائر التجارات
ومعنی ہذہ المسألۃ ان یقول لہ اذنت لک فی التجارۃ ولا یقیدہ ووجہہ ان التجارۃ اسم عام
یتناول الجنس فیبیع ویشتری ما بدا لہ من انواع الاعیان لانہ اصل التجارۃ۔ اور جب مولے نے اپنے
غلام کو تجارت کی اجازت عام دی تو جملہ تجارات مین اسکا تصرف جائز ہوگا اور مسئلہ مین اجازت عام کے معنی یہ ہین کہ اسکو
مولے نے کہے مین نے تجھے تجارت کی اجازت دی اور کسی نوع تجارت کے ساتھ خاص نہ کرے تو اسکو عام اجازت ہو جائیگی اور اسکی
وجہ یہ ہے کہ تجارت اسم عام ہے جو جنس تجارت کو شامل ہے تو اعیان اشیاء مین سے جو اسکا جی چاہے خریدے و بیچے کیونکہ
اعیان کی تجارت یہی اصل تجارت ہے۔ ولو باع او اشتری بالغبن الیسیر فہو جائز لتعذر الاحتراز عنہ۔ اور
اگر اسنے خفیف خسارہ کے ساتھ بیچا یا خریدا تو یہ جائز ہے کیونکہ اس سے احتراز متعذر ہے۔ وکذا بالفاحش عند
ابی حنیفۃ رح خلافا لہما لقولہما ان البیع بالفاحش منہ بمنزلۃ التبرع حتی اعتبر من المریض
من ثلث مالہ فلا ینتظمہ الاذن کالہبۃ ولہ انہ تجارۃ والعبد متصرف باہلیۃ نفسہ فصار کالحر وعلی ہذا
الخلاف الصبی الماذون۔ اور اسی طرح اگر اسنے خسارہ فاحش کے ساتھ خریدا یا فروخت کی تو بھی امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہے صاحبین کہتے ہین کہ اسکی طرف سے خسارہ فاحش کے ساتھ بیع
کرنا بمنزلہ تبرع کے ہے حتی کہ اگر مریض ایسا کرے تو اسکی تہائی مال سے معتبر ہوتا ہے تو اجازت اسکو شامل نہین ہے جیسے ہبہ کو شامل
نہین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ یہ بھی تجارت ہے اور غلام اپنی ذاتی لیاقت سے متصرف ہے تو اسکا حکم مثل آزاد کے
ہو گیا اور طفل ماذون مین بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔ ولو جانی فی مرض موتہ یعتبر من جمیع مالہ اذا لم یکن علیہ دین
وان کان من جمیع ما بقی لان الاقتصار فی الحر علی الثلث لحق الورثۃ ولا وارث للعبد واذا کان
الدین محیطا بما فی یدہ یقال للمشتری او جمیع المحاباۃ والا فارد البیع کما فی الحر۔ اور اگر غلام ماذون نے
اپنے مرض الموت مین محابات کی یعنے زیادہ قیمت کی چیز کو حالت مرض الموت مین کم قیمت پر فروخت کیا یا فروخت کرنے کی
وصیت کی تاکہ مشتری کو کچھ عطیہ پہونچ جاوے پس اگر ماذون مذکور پر قرضہ نہو تو یہ محابات اسکے تمام مال سے معتبر ہوگی یعنی اگر تمام مال
سے مقدار محابات نکل سکتی ہو تو بیع جائز ہو جائیگی مثلاً ہزار درم کی چیز سات سو درم کو بیچی کہ تین سو درم محابات ہین اور کل
مال اسیقدر یا زیادہ ہے تو محابات جائز ہوگی بشرطیکہ مولی تندرست ہو اور اگر اسپر قرضہ ہو تو قرضہ کے بعد جو باقی رہے اس سب
مال سے معتبر ہوگی اسواسطے کہ آزاد کی صورت مین تہائی ترکہ پر اقتصار ہونا بحق وارثان ہے یعنی حق وارثون کی وجہ سے
محابات صرف تہائی سے معتبر ہوتی ہے اور غلام کا کوئی وارث نہین ہے تو کل مال سے معتبر ہوگی۔ اور اگر غلام پر اسقدر قرض ہو جو
اسکے تمام مقبوضہ مال کو محیط ہے تو مشتری سے کہا جائیگا کہ پوری مقدار محابات ادا کر ورنہ بیع پھیر دے جیسے مرد آزاد کی صورت
مین ہوتا ہے۔ ولہ ان یسلم ویقبل السلم لانہ تجارۃ۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ بیع سلم کے واسطے مال دے یا خود سلم

Marfat.com

قبول کرے کہ مال لے کیونکہ یہ بھی تجارت مین سے ہے ف مثلاً دو سو درم اسکے گیہون کی سلم مین دیے یا خود گیہون دینے کے واسطے دو سو درم لیے تو جائز ہے۔ وله ان یوکل بالبیع والشراء لانه قد لا یتفرغ بنفسه۔ اور اسکو اختیار ہے کہ خرید و فروخت کے واسطے وکیل کردے کیونکہ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ وہ اس کام کے واسطے بذات خود فارغ نہین ہوتا ہے۔ قال ویرہن ویرتہن لانهما من توابع التجارة فانهما ایفاء واستیفاء۔ اور اسکو اختیار ہے کہ رہن دے اور رہن لے کیونکہ یہ دونون تجارت کے توابعات مین سے ہین اسلیے کہ رہن دینا ادائے دین ہے اور رہن لینا وصول قرض ہے۔ ویملک ان یستقبل الارض ویستاجر الاجراء والبیوت لان کل ذلک من صنیع التجار۔ اور اسکو اختیار ہے کہ اجارہ زمین قبول کرے اور مزدور مقرر کرے اور کوٹھریون و دکانون کو کرایہ لے کیونکہ یہ سب تاجرون کے افعال مین سے ہین۔ ویاخذ الارض مزارعة لان فیه تحصیل الربح۔ اور اسکو اختیار ہے کہ زمین مزارعت پر لے کیونکہ یہ بھی نفع کمانے کا طریقہ ہے۔ ویشتری طعاما فیزرعه فی ارضه لانه یقصد به الربح قال علیه السلام الزارع یتاجر ربه۔ اور اناج خرید کر اس زمین مین زراعت کرسکتا ہے کیونکہ اس سے نفع حاصل ہوتا ہے اور بعضے یہ حدیث روایت کرتے ہین کہ کاشتکار اپنے پروردگار سے تجارت کرتا ہے ف لیکن اس حدیث کی کچھ اصل نہین ہے بلکہ موضوع ہے اور ظاہراً یہ کسی بزرگ ظریف کا قول ہے واللہ اعلم۔ وله ان یشارک شرکة عنان ویدفع المال مضاربة ویاخذها لانه من عادة التجار۔ اور اسکو اختیار ہے کہ کسی کے ساتھ شرکت عنان کرے اور کسیکو مضاربت پر اپنا مال دے یا دوسرے کا مال مضاربت پر لے کیونکہ یہ تاجرون کی عادت مین سے ہے۔ وله ان یواجر نفسه عندنا خلافا للشافعی رح وهو یقول لا یملک العقد علی نفسه فکذا علی منافعه لانها تابعة لها ولنا ان نفسه راس ماله فیملک التصرف فیها الا اذا کان یتضمن ابطال الاذن کالبیع لانه یتحجر به والرهن لانه یحبس به فلا یحصل مقصود المولی اما الاجارة لا یتحجر به ویحصل به المقصود وهو الربح فیملک۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ اپنے آپکو اجارہ پر دیدے یہ ہمارے نزدیک ہے اور اسمین شافعی رحمہ اللہ اختلاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ اپنی ذات پر عقد کرنے کا مالک نہین ہے تو اسی طرح اپنے منافع پر بھی عقد کرنے کا مختار نہوگا کیونکہ منافع تو اسکے نفس کے تابع ہین اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اسکا نفس تو اسکا راس المال ہے تو وہ اپنے نفس مین تصرف کا مختار ہے یعنی غلام ماذون صرف اپنی ذات کے بھروسے پر تجارت کرنے نکلا ہے تو وہ اسمین ہر طرح تصرف کرسکتا ہے سوائے ایسے تصرف کے جسکے ضمن مین اجازت مذکور باطل ہو جاتی ہو جیسے اپنے آپکو فروخت کرنا کیونکہ ایسے تصرف مین وہ مجبور ہو جائیگا اور جیسے رہن کرنا کیونکہ وہ مرتہن کے پاس محبوس ہو جائیگا تو مولے کا مقصود حاصل نہوگا اور رہا اجارہ دینا تو اس سے وہ مجبور نہوگا اور مقصود بھی حاصل ہوگا اور وہ نفع ہے پس وہ اجارہ دینے کا مختار ہوگا۔ قال فان اذن له فی نوع منها دون غیره فهو ماذون فی جمیعها وقال زفر والشافعی رح لا یکون ماذونا الا فی ذلک النوع وعلی هذا الخلاف اذا نهاه عن التصرف فی نوع آخر لهما ان الاذن توکیل وانابة من المولی لانه یستفید الولایة من جهته ویثبت الحکم وهو الملک له دون العبد ولهذا یملک حجره فیتخصص باخصه کالمضارب ولنا انه اسقاط الحق وفک الحجر علی ما بیناه وعند ذلک تظهر مالکیة العبد فلا یتخصص بنوع دون نوع بخلاف الوکیل لانه یتصرف فی مال غیره فتثبت له الولایة من جهته وحکم التصرف وهو الملک واقع للعبد حتی کان له ان یصرفه الی قضاء الدین والنفقة وما استغنی عنه یخلفه المالک فیه۔ پھر اگر مولے نے اسکو کسی تجارت مین خاص قسم کی اجازت دی نہ غیر کی تو وہ جملہ اقسام مین ماذون ہو جائیگا اور زفر و شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ وہ ماذون نہین ہوگا سوائے اس قسم کے یعنی اذن

عام ہوگا بلکہ صرف اسی قسم کے واسطے ماذون ہوگا اور ایسا ہی اختلاف اُس صورت مین ہی کہ اسکو خاص ایک قسم کی تجارت سے منع
کردیا یعنی ہمارے نزدیک ممنوع ہوگا اور زفر و شافعی رح کے نزدیک ممنوع ہوگا اور زفر و شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ اذن
کرنا مولے کی طرف سے وکیل کرنا و نائب کرنا ہوتا ہی کیونکہ غلام ماذون تو مولے ہی کی طرف سے ولایت حاصل کرتا ہی یعنے
تصرف کا اختیار اسکو مولے ہی کی طرف سے حاصل ہوتا ہی اور حکم یعنی ملکیت مولے ہی کو حاصل ہوتی ہی غلام ماذون
کو اور اسیواسطے مولے کو اسکے مجبور کرنے کا اختیار ہوتا ہی تو جس نوع تجارت کے ساتھ مولے نے تخصیص کی وہ تخصیص صحیح
ہوگی جیسے مضارب کے حق مین صحیح ہوتی ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ ماذون کرنا اسقاط حق اور رفع حجر ہی جیسا ہمنے اوپر
بیان کردیا اور جب مولے نے حق ساقط کیا اور حجر دور کیا تو غلام کی مالکیت ظاہر ہوجاتی ہی تو کسی خاص قسم تجارت کے
ساتھ اختصاص نہوگا بخلاف وکیل کے کہ وکیل دوسرے کے مال مین تصرف کیا کرتا ہی تو اسکو دوسرے کی جانب سے
ولایت تصرف حاصل ہوتی ہی اور ماذون کی صورت مین تصرف کا حکم یعنی ملکیت اسی غلام کے واسطے واقع ہوتی ہی حتیٰ کہ
اسکو اپنے ادائے قرض اور نفقہ مین صرف کرنے کا اختیار ہوتا ہی اور جو کچھ اس غلام سے بچ رہا اسمین اس غلام کا مولے
اسکا خلیفہ ہوتا ہی۔ قال وان اذن له فی شئ بعینه فلیس بماذون لانه استخدام ومعناه ان یامره
بشراء ثوب للکسوة او طعام رزقا لاهله وهذا لانه لو صار ماذونا یسد علیه باب الاستخدام بخلاف
ما اذا قال اداتی الغلة کل شهر کذا او قال اد الی الفا وانت حر لانه طلب منه المال ولا یحصل
الا بالکسب او قال له اقعد صباغا او قصارا لانه اذن بشراء ما لا بد منه لهما وهو نوع فیصیر ماذونا
فی الانواع۔ اور اگر مولے نے اسکو کوئی معین چیز خریدنے کے واسطے اجازت دی ہو تو وہ ماذون نہوگا اسواسطے کہ یہ
خدمت لینا ہوا یعنی تجارت کی اجازت نہین ہی اور اسکے معنے یہ ہین کہ مثلاً غلام کو لباس کے واسطے کپڑا خریدنے کی یا اپنے اہل
وعیال کے واسطے اناج خریدنے کا حکم دیا۔ اور اسکی وجہ ہی کہ اگر ایسا حکم دینے سے وہ ماذون ہوجاے تو خدمت لینے کا دروازہ
بند ہوجاے بخلاف اسکے اگر غلام سے کہا کہ مجھے ہر مہینہ غلا دس درم دیا کر یا کہا کہ مجھے ہزار درم ادا کردے اور تو آزاد ہی تو
یہ اجازت ہوجائیگی کیونکہ مولے نے اُس سے مال طلب کیا ہی اور یہ مال بدون کمائی کے حاصل نہین ہوسکتا یا غلام کو
حکم دیا کہ رنگریز بیٹھا یا درزی بیٹھا تو یہ بھی اذن ہوجائیگا کیونکہ جو چیز ان دونون کے واسطے ضروری ہی اسکے خریدنے
کی اجازت دی اور یہ ایک قسم کی چیز ہی تو جب ایک قسم مین اجازت ہوئی تو وہ سب قسمون مین ماذون ہوجائیگا۔ قال
واقرار الماذون بالدین والمغصوب جائز وکذا بالودیعة لان الاقرار من توابع التجارة اذ لو لم یصح
لاجتنب الناس مبایعته ومعاملته ولا فرق بین ما اذا کان علیه دین او لم یکن اذا کان الاقرار فی
صحته وان کان فی مرضه یقدم دین الصحة کما فی الحر بخلاف الاقرار بما یکسب من المال لا بسبب
التجارة لانه کالمحجور فی حقه۔ اگر غلام ماذون نے دیون یا مغصوب کا اقرار کیا تو جائز ہی۔ دیون جمع دین یعنے قرضہ خواہ
نقد ہو یا کسی چیز کے دام ہون۔ مغصوب جمع غصب یعنی مال مغصوب۔ اور اسی طرح اگر ودیعتون کا اقرار کیا تو بھی جائز ہی اسواسطے
کہ اقرار تو تجارت کے توابع و لوازم مین سے ہی کیونکہ اقرار صحیح نہو تو لوگ اسکے ساتھ بیع و معاملہ کرنے سے پرہیز کرینگے پھر اقرار
بہر حال صحیح ہی خواہ ماذون مذکور مدیون ہوگیا ہو یا نہوا ہو بشرطیکہ یہ اقرار اسکی حالت صحت مین واقع ہوا اور اگر اُس نے
مرض الموت مین اقرار کیا پس اگر اُسپر حالت صحت کے قرضہ ہون تو وہ اس اقرار پر مقدم کیئے جائینگے جیسے آزاد آدمی کی
صورت مین ہوتا ہی پھر یہ حکم ایسے اقرار مین ہی جو بسبب تجارت ہو برخلاف ایسے مال کا اقرار کرنے کے جو بدون سبب
تجارت کے واجب ہوا ہی تو یہ اقرار صحیح نہ سمجھا جائیگا کیونکہ وہ ایسے اقرار کے حق مین غلام مجبور کے مانند ہی ف مثلاً اُسنے

Marfat.com

کفالت یا غیر کا مال تلف کرنے یا زخم کے جرمانہ یا مہر بغیر اجازت مولے کا اقرار کیا تو یہ مولے کے حق مین نافذ نہوگا اگرچہ کسیوقت آزاد ہو جانے کے بعد وہ پکڑا جاوے۔ قال ولیس لہ ان یتزوج لانہ لیس بتجارۃ۔ اور ماذون کو یہ اختیار نہین ہے کہ نکاح کرے کیونکہ یہ کوئی تجارت نہین ہے۔ ولا یزوج مماليكه وقال ابو یوسف رح یزوج الامۃ لانہ تحصیل للمال بمنافعها فاشبہ الاجارۃ۔ ماذون کی تجارت مین جو غلام و باندی ہو انکی تزویج بھی نہین کرسکتا ہے یہی ابو حنیفہ و محمد رح و مالک و شافعی و احمد رح کا قول ہے اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسکو باندی بیاہ دینے کا اختیار ہے کیونکہ اسکے منافع یعنی مہر سے مال حاصل ہوگا تو ایسا ہو گیا جیسے باندی کو مزدوری پر دیدیا ف اور جواب یہ کہ وہ مکاتب نہین ہے کہ ہر طرح مال حاصل کرے بلکہ ماذون التجارۃ ہے کہ بذریعہ تجارت حاصل کرے۔ ولہما ان الاذن تضمن التجارۃ وہذا لیس بتجارۃ ولہذا لا یملک تزویج العبد۔ اور امام ابو حنیفہ رح و محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ اجازت مذکور تو تجارت کو شامل ہے اور باندی کا نکاح کرنا کوئی تجارت نہین ہے اور اسی وجہ سے اسکو غلام کا بیاہ کرنے کا اختیار نہین ہے۔ وعلی ہذا الخلاف الصبی الماذون والمضارب والشریک شرکۃ عنان والاب والوصی۔ اور ایسا ہی اختلاف طفل ماذون اور مضارب اور شریک عنان اور باپ اور وصی مین ہے ف کہ یہ لوگ امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک باندی کا نکاح نہین کرسکتے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کرسکتے ہین اور معنے یہ ہین کہ اگر صغیر کی ملکیت مین باندی ہو تو اسکے باپ کو یہ اختیار نہین کہ اسکی باندی کا نکاح کردے اور اگر باپ مرگیا ہو تو اسکے وصی کو بھی یہ اختیار نہین ہے اور اگر کسیکو مضاربت پر مال دیا تو مضارب کو بھی یہ اختیار نہین کہ مال مضاربت کی باندی کا نکاح کرے اور شریک عنان و طفل ماذون کو بھی یہ اختیار نہین ہے پھر واضح ہو کہ ہدایہ مین اس روایت پر اعتراض کیا کہ اس سے پہلے کتاب المکاتب مین لکھا کہ باپ و وصی کو بالاتفاق یہ اختیار ہے کہ صغیر کی باندی بیاہ دے اور انکو بمنزلہ مکاتب قرار دیا حالانکہ مکاتب کو بالاتفاق اپنی باندی بیاہنے کا اختیار ہے تاکہ وہ مہر حاصل کرے اور یہی اصح ہے و موافق روایت مبسوط و تبیان و مختصر کافی وغیرہ ہے پس اسکے موافق باپ و وصی کو اختیار ہونا چاہیے اور بعضون نے یہ جواب دیا کہ شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین۔ قال ولا یکاتب لانہ لیس بتجارۃ اذ ہی مبادلۃ المال والبدل فیہ مقابل بفک الحجر فلم یکن تجارۃ۔ اور ماذون کو یہ بھی اختیار نہین کہ اپنے غلام کو مکاتب کرے کیونکہ مکاتب کرنا کوئی تجارت نہین ہے کیونکہ تجارت تو مال کے مبادلہ کو کہتے ہین حالانکہ مکاتب کرنے مین مال کا مقابلہ حجر دور کرنے کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ تجارت نہوا پس غلام ماذون کو خود اسکا اختیار نہین ہے۔ الا ان یجیزہ المولے ولا دین علیہ لان المولے قد ملکہ ویصیر العبد نائبا عنہ ویرجع الحقوق الی المولے لان الوکیل فی الکتابۃ سفیر لیکن اگر مولے اسکے مکاتب کرنے کی اجازت دیدے اور غلام پر قرضہ بھی نہو تو کتابت جائز ہو جائیگی کیونکہ مولے اپنے ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا ہے جبکہ ماذون پر قرضہ نہو اور غلام ماذون اسکی طرف سے اس کام مین نائب ہو جائیگا اور کتابت کے حقوق بجانب مولے راجع ہونگے یعنی عوض کتابت کا مطالبہ کرنا یا عاجزی کے وقت فسخ کرنا یا آزادی کے بعد ولا لینا سب مولے کی جانب راجع ہوگا کیونکہ کتابت کے بارہ مین حقوق کا تعلق وکیل سے نہین ہوتا اسلیے کہ عقد کتابت مین وکیل تو محض سفیر ہوتا ہے ف تو جب غلام ماذون اس معاملہ مین وکیل ہوا تو حقوق اسکی جانب راجع ہونگے۔ قال ولا یعتق علی مال لانہ لا یملک الکتابۃ فالاعتاق اولی۔ اور ماذون کو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنے مملوک کو مال پر آزاد کرے کیونکہ جب اسکو مکاتب کرنے کا اختیار نہین ہے تو آزاد کرنے کا بدرجہ اولے اختیار نہین ہے۔ ولا یقرض لانہ تبرع محض کالہبۃ۔ اور ماذون کو قرض دینے کا بھی اختیار نہین ہے کیونکہ قرض دینا محض احسان ہے جیسے ہبہ کرنا ف کیونکہ ہبہ اگر بغیر عوض ہو تو محض احسان ظاہر ہے اور اگر بشرط عوض ہو تو وہ ابتدا مین احسان ہے اگرچہ

آخر مین اسکا بدل مل جاتا ہی - ولا یہب بعوض ولا بغیر عوض وکذا لا یتصدق لان کل ذلک تبرع لتضمنہ
ابتداء وانتہاء او ابتداء فلا یدخل تحت الاذن بالتجارۃ - اور غلام ماذون کو ہبہ کرنے کا بھی اختیار نہین ہی خواہ ہبہ
بعوض ہو یا بغیر عوض ہو کیونکہ یہ ہر ایک صریحًا احسان ہی خواہ ابتداء و انتہاء دونون مین یا خالی ابتداء مین احسان ہی
تو یہ تجارت کی اجازت مین داخل نہوگا - قال الا ان یہدی الیسیر من الطعام او یضیف من یطعمہ لانہ
من ضرورات التجارۃ استجلابا بالقلوب المجاہزین بخلاف المحجور علیہ لانہ لا اذن لہ اصلا فکیف
یثبت ما ہو من ضروراتہ وعن ابی یوسف رح ان المحجور علیہ اذا اعطاہ المولے قوت یومہ فدعا
بعض رفقائہ علی ذلک الطعام فلا باس بہ بخلاف ما اذا اعطاہ قوت شہر لانہم لو اکلوہ قبل الشہر
یتضرر بہ المولے قالوا ولا باس للمرأۃ ان تتصدق من منزل زوجہا بالشئ الیسیر کالرغیف ونحوہ
لان ذلک غیر ممنوع عنہ فی العادۃ - بالجملہ غلام ماذون کو تبرعات ہدیہ وغیرہ ممنوع ہین لیکن اگر وہ تھوڑا طعام
ہدیہ کرے جو خفیف ہی یا ایسے شخص کی ضیافت کرے جسنے اسکو کھانا کھلایا ہی تو جائز ہی (ضیافت سے ضیافت خفیفہ مراد ہی
الذخیرہ - ع -) اسواسطے کہ ایسا کرنا تجارت کی ضرورات مین سے ہی تاکہ قافلہ تجار کے سردار کا دل اپنی جانب مائل کرے
بخلاف غلام محجور کے کہ اسکے واسطے تجارت کی اجازت ہی نہین ہی تو ضروریات تجارت کی اجازت کیونکر ثابت ہوگی - اور
امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر غلام محجور کو اسکے مولے نے اس دن کا روزینہ دیا پس اسنے طعام تیار کرکے اس طعام پر
اپنے بعض رفقاء کو بلایا تو اسکا مضائقہ نہین ہی بخلاف اسکے اگر اسکو ایک ماہ کا روزینہ دیا ہو تو جائز نہین ہی کیونکہ اگر
اسکے رفقاء ملکر اس طعام کو مہینہ پورے ہونے سے پہلے کھا جاوین تو اس سے مولے کو ضرر پہونچیگا - مشائخ نے فرمایا
کہ اگر عورت نے اپنے شوہر کے گھر سے کوئی قلیل چیز مانند ایک روٹی وغیرہ کے صدقہ دیدی تو مضائقہ نہین ہی کیونکہ
عادت مین یہ بات منع نہین کی جاتی ہی ف اور اسی طرح ایک درم سے کم نقد اور خمیر و نمک و پیاز وغیرہ دینے مین
مضائقہ نہین ہی اور اسی طرح باندی کو اختیار ہی کہ اپنے مولے کے گھر سے قلیل چیز موافق رسم و عادت کے بدون صریح
اجازت کے دے سکتی ہی - اور حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ مین خطبۂ حجۃ الوداع مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا گیا کیا طعام بھی نہین دے سکتی ہی تو آپ نے فرمایا کہ طعام تو ہمارے اموال مین افضل ہی - اسکی تاویل یہ ہی کہ یہ
گیہون وغیرہ جو ذخیرہ کیا گیا ہو اسمین سے دینا ممنوع ہی یا یہ معنی ہین کہ اس زمانہ مین بوجہ افلاس کے سب سے
افضل مال یہی طعام تھا پھر جب اللہ تعالے نے فراخی عطا فرمائی تو طعام دینا مجاز ہوگیا کیونکہ یہی عرف جاری ہوگیا م
ع - قال ولہ ان یحط من الثمن بالعیب مثل ما یحط التجار لانہ من صنیعہم وربما یکون الحط انظر لہ من
قبول العیب ابتداء بخلاف ما اذا حط من غیر عیب لانہ تبرع محض بعد تمام العقد فلیس من صنیع
التجار ولا کذلک المحاباۃ فی الابتداء لانہ قد یحتاج الیہا علی ما بیناہ - اور غلام ماذون کو اختیار ہی کہ مبیع
مین عیب کی وجہ سے مشتری کے ذمہ سے اسقدر دام کم کردے جیسے تاجر لوگ کم کیا کرتے ہین کیونکہ یہ بھی تاجرون کے
افعال مین سے ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ عیب دار مبیع واپس لے لینے سے ابتداء مین دام گھٹانا اسکے حق مین بہتر ہوتا ہی
بخلاف اسکے اگر بدون عیب کے اسنے دام گھٹائے تو یہ جائز نہین اسواسطے کہ عقد پورا ہو جانے کے بعد یہ محض تبرع ہی
پس یہ تاجرون کے افعال مین سے نہین ہی - اور واضح ہو کہ ابتداء مین محاباۃ کا یہ حال نہین ہی کیونکہ
ماذون کو کبھی اسکی ضرورت پڑتی ہی چنانچہ ہم اوپر بیان کر چکے ف یعنی یہ مسئلہ کہ ماذون نے اپنے مرض الموت مین
نرخ بازار سے کم داموں پر فروخت کیا آخر تک - ولہ ان یؤجل فی دین قد وجب لہ لانہ من عادۃ التجار

Marfat.com

اور ماذون کو یہ اختیار ہے کہ جو دام خریدار پر واجب ہوئے انکے واسطے میعاد دیدی کیونکہ یہ تاجرون کی عادت مین ہے

قال وديونه متعلقة برقبته يباع للغرماء الا ان يفديه المولى وقال زفر والشافعي رح لا يباع۔

ماذون پر جو قرضے ہو جاوین وہ اسکی گردن سے متعلق ہونگے کہ قرضخواہون کے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا۔ لیکن اگر اسکا مولے اسکا فدیہ دیدے تو فروخت نہوگا۔ اور زفر و شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ فروخت نہین کیا جائیگا۔ و

يباع كسبه في دينه بالاجماع۔ اور اسکی کمائی بالاتفاق اسکے قرضہ مین فروخت کیجائیگی۔ لهما ان غرض المولى

من الاذن تحصيل مال لم يكن لا تفويت مال قد كان له وذلك في تعليق الدين بكسبه حتى

اذا فضل شيء منه على الدين يحصل للمولى بالرقبة بخلاف دين الاستهلاك لانه نوع جناية واستهلاك الرقبة

بالجناية لا يتعلق بالاذن ولنا ان الواجب في ذمة العبد ظهر وجوبه في حق المولى فيتعلق برقبته استيفاء

كدين الاستهلاك والجامع دفع الضرر عن الناس وهذا لان سببه التجارة وهي داخلة تحت الاذن۔

امام شافعی و زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ اجازت دینے سے مولے کی غرض یہ کہ ایسا مال حاصل ہو جو اسکو حاصل نہین تھا اور یہ غرض نہین کہ جو مال اسکے پاس تھا وہ برباد ہو جاے اور یہ غرض اسی صورت مین حاصل ہو سکتی ہے کہ قرضہ مذکور اسکی کمائی سے متعلق ہو نہ اسکی گردن سے تاکہ اگر قرضہ دیکر کچھ بچے تو وہ مولے کو حاصل ہو۔ بخلاف اسکے اگر کوئی چیز تلف کرنے کا تاوان لازم آیا تو یہ بیشک اسکی گردن سے متعلق ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کا مال تلف کرنا ایک جرم ہے اور جرم کی وجہ سے اسکا رقبہ تلف ہونا کچھ تجارتی اجارت سے متعلق نہین ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام کے ذمہ قرضہ واجب ہونا مولے کے حق مین بھی وجوب ظاہر کرتا ہے تو اسکا وصول ہونا غلام کی گردن سے متعلق ہوگا جیسے مال تلف کرنے کا تاوان بالاتفاق اسکی گردن سے متعلق ہوتا ہے اور اس قیاس کی علت جامعہ یہ ہے کہ لوگون سے ضرر دور ہو یعنی جیسے تلف کرنے کا تاوان اسوجہ سے غلام کی گردن سے متعلق ہوتا ہے کہ مالک مال کا ضرر دور ہو اسی طرح یہان بھی قرضخواہون کا ضرر دور ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس قرضہ کا سبب تو تجارت ہے اور تجارت اسکی اجازت کے تحت مین داخل ہے۔ وتعلق الدين

برقبته استيفاء حامل على المعاملة فمن هذا الوجه صلح غرضا للمولى۔ اور غلام کی گردن سے قرضہ متعلق ہو کر وصول ہونا یہی ان لوگون کے حق مین معاملہ کرنے کا باعث ہوا تو اس راہ سے مولے کی غرض کے لائق ہے۔ وينعدم الضرر

في حقه بدخول المبيع في ملكه۔ اور مولے کے حق مین جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ مبیع اسکی ملکیت مین آجانے سے رفع ہو جائیگا

وتعلقه بالكسب لا ينافي تعلقه بالرقبة فيتعلق بهما غير انه يبدأ بالكسب في الاستيفاء ايفاء لحق الغرماء

والبقاء لمقصود المولى وعند العدام يستوفى من الرقبة وقوله في الكتاب ديونه المراد منه دين

وجب بالتجارة او بما هو في معناها كالبيع والشراء والاجارة والاستيجار وضمان المغصوب

والودائع والامانات اذا جحدها وما يجب من العقر لوطي المشتراة بعد الاستحقاق لاستناده الى

الشراء فيلحق به۔ اور کمائی سے قرضہ کا تعلق ہونا اس امر کے منافی نہین کہ اسکی گردن سے بھی تعلق ہو پس قرضہ کا تعلق اسکی کمائی و گردن دونون سے ہوگا صرف اتنی بات ہے کہ ادائی پہلے اسکی کمائی سے شروع کیجاوے تاکہ قرضخواہون کا حق ادا ہو اور مولے کا مقصود بھی حاصل رہے اور جب کمائی سے پورا نہو تو رقبہ سے متعلق ہوگا اور کتاب مین جو لفظ دیون فرمایا اس سے مراد ہر ایسا قرضہ ہے جو تجارت کی وجہ سے یا جو امر کہ تجارت کے معنی مین ہے اسکی وجہ سے واجب ہوا ہو جیسے خرید و فروخت و اجارہ دینا و اجارہ لینا اور مال مغصوب کی ضمانت یا ودیعت و امانت کے انکار سے ضمانت یا جو عقر کہ خریدی ہوئی باندی کے ساتھ اسوقت وطی کرنے سے واجب ہوا جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ بائع کے سوا سے یا بندی

Marfat.com

کسی دوسرے کی ملکیت ہو یعنی صرف مقر واجب ہوگا اور حد زنا واجب نہوگی کیونکہ مستند تجرید ہو تو اسی کے ساتھ لاحق کی
جائیگی۔ قال ویقسم دینہ بینہم بالحصص لتعلق حقہم بالرقبۃ فصار کتعلقہا بالترکۃ۔ اور جب یہ ماذون فروخت کیا
جائے تو اسکا ثمن قرضخواہوں کے درمیان حصہ رسد تقسیم کردیا جائے کیونکہ انکا تعلق اسکے رقبہ سے تھا تو ایسا ہوگیا جیسے
ترکہ سے تعلق ہوتا ہے۔ فان فضل شیٔ من دیونہ طولب بہ بعد الحریۃ لتقرر الدین فی ذمتہ وعدم وفاء
الرقبۃ بہ ولا یباع ثانیا کیلا یمتنع البیع او دفعا للضرر عن المشتری وتعلق دینہ بکسبہ سواء حصل قبل
لحوق الدین او بعدہ وتعلق بما یقبل من الہبۃ لان المولی انما یخلفہ فی الملک بعد فراغہ عن حاجۃ
العبد ولم یفرغ۔ پھر اگر اسکے قرضوں میں سے کچھ باقی رہگیا تو بعد آزادی کے اس سے مطالبہ کیا جائیگا کیونکہ قرضہ تو
اسکے ذمہ جم گیا اور اسکا رقبہ اسکے ادا کے واسطے کافی نہیں ہوا۔ اور واضح ہو کہ غلام مذکور دوبارہ نہیں فروخت کیا جائیگا تاکہ
بیع ممتنع نہو یعنی کوئی مشتری اس خوف سے اسکو نہیں خریدیگا کہ اگر قرضہ ادا نہوا تو میرے پاس سے لیکر دوبارہ فروخت کیا جائیگا
یا اسوجہ سے کہ مشتری کے ذمہ سے ضرر دور ہو۔ اور واضح ہو کہ غلام ماذون کے قرضے اسکی کمائی سے متعلق ہونگے خواہ یہ
کمائی قرضہ لاحق ہونے سے پہلے حاصل ہو یا اسکے بعد حاصل ہوئی ہو۔ اور جو کچھ وہ ہبہ قبول کرے اس سے بھی متعلق ہونگے
اسواسطے کہ مولے کا قیام بجائے غلام کے اسوقت ہوتا ہے کہ غلام کی حاجات سے یہ ملکیت فارغ ہوجاوے اور ہنوز
فارغ نہیں ہوئی ف یعنی غلام جو ہبہ قبول کرتا ہے اسکی ملکیت میں اسکا مولے اسکے قائم مقام ہوجاتا ہے تو چاہیے کہ
اسکے قرضوں کا تعلق نہو تو جواب دیا کہ ولی اسوقت قائم مقام ہوتا ہے کہ یہ کمائی اسکی حاجت سے فارغ ہوجاوے
اور ہنوز قرضہ متعلق ہے تو مولی ابھی خلیفہ نہیں ہوسکتا ہے اور وہ ملکیت ابھی تک مولے کے قبضہ میں نہیں پہونچی بلکہ
غلام ہی کے قبضہ میں موجود ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ ہر کمائی یا ہبہ جو ہنوز غلام کے قبضہ میں ہو اور غلام کی حاجت سے
فارغ نہو اس سے قرضوں کا تعلق ہوجائیگا۔ ولا یتعلق بما انتزعہ المولی من یدہ قبل الدین لوجود شرط
الخلوص لہ۔ اور ایسے مال سے البتہ قرضوں کا تعلق نہیں ہوگا جو قرضہ لاحق ہونے سے پہلے مولے نے غلام کے قبضہ سے
لے لیا ہو کیونکہ مولے کے واسطے خالص ملکیت ہوجانے کی شرط پائی گئی ف کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہے جس سے کسی قرضخواہ
کا حق متعلق نہیں ہے۔ ولہ ان یاخذ غلتہ مثلہ لعبد الدین لانہ لو لم یکن منہ یحجر علیہ فلا یحصل الکسب والزیادۃ
علی غلۃ المثل یردہا علی الغرماء لعدم الضرورۃ فیہا وتقدم حقہم۔ اور مولے کو غلام پر قرضہ چڑھ جانے کے بعد
اختیار ہے کہ ایسے غلام کا جو حاصل ہوتا ہو دے لے کیونکہ اگر مولے کو یہ قدرت نہ دیجاوے تو وہ غلام مذکور کو محجور کردیگا پس
کمائی حاصل ہی نہوگی پھر اسکے مثل حاصل سے جو زائد ہو وہ قرضخواہوں کو واپس دے کیونکہ زائد کے حق میں کوئی ضرورت
نہیں ہے اور قرضخواہوں کا حق مقدم ہے۔ قال فان حجر علیہ لم یحجر حتی یظہر حجرہ بین اہل سوقہ لانہ لو انحجر لتضرر
الناس بہ لتاخر حقہم الی ما بعد العتق لما لم یتعلق برقبتہ وکسبہ وقد یبایعوہ علی رجاء ذلک۔ واضح ہو کہ اگر
مولے نے اپنے غلام ماذون کو محجور کیا تو وہ محجور نہوگا یہانتک کہ اسکا محجور ہونا اسکے بازار والوں میں ظاہر ہو یعنے جن
لوگوں سے اسکے معاملات تجارت ہیں انکو معلوم ہوجاوے کیونکہ اگر بدون اسکے وہ محجور ہوجاوے تو اس سے لوگوں
کو ضرر پہونچے کیونکہ انکا حق اس غلام کی آزادی کے بعد تک بچھڑ جائیگا یعنی یہ لوگ بعد آزادی کے اس سے وصول
کرسکتے ہیں کیونکہ اسکے رقبہ یا کمائی سے تعلق نہیں رہا حالانکہ انھوں نے اسی امید پر اسکے ساتھ معاملہ کیا تھا ف
یعنی انکو یہ امید تھی کہ اگر یہ قرضہ ادا نہ کرسکا تو ہم اسکی گردن یا کمائی سے وصول کرلینگے اور اب مولے یہ گواہ قائم
کریگا کہ میں نے اسکو محجور کردیا تو اسکے آزاد ہونے کے بعد وصول کرسکتے ہیں حالانکہ اسکے آزاد ہونے کی امید ہو ہم

ویشترط علم اکثر اہل سوقہ حتی لو حجر علیہ فی السوق ولیس فیہ الا رجل او رجلان لم یحجر ولو بایعوہ جاز وان بایعہ الذی علم بحجرہ ولو حجر علیہ فی بیتہ بحضرۃ من اکثر اہل سوقہ یحجر والمعتبر شیوع الحجر واشتہارہ فیقام ذلک مقام الظہور عند الکل کما فی تبلیغ الرسالۃ من الرسل ویبقی العبد ماذونا الی ان یعلم بالحجر کالوکیل اذا لم یعلم بالعزل وہذا لانہ یتضرر بہ حیث یلزمہ قضاء الدین من خالص مالہ بعد العتق وما رضی بہ وانما یشترط الشیوع فی الحجر اذا کان الاذن شائعا اما اذا لم یعلم بہ الا العبد ثم حجر علیہ یعلم منہ یحجر لانہ لا ضرر فیہ۔ اور شرط یہ ہے کہ اسکے بازار والے لوگ اکثر آگاہ ہو جاویں حتی کہ اگر بازار میں جاکر ایسی حالت میں اسکو محجور کیا کہ سوائے ایک یا دو آدمیوں کے موجود نہیں ہیں تو وہ محجور نہوگا اور اگر بازار والوں نے اس سے معاملہ کیا تو جائز ہے اگرچہ وہی شخص معاملہ کرے جو اسکے محجور ہونے سے آگاہ ہوا ہے۔ اور اگر اسکو گھر میں بیٹھکر ایسی حالت میں محجور کیا کہ اسوقت اسکے اہل بازار میں سے اکثر حاضر ہیں تو وہ محجور ہو جائیگا اور معتبر یہ بات ہے کہ محجور ہونا شائع ہو جائے اور یہی اشتہار اس امر کا قائم مقام ہوگا کہ سب کے نزدیک ظاہر ہو گیا جیسے انبیاء علیہم السلام سے رسالت ادا کرنے میں ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ غلام ماذون برابر ماذون رہیگا یہانتک کہ وہ اپنے محجور ہونے سے آگاہ ہو جیسے وکیل جب تک آگاہ نہو وکیل رہتا ہے اور یہ حکم اسواسطے دیا گیا کہ غلام مذکور اس سے ضرر اٹھاویگا کیونکہ بعد آزادی کے اپنے خالص مال سے اسپر قرضہ ادا کرنا لازم آویگا حالانکہ وہ اسپر راضی نہیں ہو چکا پھر محجور ہونے میں حجر شائع ہو جانے کی شرط جب ہے کہ اجازت شائع ہو چکی ہو اور اگر اس سے سوائے غلام کے کوئی آگاہ نہوا پھر غلام کی آگاہی میں اسکو محجور کیا تو جائز ہے اور وہ محجور ہو جائیگا کیونکہ اسمیں کچھ ضرر نہیں ہے۔ قال ولو مات المولی او جن او لحق بدار الحرب مرتدا صار الماذون محجورا علیہ لان الاذن غیر لازم وما لا یکون لازما من التصرف یعطی لدوامہ حکم الابتداء وہو الاصل فلا بد من قیام اہلیۃ الاذن فی حالۃ البقاء وہی تنعدم بالموت والجنون وکذا باللحوق لانہ موت حکما حتی یقسم مالہ بین ورثتہ۔ اور اگر ماذون کا مولے مرگیا یا مجنون ہو گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں مل گیا تو اسکا غلام ماذون محجور ہو گیا کیونکہ اجازت غیر لازمی ہے اور جو تصرف کہ لازمی نہو اسکے باقی رہنے کو ابتداء کا حکم ہوتا ہے یہی اصل ہے تو باقی رہنے کی حالت میں بھی اسکو اجازت دینے کی لیاقت ہونا ضرور ہے حالانکہ لیاقت مذکور اسکے مرنے یا مجنون ہونے سے جاتی رہتی ہے اور اسی طرح دار الحرب میں ملجانے سے بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ یہ بھی حکمی موت ہے حتی کہ اسکا مال اسکے وارثوں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ قال واذا ابق العبد صار محجورا علیہ وقال الشافعی رح یبقی ماذونا لان الاباق لا ینافی ابتداء الاذن فکذا لا ینافی البقاء وصار کالغصب۔ اور اگر غلام ماذون بھاگ گیا تو محجور ہو گیا اور امام شافعی نے فرمایا کہ ماذون باقی رہیگا کیونکہ بھاگنا ابتدائی اجازت کے منافی نہیں ہے تو اسی طرح بقاء اجازت سے بھی منافی نہوگا اور یہ غصب کے مانند ہو گیا۔ چنانچہ اگر غصب کیے ہوئے غلام کو اجازت دیدی یا ماذون کو غصب کر لیا تو اجازت باطل نہیں ہوتی ہے یعنی اول صورت میں اجازت جائز ہے اور دوسری صورت میں باقی ہے۔ ولنا ان الاباق حجر دلالۃ لانہ انما یرضی بکونہ ماذونا علی وجہ یتمکن من تقضیۃ دینہ بکسبہ بخلاف ابتداء الاذن لان الدلالۃ لا معتبر بہا عند وجود التصریح بخلافہا وبخلاف الغصب لان الانتزاع من ید الغاصب متیسر اور ہماری دلیل یہ ہے کہ بھاگ جانا دلیل حجر ہے کیونکہ مولے اسکے ماذون ہونے پر جب ہی راضی ہے کہ وہ ایسے طور پر رہے کہ اپنی کمائی سے اپنا قرضہ ادا کر سکے بخلاف ابتدائی اجازت کے یعنے بھاگے ہوئے کو ابتدائی اجازت دینا جائز ہے

Marfat.com

اور دلالت سے مجبور نہوگا کیونکہ جب دلالت کے برخلاف تصریح موجود ہو تو دلالت کا کچھ اعتبار نہین اور
بخلاف غصب کے یعنے غلام مغصوب کو اجازت دینا بھی جائز ہے اور اگر ماذون ہو تو مجبور نہین ہوتا ہے کیونکہ غاصب
کے قبضہ سے نکال لینا آسان ہے ف حتی کہ اگر ممکن نہو تو اجازت باقی نہ رہیگی اور ابتدائی اجازت دینا بھی
صحیح نہوگا الذخیرہ۔ اگر ماذون بھاگنے کے بعد لوٹ آیا یعنے مجبور ہو کر لوٹ آیا تو اجازت سابقہ عود نہ کریگی یہی صحیح ہے
ع۔ قال واذا ولدت الماذون لہا من مولاہا فذلک حجر علیہا خلافا لزفر رح وہو یعتبر البقاء
بالابتداء ولنا ان الظاہر انہ یحصنہا بعد الولادۃ فیکون دلالۃ الحجر عادۃ بخلاف الابتداء لان
الصریح قاض علی الدلالۃ وتضمن المولی قیمتہا ان رکبتہا دیون لاتلافہ محلا تعلق بہ حق
الغرماء اذ بہ یمتنع البیع وبہ یقضی حقہم۔ اور اگر مولے نے اپنی باندی کو تجارت کی اجازت دی پھر اس
ماذونہ کے مولے سے بچہ پیدا ہوا تو یہ امر اس ماذونہ کے حق مین حجر ہے اور اسمین زفر رح اختلاف کرتے ہین کہ
مجبورہ ہوگی اور وہ حالت بقاء کو ابتداء پر قیاس کرتے ہین یعنے اگر ام ولد کو ابتداء سے تجارت کی اجازت دی
تو وہ ماذونہ ہو جاتی ہے اسی طرح اگر ماذونہ نہو کر ام ولد ہوئی تو بھی ماذونہ رہیگی۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب وہ
بچہ جنی تو اسکے بعد ظاہر یہ ہے کہ مولے اسکو لوگون کے میل جول سے محفوظ کریگا تو از راہ عادت کے یہ مجبور کرنے کی
دلیل ہے بخلاف ابتدائی اجازت کے کہ صریح اجازت تو دلالت پر حاکم ہوتی ہے یعنے جب صریح اجازت موجود ہے
تو دلالت سے مجبوری کا اعتبار نہوگا پھر مولے اس ام ولد کی قیمت اسکے قرضخواہون کو تاوان دیگا بشرطیکہ اسپر قرضے
چڑھ گئے ہون کیونکہ اسنے ایسے محل کو تلف کر دیا جس سے قرضخواہون کا حق متعلق تھا کیونکہ ام ولد بنانے سے
اسکی بیع ممتنع ہو جاتی ہے حالانکہ بیع ہی سے انکا حق ادا کیا جاتا ہے۔ قال واذا استدانت الامۃ
الماذون لہا اکثر من قیمتہا فدبرہا المولی فہی ماذون لہا علی حالہا لانعدام دلالۃ الحجر اذ
العادۃ ما جرت بتحصین المدبرۃ ولا منافاۃ بین حکمیہا ایضا والمولی ضامن لقیمتہا لما قررنا
فی ام الولد۔ اور اگر ماذونہ باندی نے اپنی قیمت سے زیادہ مال بطور ادھار خریدا پھر مولے نے اسکو مدبرہ
کر دیا تو باندی مذکورہ اپنے حال پر ماذونہ رہیگی کیونکہ مجبورہ ہو جانے کی کوئی دلالت نہین ہے اس لیے کہ
ایسی عادت نہین جاری ہے کہ لوگ اپنی مدبرہ باندیون کو محفوظ کرتے ہون (بلکہ بدستور لوگون مین غلط ملط چھوڑ دیتے
ہین تو وہ تجارت کر سکتی ہے) اور ماذونہ ہونے اور مدبرہ ہونے دونون کے حکمون مین کوئی منافات بھی نہین ہے۔
(لیکن وہ فروخت ہونے کے قابل نہین رہی) اور مولے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا بوجہ اس دلیل کے جو ہم ام ولد مین بیان
کر چکے ہین ف کہ مولے نے قرضخواہون کا محل استحقاق ضائع کر دیا۔ یہ سب تو ماذون کرنے کے احکام ہین۔
قال فاذا حجر علی الماذون فاقرارہ جائز فیما فی یدہ من المال عند ابی حنیفۃ رح۔ پھر جب مولے نے اپنے
غلام ماذون کو مجبور کر دیا تو جو کچھ مال اسکے قبضہ مین ہے اس مال مین ماذون مذکور کا اقرار جائز ہے۔ معناہ ان
یقر بما فی یدہ انہ امانۃ لغیرہ او غصب منہ او یقر بدین علیہ فیقضی بما فی یدہ۔ اسکے معنے یہ ہین کہ جو مال
اسکے پاس ہے اسکی نسبت اقرار کرے کہ یہ فلان شخص کی امانت ہے یا اس سے غصب کیا ہوا ہے یا یہ اقرار کرے کہ مجھپر
فلان شخص کا اسقدر قرضہ ہے کہ وہ اسکے مقبوضہ مال سے ادا کیا جاوے۔ وقال ابو یوسف ومحمد رح لا یجوز
اقرارہ۔ اور امام ابو یوسف رح ومحمد رح نے فرمایا کہ اسکا اقرار نہین جائز ہے۔ لہما ان المصحح لاقرارہ ان کان
ہو الاذن فقد زال بالحجر وان کان الید فالحجر ابطلہا لان ید المحجور غیر معتبرۃ وصار کما اذا اخذہ المولی

Marfat.com

کسبہ من یدہ قبل اقرارہ او ثبت حجرہ بالبیع من غیرہ ولہذا لا یصح اقرارہ فی حق الرقبۃ بعد الحجر۔
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ماذون مذکور کا اقرار صحیح کرنے والا اگر اذن مذکور ہو یعنی اجازت سابقہ ہو تو وہ بوجہ مجور ہونے کے
باطل ہو چکی اور اگر قبضہ ہو تو حجر نے اسکو مٹا دیا کیونکہ مجور کا قبضہ کچھ معتبر نہین ہے اور یہ ایسا ہو گیا جیسے مجور مذکور کے
اقرار سے پہلے مولے نے اسکے مقبوضہ مال کو اسکے قبضہ سے لے لیا یا ایسا ہوا جیسے اجازت کی حالت مین مولے نے اسکو
دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا کہ وہ مجور ہو گیا یعنی ان دونون صورتون مین بالاتفاق اسکا اقرار مسموع نہین
ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مجور ہو جانے کے بعد اگر وہ مال کا اقرار کرے تو یہ اسکی گردن کے حق مین صحیح نہین یعنی وہ
اس مال کے واسطے بالاتفاق فروخت نہین ہو سکتا ہے۔ ولہ ان المصحح ہو الید ولہذا لا یصح اقرار الماذون
فیما اخذہ المولے من یدہ والید باقیۃ حقیقۃ وشرط البطلانہا بالحجر حکما فراغہا عن حاجتہ واقرارہ دلیل
تحققہا بخلاف ما اذا انتزعہ المولے من یدہ قبل الاقرار لان ید المولے ثابتۃ حقیقۃ وحکما فلا تبطل
باقرارہ وکذا ملکہ ثابت فی رقبتہ فلا یبطل باقرارہ من غیر رضاہ وہذا بخلاف ما اذا باعہ لان العبد
قد یتبدل بتبدل الملک علی ما عرف فلا یبقی ما ثبت بحکم الملک ولہذا لم یکن خصما فیما باشرہ قبل البیع
اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ اس غلام کا قبضہ ہی اسکے اقرار کا صحیح کرنے والا ہے اور اسی وجہ سے حال کہ مولے نے
اسکے اقرار سے پہلے اسکے قبضہ سے لے لیا اس مال کی نسبت اسکا اقرار صحیح نہین ہوتا ہے اور بالفعل درحقیقت اسکا قبضہ باقی ہے
اور مجور ہونے کی وجہ سے حکما یہ قبضہ باطل ہونے کی شرط یہ ہے کہ اسکی حاجت سے فارغ ہو اور اسکا اقرار کرنا اس امر کے
دلیل ہے کہ ابھی اسکی حاجت موجود ہے بخلاف اسکے کہ جب اقرار سے مولے نے اسکے ہاتھ سے نکال لیا تو اسکا اقرار اسواسطے
صحیح نہین ہے کہ مولے کا قبضہ حقیقۃ وحکما موجود ہے تو مولے کا یہ قبضہ بوجہ اقرار غلام کے باطل نہوگا۔ اور اسی طرح
مولے کی ملکیت اس غلام کے رقبے مین ثابت ہے تو غلام کے اقرار سے بدون رضامندی مولے کے باطل نہوگی اور یہ
حکم برخلاف ایسی صورت کے کہ مولے نے اس غلام کو فروخت کر دیا تو اس مال کی نسبت غلام کا اقرار اسواسطے صحیح نہین
ہوتا ہے کہ بیع کی وجہ سے ملکیت بدل جانے سے غلام بھی بدل گیا جیسا کہ سابق مین معلوم ہوا تو جو چیز کہ غلام کے واسطے بوجہ
ملکیت حکمی کے ثابت تھی وہ باقی نہ رہیگی یعنی مولے کی اجازت سے جو قبضہ حکمی اسکو مال پر حاصل تھا وہ اب ملکیت بدل
جانے سے باقی نہین رہیگا تو اسکا اقرار بھی صحیح نہوگا اور اسی وجہ سے غلام نے فروخت ہونے سے پہلے جو تصرف خرید
فروخت کا کیا ہو بعد فروخت ہو جانے کے اسکی بابت مدعا علیہ نہین بن سکتا ف یعنی مثلاً کوئی چیز اسنے بیچی
پھر مولے نے اسکو فروخت کیا تو اس غلام سے مبیع سپرد کرنے کا مطالبہ نہین ہو سکتا کیونکہ فروخت سے وہ بمنزلہ دوسرے
غلام کے ہو گیا۔ واذا لزمتہ دیون تحیط بمالہ ورقبتہ لم یملک المولے ما فی یدہ ولو اعتق من کسبہ عبدا لم یعتق
عند ابی حنیفۃ رح وما لا یملک ما فی یدہ ویعتق وعلیہ قیمتہ لانہ وجد سبب الملک فی کسبہ وہو ملک الرقبۃ
ولہذا یملک اعتاقہ ووطی الجاریۃ الماذون لہا وہذا آیۃ کمالہ بخلاف الوارث لانہ یثبت الملک
لہ نظرا للمورث والنظر فی ضدہ عند احاطۃ الدین بترکتہ لا ملک المولی ما ثبت نظرا للعبد۔ اور جب
ماذون پر اسقدر قرضے چڑھ گئے جو اسکے مال وگردن کو محیط ہین تو جو کچھ مال اسکے قبضہ مین ہو مولے اسکا مالک نہین ہو سکتا ہے
اور اگر مولے نے اسکی کمائی کا کوئی غلام آزاد کیا تو آزاد نہوگا یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ مولے
اسکے مقبوضہ کا مالک ہو سکتا ہے اور اسکی کمائی کا غلام اگر آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور مولے پر اسکی قیمت واجب ہے
اسواسطے کہ ماذون کی کمائی مین ملکیت مولے کا سبب پایا گیا اور سبب مذکور یہ کہ مولے اسکے رقبے کا مالک ہے اور اسی وجہ

سے مولے کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے ماذون کو آزاد کردے اور اپنی ماذونہ باندی سے وطی کرے اور یہ اسکی کامل ملکیت
کی دلیل ہے بخلاف وارث کے یعنے اگر مورث کے ترکہ پر قرضہ محیط ہو تو وارث کو اختیار نہین کہ ترکہ کا غلام آزاد کرے
کیونکہ وارث کی ملکیت تو مورث کی بہتری کی نظر سے ہے اور ترکہ پر قرضہ محیط ہونے کی صورت مین مورث کی بہتری اسی مین ہے
کہ آزاد نہو اور رہی مولے کی ملکیت تو وہ غلام ماذون کی بہتری کی نظر سے نہین ثابت ہوئی ف تاکہ یہ لازم آوے
کہ غلام ماذون کی بہتری اسی مین ہے کہ ادائے قرض تک اعتاق جائز نہو بلکہ مولے کو بذات خود ملکیت حاصل ہے۔ ولان
الملک للمولے انما یثبت خلافۃ عن العبد عند فراغہ عن حاجتہ کملک الوارث علی ما قررناہ والمحیط
بہ الدین مشغول بہا فلا یخلفہ فیہ واذا عرف ثبوت الملک وعدمہ فالحق فریعتہ واذا نفذ عندہما یضمن
قیمتہ للغرماء لتعلق حقہم بہ۔ اور امام ابوحنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ غلام کے مقبوضہ مین مولے کی ملکیت غلام کی نیابت مین جیسی
ثابت ہوتی ہے کہ غلام کی ضرورت سے یہ مال فارغ ہو جیسے وارث کی ملکیت مین ہوتا ہے چنانچہ ہمنے اوپر بیان کردیا اور جس مال
پر قرضہ محیط ہے وہ غلام کی ضرورت مین گھرا ہوا ہے تو مولے اس مال مین اسکا نائب نہوگا اور جب غلام کی کمائی مین مولے
کی ملکیت ثابت ہونا یا نہونا معلوم ہوگیا تو آزاد کرنا اسی کی فرع ہے یعنی امام کے نزدیک جب ملکیت نہین تو آزادی بھی
نہوگی اور صاحبین کے نزدیک جب ملکیت ہو جاتی ہے تو ماذون کی کمائی کا غلام آزاد کرنا بھی صحیح نہوگا اور جب صاحبین رح
کے نزدیک مولے کا آزاد کرنا نافذ ہوا تو قرضخواہون کے واسطے مولے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ قرضخواہون کا حق
اس سے متعلق ہو چکا ہے۔ قال وان لم یکن الدین محیطا بمالہ جاز عتقہ فی قولہم جمیعا اما عندہما فظاہر وکذا
عندہ لانہ لا یعری عن قلیل فلو جعل مانعا لانسد باب الانتفاع بکسب یختل کما ہو المقصود من الاذن
ولہذا لا یمنع ملک الوارث والمستغرق یمنعہ۔ اور اگر غلام ماذون کا قرضہ اسکے تمام مال کو محیط نہو تو اسکی کمائی
کے غلام کو آزاد کرنا اسکے مولے کے فعل سے جائز ہے اور اسمین تینون امامون کا اتفاق ہے پس صاحبین رح کے نزدیک تو یہ
امر ظاہر ہے اور امام رح کے نزدیک بھی اسواسطے جائز ہے کہ قلیل قرضہ سے مال خالی نہین ہوتا ہے پس اگر ایسا قرضہ بھی مانع
سمجھا جاوے تو غلام ماذون کی کمائی سے مولے کا نفع اٹھانا ممتنع ہو جائیگا پس اجازت دینے سے جو مقصود تھا وہ پورا نہوگا
لہذا یہ ہے کہ قلیل قرضہ مضر نہین ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وارث کے مالک ہونے کو قلیل قرضہ نہین روکتا ہے اور جب محیط
ہو تو روکتا ہے۔ قال وان باع من المولے شیئا بمثل قیمتہ جاز لانہ کالاجنبی عن کسبہ اذا کان علیہ دین یحیط
بکسبہ وان باعہ بنقصان لم یجز لانہ متہم فی حقہ بخلاف ما اذا باع الاجنبی عند ابی حنیفۃ رح لانہ لا تہمۃ
فیہ وبخلاف ما اذا باع المریض من الوارث بمثل قیمتہ حیث لا یجوز عندہ لان حق بقیۃ الورثۃ تعلق بعینہ
حتی کان لاحدہم الاستخلاص بادائہ قیمتہ اما حق الغرماء تعلق بالمالیۃ لا غیر فافترقا وقالا ان باعہ بنقصان
یجوز البیع ویخیر المولے ان شاء ازال المحاباۃ وان شاء نقض البیع وعلی المذہبین الیسیر من المحاباۃ
والفاحش سواء ووجہ ذلک ان الامتناع لدفع الضرر عن الغرماء وبہذا یندفع الضرر عنہم وہذا
بخلاف البیع من الاجنبی بالمحاباۃ الیسیرۃ حیث یجوز ولا یؤمر بازالۃ المحاباۃ والمولے یؤمر بہ لان
البیع بالیسیر منہا متردد بین التبرع والبیع لدخولہ تحت تقویم المقومین فاعتبرناہ تبرعا فی البیع مع
المولے للتہمۃ غیر متبرع فی حق الاجنبی لانعدامہا وبخلاف ما اذا باع من الاجنبی بالکثیر من المحاباۃ
حیث لا یجوز اصلا عندہما ومن المولے یجوز ویؤمر بازالۃ المحاباۃ لان المحاباۃ لا تجوز من العبد
الماذون علی اصلہما الا باذن المولے ولا اذن فی البیع مع الاجنبی وہو اذن بمباشرتہ بنفسہ غیر ان ازالۃ

المحاباۃ بحق الغرماء وہذا ان الفرقان علی اصلہما۔ اگر ماذون نے اپنی مقبوضہ مین سے کوئی چیز اپنے مولے کے ہاتھ اسکے برابر قیمت پر بیچی تو جائز ہے کیونکہ جس حالت مین اسکی کمائی پر قرض محیط ہے تو مولے اسکی کمائی سے بمنزلہ اجنبی کے ہے اور اگر اسنے کم قیمت پر فروخت کی تو نہین جائز ہے کیونکہ غلام ماذون اپنے مولے کے حق مین متہم ہے ف اور واضح ہو کہ جب قیمت سے اسقدر کمی ہو جو سب اندازہ کرنے والون کے اندازے سے کم ہے مثلاً اندازہ کرنے والے ایک چیز کی قیمت دس روپیہ اندازہ کرتے ہین اور کوئی اسکو نو روپیہ بھی اندازہ کرتا ہے تو نو روپیہ تک خسارۂ خفیف ہے اور اگر اسنے نو روپیہ سے بھی کم فروخت کی جسکو کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہین کرتا تو یہ خسارۂ فاحش ہے اور کمی کے ساتھ فروخت کرنا محاباۃ ہوتی ہے پس مولے کے ساتھ اگر محاباۃ کی یعنے اسکے ہاتھ قیمت سے کم پر فروخت کی تو نہین جائز ہے م۔ بخلاف اسکے اگر اسنے کسی اجنبی کے ساتھ محاباۃ کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اسمین کوئی تہمت نہین ہے اور بخلاف اسکے اگر مریض نے اپنے وارث کے ہاتھ کوئی چیز اسکے برابر قیمت پر بھی فروخت کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہین جائز ہے اسواسطے کہ باقی وارثون کا حق اس چیز کی ذات سے متعلق ہو چکا ہے حتی کہ اگر مریض پر قرضہ ہو تو ہر ایک وارث کو اختیار ہے کہ اسکی قیمت ادا کرکے اسکو چھوڑا لے۔ اور ماذون کی صورت مین قرضخواہون کا حق تو صرف مالیت سے متعلق ہے نہ عین شے سے پس مریض مدیون کے وارث کے ہاتھ بیچنے مین اور ماذون مدیون کے مولے کے ہاتھ بیچنے مین فرق ظاہر ہو گیا۔ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر ماذون نے اپنے مولے کے ہاتھ کمی قیمت پر بیچی تو بھی بیع جائز ہے اور مولے کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے محاباۃ پوری کرے اور چاہے توڑ دے ف اور بعض مشائخ نے کہا کہ صحیح یہ کہ یہی حکم امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک بھی ہے ع۔ پھر امام و صاحبین دونون کے نزدیک محاباۃ خواہ خفیف ہو یا فاحش ہر دو صورتون مین حکم یکسان ہے یعنے بیع نافذ ہوگی جب تک محاباۃ دور نہو یا جائز نہوگی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قرضخواہون کے حق کی وجہ سے ممتنع ہے اور قرضخواہون سے ضرر دور ہونا اسی طریق پر ہوگا۔ اور یہ حکم برخلاف ایسی صورت کے کہ ماذون مدیون نے کسی اجنبی کے ہاتھ محاباۃ خفیفہ کے ساتھ فروخت کیا تو بیع جائز ہوتی ہے اور اجنبی کو یہ حکم نہین دیا جاتا کہ محاباۃ دور کرے اور مولے کو یہ حکم دیا جاتا ہے کیونکہ محاباۃ خفیفہ کے ساتھ جو عقد مولے سے کیا گیا اسمین تردد ہے کہ یہ تبرع ہے یا بیع ہے کیونکہ یہ کمی اندازہ کرنے والون کے تحت مین داخل ہے پس ہمنے اسکو دونون طرح اعتبار کیا چنانچہ جب ماذون مدیون نے اپنے مولے کے ہاتھ ایسی بیع کی تو ہمنے تہمت کی وجہ سے اسکو تبرع اعتبار کیا اور جب اسنے اجنبی کے ہاتھ ایسی بیع کی تو تہمت نہونے کی وجہ سے ہمنے اسکو بیع اعتبار کیا اور یہ خفیف محاباۃ مین ہے بخلاف اسکے اگر ماذون مدیون نے اجنبی کے ہاتھ محاباۃ فاحش سے فروخت کیا تو صاحبین رح کے نزدیک بالکل نہین جائز ہے اور مولے کے ہاتھ ایسی فروخت جائز ہے مگر یہ حکم دیا جائیگا کہ محاباۃ دور کرے کیونکہ صاحبین رح کے نزدیک اصل یہ قرار پائی ہے کہ غلام ماذون کی طرف سے محاباۃ کرنا جائز نہین مگر جبکہ مولے کی اجازت ہو اور اجنبی کے ساتھ اسکے محاباۃ کرنے مین مولے کی اجازت ندارد ہے اور مولے کے ساتھ خود بیع کرنے مین اجازت موجود ہے صرف اتنی بات ہے کہ قرضخواہون کے حق کی وجہ سے محاباۃ دور کرنے کا حکم دیا جائیگا اور یہ دونون فرق موافق اصل صاحبین ہین ف یعنی محاباۃ خفیفہ کی صورت مین مولے اور اجنبی مین یہ فرق کہ مولے کو محاباۃ دور کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اجنبی کی صورت مین نہین دیا جائیگا اور محاباۃ کثیرہ کی صورت مین مولے کو محاباۃ دور کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اجنبی کے ساتھ ایسی بیع ہی جائز نہین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مولے کے ساتھ محاباۃ خفیفہ کی بیع جائز نہین ہے اور محاباۃ کثیرہ کی بیع اگر مولے کے ساتھ ہو تو نہین جائز ہے اور اجنبی کے ساتھ جائز ہے مگر محاباۃ

Marfat.com

دور کرنے کا حکم دیا جائیگا۔ قال وان باعه المولے شیا بمثل القیمة او اقل جاز البیع لان المولی اجنبی عن کسبه اذا کان علیه دین علی ما بیناه ولا تهمة فی هذا البیع ولانه مفید فانه یدخل فی کسب العبد ما لم یکن فیه ویتمکن المولے من اخذ الثمن بعد ان لم یکن له هذا التمکن وصحة التصرف تتبع الفائدة فان سلم الیه قبل قبض الثمن بطل الثمن لان حق المولے فی العین من حیث الحبس فلو بقی بعد سقوطه یبقی فی الدین ولا یستوجبه المولے علی عبده بخلاف ما اذا کان الثمن عرضا لانه یتعین وجاز ان یبقی حقه متعلقا بالعین۔ اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون مدیون کے ہاتھ کوئی چیز اسکی قیمت کے برابر یا کم پر بیچے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ جب غلام پر قرضہ ہے تو مولے اسکی کمائی سے اجنبی ہے جیسا کہ ہمنے سابق میں بیان کردیا اور اس بیع میں کوئی تہمت نہیں ہے اور اسواسطے کہ اس بیع میں فائدہ ہے کیونکہ غلام کی کمائی میں ایسی چیز آجائیگی جو نہ تھی تو قرضخواہوں کا ضرر نہوا اور مولے پہلے اسکی کمائی سے ثمن نہیں لے سکتا تھا اور اب اسکو یہ اختیار حاصل ہوجائیگا اور یہ تصرف اسواسطے صحیح ہے کہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے پھر اگر مولے نے ثمن وصول کرنے سے پہلے مبیع اسکو سپرد کردی تو ثمن باطل ہوگیا کیونکہ مال عین میں مولے کا حق از راہ حبس ہے یعنی بیع کے بعد مولے اپنے دام وصول کرنے تک مبیع کو روک سکتا ہے پھر اگر روکنے کا حق ساقط ہونے کے بعد مولے کا حق رہے تو اس مال عین میں نہیں بلکہ دین یعنے اسکے ثمن میں رہیگا حالانکہ مولے یہ حق نہیں رکھتا ہے کہ اپنے غلام پر قرضہ واجب کرے بخلاف اسکے اگر ثمن بھی کوئی اسباب معین ہو تو مولے اس مبیع کو سپرد کرنے کے بعد بھی اسکو وصول کرسکتا ہے کیونکہ یہ متعین ہے اور مال عین کے ساتھ مولے کا حق متعین رہنا جائز ہے۔ قال وان امسکه فی یده حتی یستوفی الثمن جاز لان البائع له حق الحبس فی المبیع ولهذا کان احق به من سائر الغرماء وجاز ان یکون للمولے حق فی الدین اذا کان یتعلق بالعین۔ اور اگر مولے نے اسکو اپنے پاس روک رکھا یہانتک کہ ثمن وصول کیا تو جائز ہے اسواسطے کہ بائع کو مبیع روکنے کا حق حاصل ہوتا ہے اسیواسطے اگر خریدار مدیون مفلس مرگیا تو بائع اسکے قرضخواہوں کے درمیان میں اس مبیع کا زیادہ حقدار ہوتا ہے اور جائز ہے کہ مولے کے واسطے مال دین میں حق حاصل رہے جبکہ اس دین کا تعلق کسی مال عین سے ہو۔ ولو باعه باکثر من قیمته یؤمر بازالة المحاباة او ینقض البیع کما بینا فی جانب العبد لان الزیادة تتعلق بها حق الغرماء۔ اور اگر مولے نے اپنی چیز اپنے غلام ماذون مدیون کے ہاتھ اسکی قیمت سے زیادہ داموں پر فروخت کی تو مولے کو حکم دیا جائیگا کہ محابات دور کرے یا بیع توڑے جیسے ہمنے غلام کی طرف سے بیع کرنے میں بیان کیا کیونکہ اس زیادتی سے قرضخواہوں کا حق متعلق ہے ف یعنی غلام ماذون کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قیمت سے زیادہ دام دے کیونکہ جو چیز حاصل ہوئی وہ تو برابر قیمت پر بغیر نقصان ہے اور زیادتی مفت گئی حالانکہ وہ قرضخواہوں کا حق تھا لہذا یہ تصرف توڑ دیا جائیگا۔ قال واذا اعتق المولے الماذون وعلیه دیون فعتقه جائز۔ اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کو آزاد کیا حالانکہ ماذون مذکور پر قرضے چڑھے ہوئے ہیں تو مولے کا آزاد کرنا جائز ہے۔ لان ملکه فیه باق والمولے ضامن لقیمته للغرماء لانه اتلف ما تعلق به حقهم سعیا واستیفاء من ثمنه۔ کیونکہ مولے کی ملکیت اس غلام میں باقی ہے ولیکن مولے اسکے قرضخواہوں کے واسطے اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اسنے ایسی چیز کو ضائع کیا جس سے انکا حق اسطرح متعلق تھا کہ جسکو فروخت کرکے اسکے ثمن سے اپنا قرضہ وصول کرسکتے تھے ف لہذا وہ اس غلام کی قیمت اسکے قرضخواہوں کو دیدے خواہ اس قیمت سے انکا قرضہ پورا ہو یا نہو۔ وما بقی من الدیون یطالب به بعد العتق لان الدین

Marfat.com

فی ذمتہ وما لزم المولے الا بقدر ما اتلف ضمانا فبقی الباقی علیہ کما کان - اور قرضون مین سے جو کچھ باقی رہے انکا مطالبہ اس غلام سے بعد آزاد ہو جانے کے ہوگا یعنے اگر اسیوقت آزاد ہو تو قرضخواہ لوگ باقی قرضکا اس سے مطالبہ کرینگے اسواسطے کہ قرضہ اسکے ذمہ باقی ہے اور مولے کے ذمہ صرف اسیقدر بطور ضمان کے لازم ہوا جو اسنے تلف کیا ہے تو ماذون پر باقی قرضہ جیسا تھا ویسا ہی رہیگا - فان کان اقل من قیمتہ ضمن الدین لا غیر پھر اگر قرضہ کی مقدار اس غلام کی قیمت سے کم ہو تو مولے صرف قرضہ کا ضامن ہوگا اس سے زیادہ ضامن نہوگا - لان حقہم بقدرہ بخلاف ما اذا اعتق المدبر وام الولد الماذون لہا وقد رکبتہما دیون لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہما استیفاء بالبیع فلم یکن المولے متلفا حقہم فلا یضمن شیئا - کیونکہ قرضخواہون کا حق صرف مقدار قرضہ تک ہے ف پھر مولے کے ضامن ہونے کا حکم ایسے ماذون کے آزاد کرنے مین ہوا جو محض غلام ہو بخلاف اسکے اگر اسنے اپنی مدبر یا ام ولد کو تجارت کی اجازت دی جو فروخت نہین ہو سکتی ہین پھر اُن پر قرضہ چڑھ جانے کے بعد انکو آزاد کر دیا تو کچھ ضامن نہوگا اسواسطے کہ قرضخواہون کا حق ان دونون کی گردن سے اسطرح متعلق نہین ہوا کہ انکو فروخت کرکے حاصل کرین کیونکہ یہ فروخت نہین ہو سکتی ہین تو مولے انکے حق کا تلف کرنے والا نہین ہوا پس کچھ ضامن نہوگا - قال فان باعہ المولی وعلیہ دین یحیط برقبتہ وقبضہ المشتری وغیبہ فان شاء الغرماء ضمنوا البائع قیمتہ وان شاء ضمنوا المشتری لان العبد تعلق بحقہم حتی کان لہم ان یبیعوہ الا ان یقضی المولے دینہم والبائع متلف حقہم بالبیع والتسلیم والمشتری بالقبض والتغییب فیخیرون فی التضمین - اور اگر مولے نے غلام ماذون کو فروخت کیا حالانکہ اس غلام پر اسقدر قرضے ہین جو اسکی گردن کو محیط ہین اور مشتری نے اسپر قبضہ کرکے اسکو غائب کر دیا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ چاہے بائع یعنے مولے سے اسکی قیمت تاوان لین اور چاہے مشتری سے تاوان لین اسواسطے کہ انکا حق اس غلام سے متعلق ہوا تھا حتی کہ انکو یہ اختیار تھا کہ اس غلام کو فروخت کرین سوائے اس صورت کے کہ مولے انکا قرضہ ادا کر دے پھر بائع سے تاوان کا اختیار اس وجہ سے ہے کہ اسنے بیع و سپرد کرکے انکا حق تلف کر دیا اور مشتری سے تاوان کا اختیار اسوجہ سے ہے کہ مشتری نے انکے حق پر قبضہ کرکے اسکو غائب کر دیا تو تاوان لینے مین انکو اختیار حاصل ہوا کہ چاہے بائع سے تاوان لین یا مشتری سے - وان شاءوا اجازوا البیع واخذوا الثمن لان الحق لہم والاجازۃ اللاحقۃ کالاذن السابق کما فی المرہون - اور قرضخواہون کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہین بیع کی اجازت دیکر بائع سے اسکے دام وصول کرلین کیونکہ حق تو انھین کے واسطے ہے یعنے رقبۂ غلام کا حق انھین کے واسطے خاص ہے تو اسمین انکو ہر طرح کا اختیار ہے اور بیع کی اجازت لاحقہ مثل اجازت سابقہ ہو جائیگی یعنے بیع کے بعد انکا اجازت دینا ایسا ہو جائیگا جیسے بیع سے پہلے اجازت دے جیسے مال مرہون مین ہوتا ہے ف یعنی اگر راہن نے مال مرہون کو بدون اجازت مرتہن کے فروخت کیا تو مرتہن کو اختیار ہے کہ بیع کی اجازت دیدے اسی طرح یہان بھی قرضخواہون کی اجازت معتبر ہے - فان ضمنوا البائع قیمتہ ثم رد علی المولے بعیب فللمولے ان یرجع بالقیمۃ فیکون حق الغرماء فی العبد لان سبب الضمان قد زال وہو البیع والتسلیم وصار کالغاصب اذا باع وسلم وضمن القیمۃ ثم رد علیہ بالعیب کان لہ ان یرد علی المالک ویسترد القیمۃ کذا ہہنا - پھر اگر قرضخواہون نے بائع یعنے مولے سے اسکی قیمت تاوان لی پھر کسی عیب کی وجہ سے یہ غلام اپنے مولے کو واپس دیا گیا تو مولے کو اختیار ہے کہ یہ غلام دیکر اپنی قیمت واپس لے پس قرضخواہون کا

حق اس غلام میں ہو جائیگا اسواسطے کہ تاوان سبب یعنی ہے دسپرد کرنا زائل ہو گیا اور یہ ایسا ہو گیا جیسے غاصب نے
غلام مغصوب بیع کر کے سپرد کیا اور مالک کو اسکی قیمت تاوان دیدی پھر عیب کی وجہ سے وہ غاصب کو واپس کیا گیا
تو اسکو اختیار ہوتا ہے کہ مالک کو واپس دیکر اپنی قیمت پھیر لے پس ایسا ہی اس مسئلہ میں ہے۔ قال ولو کان
المولی باعہ من رجل واحلہ بالدین للغرماء ان یردوا البیع لتعلق حقہم وہو الاستسعاء والاستیفاء
من رقبتہ وفی کل واحد منہما فائدۃ فالاول تام مؤخر والثانی ناقص معجل وبالبیع یفوت ہذہ
الخیرۃ فلہذا لہم ان یردوہ قالوا تاویلہ اذا لم یصل الیہم الثمن فان وصل ولا محاباۃ فی البیع
لیس لہم ان یردوہ لوصول حقہم الیہم۔ اور اگر مولے نے اس ماذون کو مدیون کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اسکو
قرضہ سے آگاہ کر دیا یعنے مشتری کو بتلا دیا کہ یہ غلام مقروض ہے تو قرضخواہوں کو اختیار ہے کہ بیع رد کرا دیں کیونکہ انکا حق
متعلق ہے اور حق یہ کہ غلام سے کمائی کرا دیں یا اسکے رقبہ سے وصول کریں اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں
فائدہ ہے پس کمائی کرانے میں یہ فائدہ ہے کہ پورا قرضہ مگر تاخیر کے ساتھ وصول ہوتا ہے اور رقبہ وصول کرنے میں
یہ فائدہ ہے کہ بے الحال وصول ہوتا ہے لیکن شاید کم وصول ہو اور مولے کے فروخت کرنے میں انکا یہ اختیار جاتا رہیگا
یعنی کمائی کرانا باقی نہیں رہا لہذا انکو اختیار ہوا کہ چاہیں بیع رد کرا دیں۔ مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ
قرضخواہوں کو ثمن نہیں وصول ہوا تو بیع رد کرا سکتے ہیں اور اگر ثمن وصول ہو گیا اور بیع میں کوئی محاباۃ نہیں ہے
تو بیع رد نہیں کرا سکتے ہیں کیونکہ انکا حق پہنچ گیا۔ قال فان کان البائع غائبا فلا خصومۃ بینہم بین
المشتری معناہ اذا انکر الدین وہذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رح وقال ابو یوسف رح المشتری خصم ویقضی
لہم بدینہم وعلی ہذا الخلاف اذا اشتری دارا وشفیعہا وسلمہا وغاب ثم حضر الشفیع فالمو ہوب لہ لیس
بخصم عندہما خلافا لہ وعنہما مثل قولہ فی مسئلۃ الشفعۃ لابی یوسف رح انہ یدعی الملک لنفسہ لیکون
خصما لکل من ینازعہ ولہما ان الدعوی تضمن فسخ العقد وقد قام بہما فیکون الفسخ قضاء علی الغائب
پھر بائع غائب ہو یعنی مولے حاضر نہ ہو تو قرضخواہوں اور مشتری کے درمیان خصومت نہیں ہو سکتی یعنے قرضخواہوں کو
اختیار نہیں ہے کہ مشتری کو مدعا علیہ بنا دیں اور اسکے معنی یہ ہیں کہ جب مشتری انکے قرضہ سے انکار کرے تو وہ مدعا علیہ نہیں
ہو سکتا اور یہی امام ابو حنیفہ رح و محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مشتری انکا مدعا علیہ ہو سکتا ہے اور
قرضخواہوں کے واسطے انکے قرضہ کا حکم دیدیا جائیگا اور شفعہ کے مسئلہ میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یعنی اگر کسی نے ایک
مکان خرید کر دوسرے کو ہبہ سپرد کر دیا اور خود غائب ہو گیا پھر جس شخص کو اس مکان کا شفعہ لینا چاہیے وہ حاضر ہوا تو
امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک موہوب لہ انکا مدعا علیہ نہیں ہو سکتا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مدعا علیہ ہوگا اور
اس مسئلہ شفعہ میں امام ابو حنیفہ و محمد رح سے ایک روایت مثل قول ابو یوسف آئی ہے۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے
کہ مشتری اپنی ملکیت کا دعوی کرتا ہے تو جو شخص اسمیں جھگڑا کرے اسکے واسطے یہ مدعا علیہ ہو سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ
و محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ دعوی مذکور فسخ عقد کو متضمن ہے حالانکہ یہ عقد بذریعہ مشتری و بائع کے قائم ہوا ہے تو فسخ
کرنا بائع غائب پر حکم ہوگا ف حالانکہ غائب پر حکم قضاء جائز نہیں ہے۔ قال ومن قدم معہ رفقۃ لی انا
عبد لفلان فاشتری وباع لزمہ کل شیء من التجارۃ لانہ ان اخبر بالاذن فالاخبار کیس علیہ ان
لم یخبر فتصرفہ جائز اذا الظاہر ان المحجور یجری علی موجب حجرہ والعمل بالظاہر ہو الاصل فی المعاملات
کیلا یضیق الامر علی الناس۔ ایک شہر میں ایک شخص آیا اور کہا کہ میں زید کا غلام ہوں پھر اسنے خرید و فروخت کی

Marfat.com

تو جو چیز از قسم تجارت ہو وہ اسپر لازم ہوگی اور یہ استحسان ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر اُسنے اجازت پانے کی خبر دی یعنی اپنا ماذون ہونا بیان کیا تو اسکا خبر دینا خود اُسپر دلیل ہے اور اگر اُسنے یہ خبر دی کہ میرے مولے نے مجھکو ماذون کیا ہے تو بھی اُسکا تصرف جائز ہے کیونکہ ظاہر حال یہ ہے کہ جو غلام مجبور ہو وہ اپنی مجبوری کے موافق عمل کریگا اور ظاہر حال پر عمل کرنا ہی معاملات مین اصل ہے تاکہ لوگون پر کام مین تنگی نہو جاے ف پس حاصل یہ ہوا کہ وہ ماذون سمجھا جائیگا اور معاملات تجارت مین جو کچھ قرضہ ہو وہ اُسپر لازم ہوگا۔ الا انہ لا یباع حتی یحضر مولاہ لانہ لا یقبل قولہ فی الرقبۃ لانہا خالص حق المولے بخلاف الکسب لانہ حق العبد علی ما بیناہ۔ ولیکن یہ غلام فروخت نہین کیا جائیگا یہانتک کہ اُسکا مولے حاضر ہو کیونکہ اپنی گردن کے بارہ مین اُسکا قول قبول نہوگا کیونکہ وہ خالص مولے کا حق ہے بخلاف اُسکی کمائی کے کہ وہ غلام کا حق ہے جیسا کہ ہمنے سابق مین بیان کردیا۔ فان حضر وقال ہو ماذون بیع فی الدین لانہ ظہر الدین فی حق المولے وان قال ہو محجور فالقول قولہ لانہ متمسک بالاصل۔ پھر اگر مولے حاضر ہوا اور اُسنے کہا کہ یہ ماذون ہے تو وہ قرضہ مین فروخت کیا جائیگا کیونکہ یہ قرضہ اُسکے مولے کے حق مین بھی ظاہر ہو گیا اور اگر مولے نے کہا کہ یہ محجور ہے تو اُسیکا قول قبول ہوگا کیونکہ محجور ہونا اصل ہے اور وہ اصل ہی کے ساتھ تمسک کرتا ہے تو اُسیکا قول قبول ہوگا

فصل

واذا اذن ولی الصبی للصبی فی التجارۃ فہو فی البیع والشراء کالعبد الماذون اذا کان یعقل البیع والشراء حتی ینفذ تصرفہ وقال الشافعی رح لا ینفذ لان حجرہ لصباہ فیبقی ببقائہ ولانہ مولے علیہ حتی یملک الولی التصرف علیہ ویملک حجرہ فلا یکون والیا للمنافاۃ فصار کالطلاق والعتاق بخلاف الصوم والصلوۃ لانہ لا یقام بالولی وکذلک الوصیۃ علی اصلہ تحققت الضرورۃ الی تنفیذہ منہ اما البیع والشراء یتولاہ الولی فلا ضرورۃ ہہنا ولنا ان التصرف المشروع صدر من اہلہ فی محلہ عن ولایۃ شرعیۃ فوجب تنفیذہ علی ما عرف تقریرہ فی الخلافیات والصبا سبب الحجر لعدم الہدایۃ لا لذاتہ وقد ثبتت نظرا الی اذن الولی وبقاء ولایتہ لنظر الصبی لاستیفاء المصلحۃ بطریقین واحتمال تبدل الحال بخلاف الطلاق والعتاق لانہ ضرر محض فلم یؤہل لہ والنافع المحض کقبول الہبۃ والصدقۃ یؤہل لہ قبل الاذن والبیع والشراء دائر بین النفع والضرر فیجعل اہلا لہ بعد الاذن لا قبلہ لکن قبل الاذن یکون موقوفا منہ علی اجازۃ الولی لاحتمال وقوعہ نظرا وصحۃ التصرف فی نفسہ وذکر الولی فی الکتاب ینتظم الاب والجد عند عدمہ والوصی والقاضی والوالی بخلاف صاحب الشرط لانہ لیس الیہ تقلید القضاۃ والشرط ان یعقل کون البیع سالبا للملک جالبا للربح والتشبیہ بالعبد الماذون یفید ان ما یثبت فی العبد من الاحکام یثبت فی حقہ لان الاذن فک الحجر والماذون یتصرف باہلیۃ نفسہ عبدا کان او صبیا فلا یتقید تصرفہ بنوع دون نوع ویصیر ماذونا بالسکوت کما فی العبد ویصح اقرارہ بما فی یدہ من کسبہ وکذا بمورثہ فی ظاہر الروایۃ کما یصح اقرار العبد ولا یملک تزویج عبدہ ولا کتابتہ کما فی العبد والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء بمنزلۃ الصبی یصیر ماذونا باذن الاب والجد والوصی دون غیرہم علی ما بیناہ وحکمہ حکم الصبی واللہ اعلم۔

اگر طفل کے ولی نے طفل کو تجارت کی اجازت دی تو یہ صرف خرید و فروخت مین ہے جیسے غلام ماذون مین ہوتا ہے پس طفل

ماذون ہو جائیگا بشرطیکہ خرید و فروخت کو وہ سمجھتا ہو حتی کہ اس طفل ماذون کا تصرف نافذ ہو جائیگا - اور امام شافعی نے فرمایا کہ اسکا تصرف نافذ نہین ہوگا کیونکہ اسکا مجبور ہونا بوجہ بچپن کے ہے تو جب تک بچپن باقی ہے مجبور باقی رہیگا اور اس دلیل سے کہ بچہ تو خود ایسا ہے کہ اسپر دوسرا ولی مقرر کیا گیا ہے حتی کہ ولی جو کچھ اسپر تصرف کرے وہ نافذ ہوتا ہے اور ولی اسکو مجبور کر سکتا ہے تو بچہ خود ولی نہین ہو سکتا تو یہ مثل طلاق و عتاق کے ہو گیا یعنی طفل کا طلاق و عتاق صحیح نہین ہے اگرچہ ولی اسکی اجازت دیدے اسی طرح تجارت کی اجازت بھی نہین جائز ہے بخلاف روزہ و نماز کے کیونکہ انکی اقامت بذریعہ ولی کے نہین ہوتی ہے پس امام شافعی رح کے نزدیک اصل یہ ہے کہ جو تصرف بذریعہ ولی کے متحقق ہوتا ہے وہ طفل کے ذریعہ سے صحیح نہوگا ورنہ صحیح ہوگا لہذا وصیت مین بھی انکے نزدیک یہی حکم ہے تو طفل کی جانب سے وصیت نافذ کرنے کی ضرورت متحقق ہوئی - اور رہی خرید و فروخت تو ولی اسکا متولی ہوتا ہے پس طفل کی طرف سے نافذ کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ طفل ماذون کی طرف سے خرید و فروخت ایسا تصرف مشروع ہے جو شرعی ولایت کے ساتھ ایسے شخص سے صادر ہوا جسکو اس کام کی لیاقت ہے اور ایسے محل مین صادر ہوا جو اسکے واسطے صالح ہے تو اسکا نافذ کرنا واجب ہے جیسا کہ خلافیات مین بیان ہوا ہے اور بچپن اسوجہ سے مجبور ہونے کا سبب ہے کہ اسوقت تصرف کا ڈھنگ حاصل نہین ہوتا ہے اور اپنی ذات سے اسکا سبب نہین ہے اور یہان ولی کی اجازت دینے سے معلوم ہوا کہ اسکو ڈھنگ حاصل ہو گیا لیکن باوجود اسکے ولی کی ولایت اسوجہ سے باقی رہی کہ طفل کی مصلحتین دو طریق سے پوری ہون یعنی طفل کو خود بھی ڈھنگ حاصل ہے اور ولی بھی دیکھ بھال سکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید حال بدل جاوے پس تجارتی اجازت مین اسکا تصرف جائز ہے بخلاف طلاق و عتاق کے کہ وہ محض ضرر ہے تو طفل کو اسکی لیاقت ہونا معتبر نہین ہے اگرچہ ولی کی اجازت ہو اور جو چیز محض نفع ہو جیسے ہبہ یا صدقہ قبول کرنا تو اسکے واسطے طفل لائق سمجھا جائیگا اگرچہ اجازت نہو - اور رہی خرید و فروخت تو وہ نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہے پس ولی کی اجازت کے بعد طفل اس کام کے واسطے لائق اعتبار کیا جائیگا اور ولی کی اجازت سے پہلے لائق نہین سمجھا جائیگا لیکن اجازت سے پہلے ہی اسکی خرید و فروخت موقوف رہیگی حتی کہ اگر ولی اجازت دیدے تو جائز ہو جائیگی کیونکہ شاید وہ بہتری کے ساتھ واقع ہوئی ہو اور ذاتی لیاقت کی وجہ سے یہ تصرف صحیح ہوگا پھر کتاب مین جو ولی کا لفظ فرمایا وہ باپ کو اور جب وہ زندہ نہو تو دادا کو اور وصی و قاضی و والی ملک سب کو شامل ہے اور صاحب الشرط کو نہین شامل ہے کیونکہ صاحب الشرط کو یہ اختیار نہین ہوتا کہ قاضی مقرر کرے پھر طفل کے ماذون ہونے مین یہ شرط ہے کہ وہ اسقدر سمجھتا ہو کہ کوئی چیز فروخت کر دینے سے اس چیز سے ملکیت جاتی رہتی ہے اور نفع حاصل ہوتا ہے پھر طفل ماذون کو غلام ماذون کے ساتھ تشبیہ دینے مین یہ فائدہ ہے کہ جو احکام غلام ماذون کے حق مین ثابت ہوئے وہ طفل ماذون کے حق مین بھی ثابت ہونگے اسواسطے کہ اجازت دینا تو ہمارے نزدیک حجر دور کرنا ہوتا ہے اور ماذون اپنی ذاتی لیاقت سے تصرف کرتا ہے خواہ وہ غلام ہو یا طفل ہو پس طفل ماذون کا تصرف بھی کسی قسم تجارت کے ساتھ خاص نہوگا اور اگر ولی نے اسکو خرید و فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو وہ ماذون ہو جائیگا جیسے غلام کی صورت مین ہوتا ہے اور طفل ماذون کے قبضہ مین جو کچھ کمائی ہے اسکی بابت اسکا اقرار صحیح ہوگا - اور اگر اسنے اپنے مورث کے ترکہ میراث مین کسی چیز کی نسبت غیر کے واسطے اقرار کیا تو بھی ظاہر الروایۃ مین صحیح ہے جیسے غلام کا اقرار اپنی کمائی مین صحیح ہوتا ہے اور طفل ماذون کو یہ اختیار نہین کہ اپنی کمائی کے غلام کا بیاہ کرے یا اسکو مکاتب کرے جیسے غلام ماذون کو یہ اختیار نہین ہوتا - معتوہ جسکو خرید

Marfat.com

دوسرے وجہ کی سمجھ ہے وہ بمنزلہ طفل کے ہے کہ اپنے باپ یا دادا یا وصی کی اجازت دینے سے ماذون ہو جائیگا اور دوسرون کی اجازت دینے سے ماذون نہوگا اور اسکا حکم وہی ہے جو طفل کا حکم ہے واللہ تعالے اعلم ف اگر قاضی نے طفل یا معتوہ کو اجازت دی پھر قاضی معزول ہوا تو یہ اپنی اجازت پر باقی رہینگے ۔ ع

کتاب الغصب

یہ کتاب غصب کرنے کے بیان میں ہے

الغصب فی اللغۃ عبارۃ عن اخذ الشئ من الغیر علی سبیل التغلب للاستعمال فیہ بین اہل اللغۃ وفی الشریعۃ اخذ مال متقوم محترم بغیر اذن المالک علی وجہ یزیل یدہ حتی کان استخدام العبد وحمل الدابۃ غصبا دون الجلوس علی البساط ثم ان کان مع العلم بحکمہ المأثم والمغرم وان کان بدونہ فالضمان لانہ حق العبد فلا یتوقف علی قصدہ ولا اثم لان الخطاء موضوع ۔ لغت میں غصب کے معنے غیر کا مال بطور تغلب لے لینا کیونکہ اہل لغت اسی معنے میں استعمال کرتے ہیں اور شریعت میں کسیکا مال قیمتی محترم بدون اجازت مالک کے ایسے طور پر لینا کہ مالک کا قبضہ زائل کرے حتی کہ کسی کے غلام کو اپنی خدمت میں لگانا یا اسکے جانور پر لادنا بلا اجازت غصب ہے اور اسکے بچھونے پر بیٹھنا غصب نہیں ہے ۔ پھر اگر اسنے جان بوجھ کر یہ غصب کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہے کہ غاصب گنہگار اور ضامن ہوگا اور اگر بغیر جانے ہو تو حکم یہ کہ غاصب ضامن ہوگا کیونکہ یہ بندہ کا حق ہے تو اسکے قصد پر موقوف نہیں ہے اور گناہ اسواسطے نہوگا کہ خطا سے جو فعل سرزد ہوا اسکا گناہ اٹھا دیا گیا ہے ۔ قال ومن غصب شیئا لہ مثل کالمکیل والموزون فہلک فی یدہ فعلیہ مثلہ وفی بعض النسخ فعلیہ ضمان مثلہ ولا تفاوت بینہما وہذا لان الواجب ہو المثل لقولہ تعالی فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم ولان المثل اعدل لما فیہ من مراعاۃ الجنس والمالیۃ فکان ادفع للضرر اگر کسی نے ایسی چیز غصب کی کہ اسکا مثل موجود ہوتا ہے جیسے کیلی و وزنی چیزیں پھر وہ اسکے قبضہ میں تلف ہو گئی تو اسپر واجب ہے کہ اسکے مثل ادا کرے اسواسطے کہ مثل ہی واجب ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا فمن اعتدے علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدے علیکم یعنی جسنے تم پر عدوان کیا تو تم بھی اسکے مثل عدوان کرو یعنی برابر عوض لو زیادتی مت کرو ۔ اور اس دلیل سے کہ مثل لینے میں زیادہ انصاف ہے کیونکہ اسمیں جنس اور مالیت کی رعایت دونوں جانب سے موجود ہے تو ضرر بخوبی دفع ہوگا ۔ قال فان لم یقدر علی مثلہ فعلیہ قیمتہ یوم یختصمون وہذا عند ابی حنیفۃ رح وقال ابو یوسف رحمہ اللہ یوم الغصب وقال محمد رح یوم الانقطاع لابی یوسف رح انہ لما انقطع التحق بالمعدوم فیعتبر قیمتہ یوم انعقاد السبب اذ ہو الموجب ولمحمد رح ان الواجب المثل فی الذمۃ وانما ینتقل الی القیمۃ بالانقطاع فیعتبر قیمتہ یوم الانقطاع ولابی حنیفۃ رح ان النقل لا یثبت بمجرد الانقطاع ولہذا لو صبر الی ان یوجد جنسہ لہ ذلک وانما ینتقل بقضاء القاضی فیعتبر قیمتہ یوم الخصومۃ والقضاء بخلاف ما لا مثل لہ لانہ مطالب بالقیمۃ باصل السبب کما وجد فیعتبر قیمتہ عند ذلک ۔ پھر اگر غاصب کو اسکا مثل دستیاب نہو تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ قیمت جو قاضی سے نالش کرنے کے روز ہے اور ابو یوسف رح نے کہا کہ وہ قیمت جو غصب کے روز تھی اور امام محمد رح نے کہا کہ وہ قیمت جو منقطع ہو جانے

کے روز تھی۔ امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ مثلی چیز کا دستیاب ہونا جب منقطع ہوا تو وہ ایسی چیزوں میں شامل
ہوگئی جسکا مثل نہیں ہوتا ہے تو اسکی وہ قیمت معتبر ہوگی جو اس سبب کے پائی جانے کے دن تھی کیونکہ یہی موجب ہے
اور امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ واجب تو اسکے ذمہ مثل ہے اور قیمت کی جانب منتقل ہونا اسی جہت سے ہوا کہ اسکا ہاتھ
آنا منقطع ہوا تو منقطع ہونے کے دن جو قیمت ہو وہی لازم ہوگی۔ اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ خالی منقطع ہونے
سے اسکا حق منتقل بجانب قیمت نہیں ہوتا ہے لہذا اگر وہ صبر کرے یہانتک کہ اسکا مثل پایا جاوے پھر اسکا مثل لے
تو مالک کو یہ اختیار ہوتا ہے اور قیمت کی جانب منتقل ہونا جب ہی ہوتا ہے کہ قاضی حکم دے تو قیمت وہ معتبر ہوگی جو اس
کرنے و حکم قاضی کے روز تھی۔ بخلاف ایسی چیز غصب کرنے کے جسکا مثل نہیں ہوتا ہے کہ اسمین ضمان کا سبب یعنی غصب
پائی جانے سے قیمت کا مطالبہ ثابت ہوتا ہے تو اسمین وہ قیمت معتبر ہوگی جو غصب کرنے کے روز تھی ف اور جامع صغیر
سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں امامون مین کچھ اختلاف نہیں ہے بلکہ قول ابی حنیفہ رح پر سب متفق ہین ع۔ قال وما
لامثل له فعليه قيمته يوم غصبه معناه العدديات المتفاوتة لانه لما تعذر مراعاة الحق في الجنس فيراعى
في المالية وحدها دفعا للضرر بقدر الامكان اما العددي المتقارب فهو كالمثلي حتى يجب مثله
لقلة التفاوت وفي البر المخلوط بالشعير القيمة لانه لامثل له۔ اور اگر مغصوب ایسی چیز ہو جسکا مثل نہیں ہے
تو غاصب پر اسکی وہ قیمت واجب ہوگی جو غصب کرنے کے روز تھی اور اسکے معنے یہ ہین کہ گنتی کی چیزین جنمین
تفاوت ہوتا ہے وہ غیر مثلی ہین ف یعنی مثلاً کوئی بکری غصب کرکے تلف کی تو اسکے مثل ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں
ہوسکتا ہے کہ دوسری بکری مین اسیقدر گوشت اور ویسی ہی دودھ وغیرہ ہے اسیواسطے ہر ایک بکری کی قیمت علیحدہ
مقرر ہوتی ہے بخلاف گیہون کے کہ ایک گیہون کی مثل دوسرے گیہون ممکن ہوتے ہین اسیواسطے وہ سیرون کے
شمار سے لیے جاتے ہین پس حاصل یہ کہ جس چیز کی افراد مین تفاوت ہو تو وہ غیر مثلی ہے پس اسکو غصب کرکے تلف
کرنے مین روز خصومت کی قیمت واجب ہوگی۔ ع۔ اسوجہ سے کہ مالک کے حق کی نگہداشت جب جنس معلوم ممکن
نہوئی تو خالی مالیت مین ملحوظ رکھی جائیگی تاکہ جہانتک ممکن ہے ضرر دفع ہو اور رہین وہ چیزین جو گنتی سے کمتی ہین
لیکن باہم قریب قریب ہین جیسے اخروٹ و انڈے وغیرہ تو وہ گیہون کی طرح یعنی کیلی ہین حتی کہ اسکا مثل واجب
ہوگا کیونکہ تفاوت کم ہوتا ہے اور جو گیہون ملے ہوئے جسکو کجی کہتے ہین وہ قیمتی ہے یعنے اسکے تلف کرنے مین قیمت
واجب ہوگی کیونکہ اسکا مثل نہیں ہے۔ قال وعلى الغاصب رد العين المغصوبة معناه ما دام قائما لقوله عليه
السلام على اليد ما اخذت حتى تؤدي وقال عليه السلام لا يحل لاحد ان ياخذ متاع اخيه لاعبا ولا جادا
فان اخذه فليرده عليه ولان اليد حق مقصود وقد فوتها عليه فيجب اعادتها بالرد اليه وهو الموجب
الاصلي على ما قالوا ورد القيمة مخلص خلفا لانه قاصر اذ الكمال في رد العين والمالية وقيل الموجب
الاصلي القيمة ورد العين مخلص ويظهر ذلك في بعض الاحكام۔ اور واضح ہو کہ غاصب نے جو چیز غصب کی
اسپر وہی واپس کرنا واجب ہے اور اسکے معنے یہ ہین کہ جب تک وہ چیز قائم ہو تب تک وہی واپس کرنا واجب ہے کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس ہاتھ نے جو لیا وہ اسکا ضامن ہے یہانتک کہ واپس کرے۔ رواہ ابو داؤد والترمذی
والنسائی وابن ماجہ واحمد والطبرانی والحاکم وہو حدیث حسن۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسیکو یہ
حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کی چیز لے نہ بطور لعب کے اور نہ قصداً پھر اگر لے لی تو اسکو وہی واپس کردے۔ رواہ ابو داؤد
والترمذی واحمد وابن ابی شیبہ واسحاق والطیالسی والبخاری فی الادب والحاکم۔ اور اس دلیل سے کہ آدمی کا قبضہ بھی

Marfat.com

ایک حق مقصود ہوتا ہے یعنی اس سے آدمی ہر طرح کا انتفاع حاصل کرتا ہے حالانکہ غاصب نے اسکا قبضہ مٹا دیا تو اسپر واجب ہے
کہ دوبارہ اسکے قبضہ مین اسطرح لاوے کہ وہی چیز اسکو پھیر دے پھر موافق قول مشائخ کے غصب کا اصلی حکم یہی ہے یعنی بعینہ
یہی چیز واپس کرنا اصلی حکم ہے اور رہا قیمت واپس کرنا تو چٹکارے کے واسطے اسکا خلیفہ ہے کیونکہ اوسے ناقص ہے اسواسطے کہ
کمال تو یہ ہے کہ عین شے مع مالیت واپس کرے اور بعض مشائخ نے کہا کہ غصب کا اصلی حکم یہ ہے کہ قیمت واپس لے اور بعینہ
وہ چیز واپس دینا چٹکارے کے واسطے ہے اور اس اختلاف کا ثمرہ بعض احکام مین ظاہر ہوتا ہے ف ولکن قول اول اصح
ہے کہ بعینہ وہ چیز واپس کرنا اصلی حکم ہے۔ والواجب الرد فی المکان الذی غصبہ لتفاوت القیم بتفاوت الاماکن
اور واجب یہ ہے کہ اسی جگہ واپس کرے جہان غصب کی تھی کیونکہ جگہون کے مختلف ہونے سے قیمتون مین اختلاف
ہو جاتا ہے۔ فان ادعی ہلاکہا حبسہ الحاکم حتی یعلم انہا لو کانت باقیۃ لاظہرہا او تقوم بینۃ ثم قضی علیہ ببدلہا
لان الواجب رد العین والہلاک بعارض فہو یدعی امرا عارضا خلاف الظاہر فلا یقبل قولہ کما اذا
ادعی الافلاس وعلیہ ثمن متاع فیحبس الی ان یعلم ما یدعیہ فاذا علم الہلاک سقط عنہ ردہ فیلزمہ رد بدلہ
ہو القیمۃ۔ پھر اگر غاصب نے دعوی کیا کہ مال مغصوب تلف ہو گیا تو حاکم اسکو قید خانہ مین رکھیگا یہانتک کہ یہ بات ظاہر ہو کہ اگر
وہ چیز باقی ہوتی تو غاصب اسکو نکالتا یعنی اس قید کی مشقت سے چھوٹنے کے واسطے ضرور ظاہر کرتا پس اپنی رائے سے اتنی
مدت تک قید رکھے یا غاصب اسکے تلف ہو جانے پر گواہ قائم کرے پھر قاضی اس غاصب پر مال مغصوب کے عوض کا حکم کریگا
اسکی وجہ یہ ہے کہ غاصب پر بعینہ مال مغصوب واپس کرنا واجب تھا اور تلف ہونا ایک امر عارضی ہے پس وہ ایک ایسے
امر عارضی کا دعوی کرتا ہے جو ظاہر کے خلاف ہے تو خالی اسکا قول قبول نہوگا جیسے کسی خریدار نے جسپر مبیع کے دام آتے ہین
اپنی افلاس کا دعوی کیا تو خالی دعوی قبول نہین ہوتا بلکہ وہ محبوس کیا جاتا ہے یہانتک کہ جو دعوی کرتا ہے وہ معلوم
ہو جاوے اسی طرح غاصب سے دعوی قبول نہوگا بلکہ قید کیا جائیگا پھر جب معلوم ہو گیا کہ مال مغصوب تلف ہو گیا ہے
تو عین مغصوب واپس کرنا اسکے ذمہ سے ساقط ہو گیا پس اسکا عوض واپس کرنا لازم ہوا اور وہ قیمت ہے۔ قال والغصب
فیما ینقل ویحول لان الغصب بحقیقتہ یتحقق فیہ دون غیرہ لان ازالۃ الید بالنقل۔ واضح ہو کہ غصب
ایسی ہی چیزون مین متحقق ہوتا ہے جنکو منتقل کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھنا ممکن ہو کیونکہ درحقیقت غصب ایسی ہی
اعیان منقولہ مین متحقق ہوتا ہے اور غیر منقولہ مین نہین متحقق ہوتا کیونکہ قبضہ زائل کرنا تو منتقل کرنے کے ذریعہ سے ہوتا ہے
ف پس زمین و درخت و عمارت کا غصب متحقق نہوگا۔ واذا غصب عقارا فہلک فی یدہ لم یضمنہ وہذا
عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رح وقال محمد رح یضمنہ وہو قول ابی یوسف رح الاول وبہ قال الشافعی
رح لتحقق اثبات الید ومن ضرورتہ زوال ید المالک لاستحالۃ اجتماع الیدین علی محل واحد فی
حالۃ واحدۃ فتحقق الوصفان وہو الغصب علی ما بیناہ فصار کالمنقول وبحود الودیعۃ ولہما ان
الغصب اثبات الید بازالۃ ید المالک بفعل فی العین وہذا لا یتصور فی العقار لان ید المالک لا تزول
الا باخراجہ عنہا وہو فعل فیہ لا فی العقار فصار کما اذا ابعد المالک عن الماشی وفی المنقول النقل
فعل فیہ وہو الغصب ومسالۃ الجحود ممنوعۃ ولو سلمت فالضمان ہناک بترک الحفظ الملتزم وبالجحود
تارک لذلک۔ اگر کوئی عقار غصب کیا اور وہ اسکے قبضہ مین تلف ہوا مثلاً کوئی زمین غصب کی جو دریا برد ہو گئی یا
عمارت غصب کی جو منہدم ہو گئی تو غاصب اسکا ضامن نہوگا اور یہ امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رح کا مذہب ہے اور امام محمد رح نے
فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور یہی ابو یوسف رح کا پہلا قول تھا اور یہی قول شافعی رح ہے کیونکہ غاصب کی طرف سے اپنا قبضہ

Marfat.com

ثابت کرنا پایا گیا اور یہ بالضرور مستلزم ہے کہ مالک کا قبضہ زائل ہو کیونکہ یہ امر محال ہے کہ ایک چیز پر ایک ہی حالت میں متخالف دو قبضہ جمع ہوں پس یہاں دونوں وصف پائے گئے یعنی غاصب کا قبضہ قائم ہونا اور مالک کا قبضہ زائل ہونا دونوں امر پائے گئے اور یہی غصب ہے چنانچہ ہمنے اوپر بیان کر دیا تو عقار کا حکم ایسا ہو گیا جیسے مال منقول کو غصب کرنا یا ودیعت سے انکار کرنا۔ اور امام ابو حنیفہ رح و ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ جب مال عین میں کوئی ایسا فعل کرے کہ جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو کر غاصب کا قبضہ قائم ہو تو وہ غصب ہے اور یہ بات عقار میں متصور نہیں اسواسطے کہ عقار کے مالک کا قبضہ زائل نہیں ہوگا لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مالک کو عقار سے خارج کر دیا جائے ولیکن یہ فعل عقار کے اندر نہ ہوگا بلکہ مالک کے اندر ہوگا تو یہ ایسا ہو گیا جیسے گلہ مویشی سے اسکے مالک کو دور ہٹا دیا یعنی اگر اس صورت میں گلہ تلف ہو تو غصب نہیں ہے برخلاف منقول کے کہ مال منقول کو منتقل کرنا اس مال کے اندر ایک فعل ہے اور یہی غصب ہوتا ہے اور رہا انکار ودیعت کا مسئلہ ممنوع ہے یعنے اگر کسی کے پاس عقار ودیعت رکھا پھر وہ ودیعت سے منکر ہوا تو اصح قول پر بالاتفاق ضامن نہوگا۔ کما فی المبسوط۔ تو ضامن ہونے کا حکم ممنوع ہے اور اگر ہم اسکو مان لیں تو بھی ودیعت کی صورت میں تاوان اسوجہ سے لازم آتا ہے کہ جس حفاظت کا اسنے التزام کیا تھا وہ چھوڑ دی اور ودیعت سے انکار کرنے میں بھی لازم آتا ہے۔ قال وبالنقص منہ بفعلہ او سکناہ ضمنہ فی قولہم جمیعا لانہ اتلاف والعقار یضمن بہ کما اذا نقل ترابہ لانہ فعل فی العین ویدخل فیما قالہ اذا انہدمت الدار بسکناہ وعملہ فلو غصب دارا و باعہا وسلمہا واقر بذلک والمشتری ینکر غصب البائع ولا بینۃ لصاحب الدار فہو علی الاختلاف فی الغصب ہو الصحیح۔ اور عقار غصب میں سے جو کچھ اسکے فعل یا سکونت سے ناقص ہو گیا تو امام ابو حنیفہ رح و صاحبین و شافعی رح سب کے نزدیک ضامن ہوگا کیونکہ یہ تلف کرنا ہوا اور تلف کرنے کی وجہ سے عقار کی ضمانت واجب ہوتی ہے جیسے عقار کی مٹی منتقل کرے تو ضامن ہے کیونکہ یہ اس عین عقار کے اندر اپنا فعل ہے ف اور نقصان دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دیکھا پہلے کتنے کو فروخت ہوتا اور بعد نقصان کے کتنے کو فروخت ہوتا ہے اور جو کچھ فرق ہو یہی نقصان ہے ع۔ اور مصنف رح کے قول میں یہ صورت بھی باقی ہے کہ غاصب کی سکونت سے یا اسکے فعل سے دار مغصوبہ منہدم ہو گیا اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر ایک دار مغصوب کو فروخت کیا اور مشتری کے سپرد کر دیا پھر اسکے غصب کا اقرار کیا حالانکہ مشتری اس امر سے منکر ہے کہ بائع نے غصب کیا ہے اور مالک مکان کے پاس گواہ نہیں ہیں کہ میری ملک ہے تو اسمیں وہی اختلاف مذکور ہے جو غصب میں مذکور ہوا اور یہی صحیح ہے ف یعنی ابو حنیفہ و ابو یوسف رح کے نزدیک عقار میں غصب نہیں تو بائع ضامن نہوگا اور امام محمد و شافعی و زفر رح کے نزدیک ضامن ہوگا ع۔ قال وان انتقص بالزراعۃ یلزم النقصان لانہ اتلف البعض فیاخذ راس مالہ ویتصدق بالفضل قال رح وہذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رح وقال ابو یوسف رح لا یتصدق بالفضل وسنذکر الوجہ من الجانبین۔ اور اگر غاصب کی زراعت سے زمین کو نقصان پہونچا تو مالک کے واسطے نقصان کا ضامن ہوگا کیونکہ غاصب نے بعض کو تلف کر دیا پس وہ اپنا راس المال لے لے اور زیادتی کو صدقہ کر دے۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کا قول ہے اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ زیادتی کو صدقہ نہیں کریگا اور دونوں جانب کی دلیل کو ہم ان شاء اللہ تعالی بیان کرینگے۔ قال واذا ہلک المنقول فی ید الغاصب بفعلہ او بغیر فعلہ ضمنہ وفی اکثر نسخ المختصر واذا ہلک الغصب والمنقول ہو المراد لما سبق ان الغصب فیما ینقل وہذا لان العین دخل فی ضمانہ بالغصب السابق اذ ہو السبب وعند العجز عن ردہ یجب ردہ القیمۃ او ینقدر بذلک السبب ولہذا تعتبر قیمتہ یوم الغصب وان نقص فی یدہ ضمن النقصان لانہ دخل جمیع اجزائہ

Marfat.com

فی ضمانہ بالغصب لما تعذر رد عینہ یجب رد قیمتہ بخلاف تراجع السعر اذا ارد فی مکان الغصب لانہ عبارۃ عن فتور الرغبات دون فوت الجزء وبخلاف المبیع لانہ ضمان عقد اما الغصب فقبض والاوصاف تضمن بالفعل لا بالعقد علی ما عرف قال عز ومراده غیر الربوی اما فی الربویات لا یمکنہ تضمین النقصان مع استرداد الاصل لانہ یودی الی الربوا۔ اور اگر غاصب کے قبضہ مین مال منقول تلف ہوا خواہ اُسکے فعل سے یا بغیر فعل تلف ہوا بہر حال وہ اسکا ضامن ہوگا اور اکثر نسخون مین یون لکھا کہ مال مغصوب تلف ہوا اور مراد یہی ہے کہ مال منقول مین سے جو غصب کیا تھا وہ تلف ہوا کیونکہ پہلے بیان ہو چکا کہ غصب ایسے ہی مال مین متحقق ہوتا ہے جو منقول ہو اور ضامن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غصب سابق کی وجہ سے یہ مال اُسکی ضمانت مین داخل ہو گیا اسواسطے کہ غصب ہی اسکا سبب ہے اور جب اُسکی واپسی سے عاجز ہوا تو اُسکی قیمت واپس کرنا واجب ہوئی یا جو لوگ کہتے ہین کہ قیمت ہی واپس کرنا اصل ہے تو تلف ہونے سے یہ سبب متقرر ہو گیا اور چونکہ غصب سابق ہی اسکا سبب ہوتا ہے اسیواسطے وہ قیمت معتبر ہوتی ہے جو غصب کے روز تھی۔ اور اگر جو مال مغصوب تلف نہوا بلکہ اُسکے قبضہ مین ناقص معیوب ہو گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ غصب کی وجہ سے اس چیز کے جملہ اجزاء اُسکی ضمانت مین داخل ہو چکے پس جس جزو کو بعینہ واپس کرنا متعذر ہو تو اُسکی قیمت واپس کرنا واجب ہوگی اور یہ نقصان کی صورت مین ہوتا ہے بخلاف اسکے اگر بھاؤ گھٹ گیا حالانکہ مال جہان غصب کیا تھا وہین واپس کیا تو بالاتفاق گھٹی کا ضامن نہوگا کیونکہ بھاؤ گھٹنے کے تو یہ معنے ہین کہ رغبتین سست ہو گئین اور یہ معنی نہین کہ اس چیز مین سے کوئی جزو جاتا رہا پھر یہ غصب مین ہوتا ہے بخلاف مبیع کے کہ بائع کے پاس اُسکا کوئی وصف ناقص ہو گیا تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ بیع تو ضمان عقد ہے اور غصب ضمان قبض ہے اور اوصاف کی ضمانت بوجہ فعل کے لازم آتی ہے اور بوجہ عقد کے لازم نہین آتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا یعنے کتاب البیع مین معلوم ہوا کہ اوصاف کے مقابلہ مین کچھ ثمن نہین ہوتا ہے ہین اور غصب مین معلوم ہوا کہ عین مغصوب مین غاصب کے فعل سے تاوان واجب ہوتا ہے شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہان مراد ایسے مال مین جنمین بیاج جاری نہین ہوتا ہے اور اگر بیاجی مال ہون تو اصل واپس کرنے کے باوجود نقصان کا تاوان لینا ممکن نہین ہے کیونکہ اس سے بیاج لازم آئیگا ف کیونکہ بیاجی مالون مین کمزاد کھوٹا برابر ہوتا ہے لہذا اگر کھرے گیہون غصب کرکے اُنمین پانی ملا دیا پھر یہ واپس کیے گئے تو کوئی مقداری کمی نہین ہے پھر نقصان لینا بیاج ہو جائیگا۔ قال ومن غصب عبدا فاستغلہ فنقصتہ الغلۃ فعلیہ النقصان لما بینا۔ اگر کسی نے دوسرے کا غلام غصب کرکے اُسکو اجارہ پر دیا پھر اجارہ کے کام سے اُسمین نقصان آیا یعنی غلام اس مزدوری کے کام مین ناقص ہو گیا تو غاصب پر اُسکا نقصان واجب ہوگا کیونکہ ہمنے اوپر بیان کیا کہ غصب کی وجہ سے اُسکے تمام اجزاء غاصب کی ضمانت مین داخل ہو گئے۔ ویتصدق بالغلۃ قال رحمہ وہذا عندہما ایضا وعندہ لا یتصدق بالغلۃ۔ اور اسکی اجرت کو صدقہ کر دے شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی امام ابو حنیفہ و محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اجرت کو صدقہ نہین کریگا ف لیکن فقیہ ابو اللیث نے لکھا کہ آخر ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کرکے اتفاق کیا۔ وعلی ہذا الخلاف اذا اجر المستعیر المستعار۔ اور اسی طرح اگر مستعیر نے مستعار چیز کو اجارہ پر دیکر اجرت حاصل کی تو اُسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک مستعیر کو یہ اجرت حلال ہے اور اُن دونون کے نزدیک حلال نہین ہے بلکہ صدقہ کر دے۔ لابی یوسف رح انہ حصل فی ضمانہ وملکہ اما الضمان فظاہر وکذلک الملک فی المضمون لان المضمونات تملک باداء الضمان مستندا الی وقت الغصب عندنا۔ الم ابو یوسف رح

کی دلیل یہ ہے کہ مال مغصوب غاصب کی ضمان و ملکیت مین آگیا تو ضمانت مین آنا تو ظاہر ہے اور اسی طرح مضمون کی ملکیت بھی ظاہر ہے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک یہ قرار پایا کہ مضمون چیزین ادائے ضمانت سے اُسی وقت سے ملکیت مین آجاتی ہین جس وقت غصب واقع ہوا اختلاف — تو جب وہ مالک بھی ٹھہرا تو اُسنے جو کچھ کرایہ کمایا وہ اُسکو حلال ہے۔ ولہما انہ حصل بسبب خبیث وہو التصرف فی ملک الغیر وما ہذا حالہ فسبیلہ التصدق اذ الفرع یحصل علی وصف الاصل والملک المستند ناقص فلا ینعدم بہ الخبث۔ اور امام ابوحنیفہ رح و محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ کرایہ مذکور ایک خبیث ذریعہ سے حاصل ہوا اور ذریعہ خبیث یہ ہے کہ دوسرے کی ملکیت مین اُسنے تصرف کیا اور جو مال ایسے ذریعے سے حاصل ہو اُسکی راہ یہ ہوتی ہے کہ صدقہ کردے اسواسطے کہ اصل کی جو صفت ہے خرابی اُسی صفت پر حاصل ہوگی یعنے جیسے غلام مغصوب حرام ہے ویسے ہی اُسکا کمایا ہوا کرایہ بھی حرام ہے اور وقت غصب سے ملکیت کا استناد ایک ملک ناقص ہے کہ اس سے یہ خبث دور نہ ہوگا۔ فلو ہلک العبد فی ید الغاصب حتی ضمنہ لہ ان یستطیب بالغلۃ فی ادار الضمان لان الخبث لاجل المالک ولہذا لو ادی الیہ یباح لہ التناول فیزول الخبث بالادار الیہ بخلاف ما اذا باعہ فہلک فی ید المشتری ثم استحق وغرمہ لیس لہ ان یستطیب بالغلۃ فی ادار الثمن الیہ لان الخبث ما کان بحق المشتری الا اذا کان لا یجد غیرہ لانہ محتاج الیہ فلہ ان یصرفہ الی حاجۃ نفسہ فلو اصاب مالا یتصدق بمثلہ ان کان غنیا وقت الاستعمال وان کان فقیرا فلا شئ علیہ لما ذکرنا۔ پھر اگر غاصب کے پاس یہ غلام تلف ہوگیا حتی کہ وہ اسکا ضامن ٹھہرا یعنی اُسکی قیمت تاوان دینے کا لازم آئی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ ادائے تاوان مین اس کرایہ سے مدد لے اسواسطے کہ کرایہ مین خبث تو مالک کی جہت سے تھا ولہذا اگر غاصب اس کرایہ کو مالک کو دیدیتا تو اس کرایہ سے غاصب کو بھی تناول کرنا مباح ہوجاتا اگرچہ تونگر ہو پس اُسکو ادا کرنے کی وجہ سے خبث جاتا رہتا بخلاف اسکے اگر وہ غلام فروخت کردیا اور مشتری کے پاس بعد قبضہ کے تلف ہوگیا پھر مالک نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور مشتری سے اپنا تاوان لے لیا تو غاصب بائع کو یہ اختیار نہین ہے کہ مشتری کے دام ادا کرنے مین اس کرایہ سے مدد لے کیونکہ کرایہ مین جو خبث ہے وہ مشتری کے حق کی وجہ سے نہین ہے بلکہ حق مالک کی وجہ سے ہے لیکن اگر بائع کے پاس سوائے اس کرایہ کے اور کچھ نہو تو بالفعل ادا کرسکتا ہے کیونکہ وہ اسکی جانب محتاج ہے تو اپنی ذاتی ضرورت مین صرف کرے پھر جب کبھی اُسکو مال ملے تو اسکی مثل صدقہ کردے بشرطیکہ استعمال ثمن کے وقت تونگر ہو اور اگر اُسوقت فقیر تھا تو اُسپر کچھ واجب نہین کیونکہ وہ اسکا محتاج تھا۔ قال ومن غصب الفا فاشتری بہا جاریۃ فباعہا بالفین ثم اشتری بالالفین جاریۃ فباعہا بثلثۃ الاف درہم فانہ یتصدق بجمیع الربح وہذا عندہما وجملۃ ان الغاصب کالمودع اذا تصرف فی المغصوب اذا الودیعۃ وربح لا یطیب لہ الربح عندہما خلافا لابی یوسف رح وقد مرت الدلائل وجوابہما فی الودیعۃ اظہر لانہ لا یستند الملک الی ما قبل التصرف لانعدام سبب الضمان فلم یکن التصرف فی ملکہ ثم ہذا ظاہر فیما یتعین بالاشارۃ اما فیما لا یتعین کالثمنین فقولہ فی الکتاب فاشتری بہا اشارۃ الی ان التصدق انما یجب اذا اشتری بہا ونقد منہا الثمن اما اذا اشار الیہا ونقد من غیرہا او نقد منہا واشار الی غیرہا او اطلق اطلاقا ونقد منہا یطیب لہ وہکذا قال الکرخی رح لان الاشارۃ اذا کانت لا تفید التعیین لا بد ان یتاکد بالنقد لیتحقق الخبث وقال مشایخنا رح لا یطیب لہ قبل ان یضمن وکذا بعد الضمان بکل حال وہو المختار لاطلاق الجواب فی الجامعین والمبسوط۔ اگر زید نے بکر کے ہزار درم غصب کرکے انھین درمون کے عوض ایک باندی

Marfat.com

خریدی پھر وہ دو ہزار درم کو بیچی پھر دو ہزار کے عوض ایک باندی خرید کر تین ہزار درم کو بیچی تو وہ سب نفع صدقہ کردے اور یہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کا قول ہے اور اصل یہ ہے کہ غاصب یا مستودع نے اگر مال مغصوب یا ودیعت مین تصرف کیا اور نفع اٹھایا تو امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک یہ نفع اسکو پاکیزہ نہین ہے بخلاف قول ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک پاکیزہ ہے اور دونون فریق کے دلائل اوپر مذکور ہو چکی اور ودیعت کی صورت مین امام ابو حنیفہ و محمد رح کی دلیل زیادہ واضح ہے کیونکہ تصرف سے پہلے ملکیت کا استناد نہین ہے اسلیے کہ ضامن ہونے کا سبب ندارد ہے تو اپنی ملک مین تصرف نہوگا پھر نفع کا پاکیزہ نہونا ایسے مال مغصوب مین ظاہر ہے جو اشارہ سے متعین ہو جاتا ہے اور رہا ایسا مال مغصوب جو متعین نہین ہوتا جیسے درم و دینار تو اسمین اختلاف ہے پس کتاب مین جو فرمایا کہ انھین درمون کے عوض ایک باندی خریدی - یہ اشارہ ہے کہ نفع صدقہ کرنا جب ہی واجب ہوگا کہ جب انھین درمون کے عوض خریدے اور انھین درمون سے دام ادا کرے ورنہ اگر ان درمون کی جانب اشارہ کرے مگر دوسرے درمون سے ادا کرے یا دوسرے درمون کی جانب اشارہ کرے مگر ان درمون سے ادا کرے یا بیع مطلق رکھے یعنی مین نے ہزار درم کو خریدی مگر دام انھین درمون سے ادا کرے تو ان تین صورتون مین نفع اسکے واسطے حلال ہوگا ایسا ہی شیخ کرخی رح نے ذکر کیا ہے یعنے یہ مشائخ عراق کا قول ہے اسواسطے کہ اشارہ سے جب تعین کا فائدہ نہین ہوتا ہے تو نجاست متحقق ہونے کے واسطے ضرور ہوا کہ انھین درمون سے ادا ہو کر تاکید ہو جاوے ف اور اسی قول کرخی رح پر فتوی ہے۔ الذخیرہ والینابیع - اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ خواہ عنان دینے سے پہلے ہو یا بعد عنان کے ہو بہر حال کسی صورت مین اسکو نفع حلال نہین ہے اور یہی حکم مختار ہے کیونکہ جامع صغیر و کبیر و مبسوط مین نفع نجس ہونے کا حکم مطلق ہے ف یعنی کسی صورت کا استثنا نہین ہے

قال وان اشتری بالالف جاریۃ تساوی الفین فوصلہا او طعاما فاکلہ لم یتصدق بشیٔ وہذا قولہم جمیعا لان الربح انما یتبین عند اتحاد الجنس - اور اگر ان ہزار کے عوض ایک باندی جو دو ہزار قیمت کے برابر ہے خرید کر کسی کو ہبہ کردی یا کوئی اناج خرید کر اسکو کھا لیا تو کچھ صدقہ نہ کرے اور یہ بالاتفاق سب کا قول ہے اسواسطے کہ نفع ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ جب جنس متحد ہو ف یعنی اگر یہ باندی یا یہ اناج درمون سے فروخت کیا جاتا تو ہزار سے زیادتی البتہ نفع ظاہر ہوتا حالانکہ یہ نہین ہوا - پھر جامع ابو الیسر مین مذکور ہے کہ بقول صحیح اس باندی سے وطی کرنا یا یہ اناج کھانا حلال نہین ہے ع -

فصل

فیما یتغیر بفعل الغاصب قال واذا تغیرت العین المغصوبۃ بفعل الغاصب حتی زال اسمہا واعظم منافعہا زال ملک المغصوب منہ عنہا وملکہا الغاصب وضمنہا ولا یحل لہ الانتفاع بہا حتی یؤدی بدلہا کمن غصب شاۃ وذبحہا وشواہا او طبخہا او حنطۃ فطحنہا او حدیدا فاتخذہ سیفا او صفرا فعملہ آنیۃ وہذا کلہ عندنا وقال الشافعی رح لا ینقطع حق المالک وہو روایۃ عن ابی یوسف رح غیر انہ اذا اختار اخذ الدقیق لا یضمنہ النقصان عندہ لانہ یؤدی الی الربوا وعند الشافعی رح یضمنہ وعن ابی یوسف رح انہ یزول ملکہ عنہ لکنہ یباح فی دینہ وہو احق بہ من الغرماء بعد موتہ للشافعی رح ان العین باق فیبقی علی ملکہ وتتبعہ الصنعۃ کما اذا ہبت الریح فی الحنطۃ والقتہا فی طاحونۃ الغیر فطحنت ولا معتبر بفعلہ لانہ محظور فلا یصلح سببا للملک علی ما عرف فصار کما اذا انعدم الفعل اصلا وصار کما اذا ذبح الشاۃ المغصوبۃ وسلخہا واربہا -

فصل ایسے مغصوب کے بیان مین جو غاصب کے فعل سے متغیر ہو جاوے

اگر مین مغصوب اپنے غاصب کے فعل سے اسطرح متغیر ہو گئی کہ اسکا نام بدل گیا اور اسکے منافع مین سے بڑی منفعت مٹ گئی تو مالک کی ملکیت اس چیز سے زائل ہو جائیگی اور غاصب اسکا مالک ہو جائیگا اور اسپر تاوان واجب ہوگا لیکن اس سے انتفاع حلال نہین ہے یہانتک کہ اسکا عوض ادا کرے مثلاً کسی شخص نے ایک بکری غصب کرکے ذبح کی اور اسکو بھونا یا پکایا یا کسی نے گیہون غصب کرکے انکو پسایا یا لوہا غصب کرکے اسکی تلوار بنائی یا پیتل یا تانبا غصب کرکے اسکے برتن بنائے تو یہی حکم ہے کہ حق مالک منقطع ہو جائیگا اور غاصب اسکا مالک ہو جائیگا اور اسپر تاوان واجب ہوگا اور یہ سب ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مالک کا حق منقطع نہین ہوگا اور یہی ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اگر مالک نے آٹا لینا اختیار کیا تو اس سے نقصان نہین لے سکتا ہے کیونکہ اس سے ربوا لازم آویگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک نقصان لے سکتا ہے اور ابو یوسفؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ مالک کی ملکیت اس چیز سے زائل ہو جائیگی لیکن اگر غاصب مرجاوے تو اسکی موت کے بعد اصل مالک کے قرضہ مین یہ چیز فروخت کیجائیگی یعنے مثلاً آٹا بیچکر اسکے مثل گیہون کے مانند گیہون خریدے جائینگے اور مالک کو ادا کیے جائینگے اور دیگر قرضخواہون کے بہ نسبت مالک اسکا زیادہ حقدار ہوگا۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ مال مین ابھی باقی ہے تو اصل مالک کی ملکیت پر باقی رہیگا اور غاصب کا فعل اسکے تابع ہے یعنے غاصب اپنی صنعت کا مالک ہے جیسے کسی کے گیہون مین ہوا کا جھونکا لگا جسنے اڑا کر اسکو دوسرے کی چکی مین ڈالدیا پس وہ پس گئی تو یہان آٹا مالک کا ہوتا ہے تو غصب کی صورت مین بھی یہی ہوگا اور غاصب کے فعل کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ وہ فعل حرام ہے پس وہ ملک کا سبب نہین ہو سکتا ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا یعنے شافعی رح کے اصول سے معلوم ہوا کہ نعمت ملکیت حاصل ہونے کا سبب فعل حرام نہین ہوتا تو یہ فعل ایسا ہے کہ جیسے بالکل فعل نہ ہوا یعنے اس فعل کا ہونا اور نہونا یکسان ہے اور ایسا ہو گیا جیسے کسی نے دوسرے کی بکری غصب کرکے ذبح کی اور اسکی کھال کھینچکر اسکے اعضا الگ کر دیے حالانکہ اس فعل سے غاصب اسکا مالک نہین ہو جاتا ہے۔ ولنا انہ احدث صنعۃ متقومۃ فصیر حق المالک حالکا من وجہ الاتری انہ تبدل الاسم وفات معظم المقاصد وحقہ فی الصنعۃ قائم من کل وجہ فیترجح علی الاصل الذی ہو فائت من وجہ ولا نجعلہ سببا للملک من حیث انہ محظور بل من حیث انہ احداث الصنعۃ بخلاف الشاۃ لان اسمہا باق بعد الذبح والسلخ۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ غاصب نے اسمین ایک قیمتی صنعت پیدا کر دی تو ایک وجہ سے اسنے حق مالک کو نیست کر دیا کیا نہین دیکھتے ہو کہ اسکا نام بدل گیا اور اکثر مقاصد جاتے رہے اور اس صنعت مین غاصب کا حق ہر وجہ سے قائم ہے تو اسکو اصل حق پر جو ایک وجہ سے ضائع ہے ترجیح ہوگی اور ہم غاصب کے فعل کو ملکیت کا سبب اس راہ سے نہین گردانتے ہین کہ وہ حرام ہے یعنی حرام ہونے کی راہ سے وہ ملکیت کا سبب نہین ہے بلکہ اس راہ سے وہ ملکیت کا سبب ہے کہ اسنے ایک صنعت جدید پیدا کی بخلاف بکری کے مسئلہ کے جو شافعی رح نے پیش فرمایا کیونکہ بعد ذبح کرنے و کھال کھینچنے کے بھی بکری کا نام باقی ہے تو اس سے نقض وارد نہین ہوتا ہے پس اصل وجہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب نام اور معظم منفعت زائل ہو جاوے تو مالک کا حق منقطع ہوگا ورنہ نہین ع۔ وہذا الوجہ یشمل الفصول المذکورۃ وتفرع علیہ فیرعا فاحفظہ۔ اور یہ وجہ ان تمام مسائل کو شامل ہے جو اس ذیل مین مذکور ہوئی اور اسی پر دوسرے مسائل متفرع ہوتے ہین اور اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ وقولہ ولا یحل لہ الانتفاع بہا حتی یودی بدلہا استحسانا والقیاس ان یکون لہ ذلک وہو قول حسن وزفر رح وہکذا عن ابی حنیفۃ رح رواہ فقیہ ابو اللیث رح ووجہ ثبوت الملک المطلق للتصرف الاتری

Marfat.com

انہ لو وہبہ او باعہ جاز وجہ الاستحسان قولہ علیہ السلام فی الشاۃ المذبوحۃ المصلیۃ بغیر رضا صاحبہا اطعموھا الاساری افاد الامر بالتصدق زوال ملک المالک وحرمۃ الانتفاع للغاصب قبل الارضاء ولان فی اباحۃ الانتفاع فتح باب الغصب فیحرم قبل الارضاء حسما لمادۃ الفساد۔ اور یہ فرمایا کہ غاصب کو اس متغیر سے نفع لینا جائز نہیں ہے یہانتک کہ اسکا عوض ادا کرے تو یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ اسکو انتفاع حلال ہو اور یہی زفر و حسن رح کا قول ہے اور یہی فقیہ ابو اللیث نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ تصرف کے واسطے ملک مطلق حاصل ہو گئی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اگر وہ اس چیز کو ہبہ یا بیع کرے تو جائز ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی بکری کے حق میں جو بغیر رضامندی مالک کے ذبح کی گئی و بھونی گئی تھی فرمایا کہ اسکو قیدیوں کو کھلا دو یعنے صدقہ کر دو پس صدقہ کرنے کے حکم سے یہ بات نکلی کہ مالک کی ملکیت زائل ہوئی ولیکن مالک کو راضی کرنے سے پہلے غاصب کو اس سے نفع اٹھانا حرام ہے اور اس دلیل سے کہ انتفاع مباح ہونے کا حکم دینے میں غصب کا دروازہ کھولنا لازم آتا ہے لہذا راضی کرنے سے پہلے انتفاع حرام کیا گیا تاکہ مادہ فساد بالکل منقطع ہو۔ ولنا ذبیحۃ وہبۃ مع الحرمۃ لقیام الملک کما فی الملک الفاسد۔ اور اسکی بیع یا ہبہ باوجود حرمت کے اسوجہ سے نافذ ہو جاتا ہے کہ غاصب کی ملکیت موجود ہے جیسے ملک فاسد میں ہوتا ہے ف۔ اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جب غاصب نے مال مغصوب کو بگاڑ دیا حتی کہ اسپر ضمان واجب ہوئی تو اس سے غاصب کو حلال ہو جاتی ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ضمان ادا کرنے پر حلال ہوتی ہے اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے۔ الخلاصہ۔ بدلیل اس حدیث کے جو مصنف نے ذکر فرمائی اور وہ ابو داؤد نے ایک صحابی انصاری سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے اور آپ قبر پر بیٹھے کھودنے والے کو بتلاتے تھے کہ پیر دن کی جانب کشادہ کر اور سر کی جانب کشادہ کر پھر جب لوٹے تو ایک عورت کی طرف سے دعوت بلانے والا ملا تو آپ تشریف لیگئے اور کھانا رکھا گیا تو آپ نے ہاتھ ڈالا اور دوسرے لوگ بھی کھانے لگے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لقمہ کو منہ میں پھراتے تھے پس فرمایا کہ میں ایسی بکری کھاتا ہوں جو اپنے مالک کے بغیر اجازت لی گئی ہے پس اس عورت نے کہلا بھیجا کہ یا رسول اللہ میں نے بقیع میں بکری خریدنے کو بھیجا تھا تو وہاں نہیں ملی پھر میں نے اپنے پڑوسی کو دام بھیجے تو اسنے نہیں لیے پھر میں نے اسکی عورت کو دام بھیجے تو اسنے مجھے بکری بھیجدی پس آپ نے فرمایا کہ اسکو قیدیوں کو کھلا دے ورواہ احمد۔ اور اسکی اسناد حسن ہے اور عاصم بن کلیب ثقہ ہے اور کلیب بن شہاب بھی ثقہ ہے چنانچہ بخاری نے رفع الیدین میں اس سے روایت کی اور ابن سعد نے کہا کہ ثقہ ہے اور ابن حبان نے اسکو ثقات میں لکھا اور اسکو دارقطنی نے بھی روایت کیا اور اسکی اسناد میں جمر بن الربیع ہے صاحب التنقیح نے کہا کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اسکو ثقہ کہا اور محمد بن العلاء نے متابعت کی اور دوم یہ حدیث ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چنانچہ طبرانی نے معجم اوسط میں کہا کہ حدثنا احمد بن القاسم طائی حدثنا بشر بن الولید حدثنا ابو یوسف القاضی عن ابی حنیفۃ عن عاصم بن الکلیب عن ابی بردۃ عن ابی موسی الخ اور اس روایت میں ہے کہ آنحضرت نے اس بکری کے گوشت سے تھوڑا اپنے منہ میں ڈالکر چبایا مگر وہ آپکے حلق سے نہیں اوترتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس گوشت کا کیا حال ہے تو کہا گیا کہ فلان شخص کی بکری ہمنے ذبح کرلی کہ جب وہ آویگا تو اسکو ثمن دیکر راضی کرلینگے پس آپ نے فرمایا کہ اسکو قیدیوں کو کھلا دو۔ ع۔ دارقطنی نے عبد الواحد بن زیاد عن عاصم بن کلیب یہی حدیث روایت کی پھر عبد الواحد بن زیاد سے اسناد کیا کہ میں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا کہ اگر ایک شخص دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف کرکے نفع اٹھا دے تو وہ نفع صدقہ کر دے ابو حنیفہ نے کہا کہ میں نے اسی حدیث عاصم بن کلیب سے نکالا۔ واذا ادی البدل یباح لہ لان

Marfat.com

حق المالک صار موفیا بالبدل فحصلت مبادلۃ بالتراضی وکذا اذا ابراہ لسقوط حقہ وکذا اذا ادی بالقضا او ضمنہ الحاکم او ضمنہ المالک لوجود الرضا منہ لانہ لا یقضی الا بطلبہ۔ اور جب غاصب نے اسکے مالک کو اسکا عوض ادا کر دیا تو اسکو تبادل مباح ہے کیونکہ عوض دینے سے مالک کا حق پورا ہو گیا تو باہمی رضامندی سے مبادلہ ہو گیا اور اسی طرح اگر مالک نے اسکو بری کر دیا تو بھی مباح ہے کیونکہ بری کرنے سے مالک کا حق ساقط ہو گیا اسی طرح اگر غاصب نے بحکم قاضی ادا کیا یا حاکم نے اسکو ضامن کر دیا یا مالک نے اسکو ضامن کیا تو بھی مباح ہے کیونکہ مالک کی طرف سے رضامندی پائی گئی اسلئے کہ قاضی بدون اسکے مطالبہ کے حکم نہیں کریگا۔ وعلی ہذا الخلاف اذا غصب حنطۃ فزرعہا او نواۃ فغرسہا غیران عند ابی یوسف رح یباح الانتفاع فیہا قبل اداء الضمان لوجود الاستہلاک من کل وجہ بخلاف ما تقدم لقیام العین فیہ من وجہ وفی الحنطۃ یزرعہا لا یتصدق بالفضل عندہ خلافا لہما واصلہ ما تقدم۔ اور ایسا ہی اختلاف اسوقت ہے کہ کسی نے گیہون غصب کرکے انکی زراعت کی یا گٹھلیاں غصب کرکے انکو بویا تو بخلاف زفر رح کے منصوب سے نفع اٹھانا قبل ادائے عوض کے حلال نہیں ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں ادائے ضمان سے پہلے نفع اٹھانا مباح ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ہر طرح سے مالک کا مال مستہلک ہو گیا بخلاف مسئلہ سابق یعنی بکری ذبح کر ڈالنے یا گیہون پیس ڈالنے کے کہ انمیں مال عین ایک وجہ سے باقی ہے اور گیہون غصب کرکے زراعت کرنے کی صورت میں جو زیادتی حاصل ہوئی وہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک نہیں صدقہ کریگا اور صاحبین رح کے نزدیک صدقہ کریگا اور اسکی اصل وہی ہے جو سابق گذری۔ قال وان غصب فضۃ او ذہبا فضربہا دراہم او دنانیر او انیۃ لم یزل ملک مالکہا عنہا عند ابی حنیفۃ رح فیاخذہا ولا شیء للغاصب وقالا یملکہا الغاصب وعلیہ مثلہا لانہ احدث صنعۃ معتبرۃ صیرت حق المالک ہالکا من وجہ الا تری انہ کسرہ وفات بعض المقاصد والتبر لا یصلح راس المال فی المضاربات والشرکات والمضروب یصلح لذلک ولان العین باق من کل وجہ الا تری ان الاسم باق ومعناہ الاصلی الثمنیۃ وکونہ موزونا وانہ باق حتی یجری فیہ الربوا باعتبارہ وصلاحیتہ لراس المال من احکام الصنعۃ دون العین وکذا الصنعۃ فیہا غیر متقومۃ مطلقا لانہ لا قیمۃ لہا عند المقابلۃ بجنسہا۔ اور اگر غاصب نے چاندی یا سونا غصب کرکے اسکے درم یا دینار یا برتن بنائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسنے مالک کی ملک نہیں زائل ہو گی پس مالک انکو لے لیگا اور غاصب کے واسطے کچھ نہیں ملیگا (یہی مالک و شافعی رح و احمد کا قول ہے ع) اور صاحبین رح نے فرمایا کہ غاصب انکا مالک ہو جائیگا اور غاصب پر انکے مثل تاوان واجب ہوگا کیونکہ غاصب نے ایک صنعت معتبرہ پیدا کی جسنے ایک وجہ سے مالک کا حق مٹا دیا۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ غاصب نے انکو توڑ ڈالا اور بعضے مقاصد جاتے رہے مثلاً بغیر سکہ کے وہ متعین ہو سکتے تھے اور اب نہیں ہو سکتے ہیں اور بغیر سکہ کے وہ مضاربت و شرکت کا راس المال نہیں ہو سکتے تھے اور اب ہو سکتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ مال عین ہر طرح سے باقی ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ نام باقی ہے اور اسکے اصلی معنی یعنے ثمن ہونا اور وزنی ہونا یہ بھی باقی ہیں حتی کہ اسی لحاظ سے انمیں ربوا جاری ہوتا ہے اور رہی راس المال ہونے کی صلاحیت تو یہ صنعت کے احکام میں سے ہے نہ مال عین کے یعنی یہ مال عین سے زائد ایک چیز ہے تو اسکا اعتبار نہیں اور اسی طرح سونے و چاندی میں صنعت بھی کسی حال میں قیمتی نہیں ہوتی ہے تو صنعت معتبرہ نہیں ہوئی اسواسطے کہ جب سونے کو سونے کے مقابلہ میں یا چاندی کو چاندی کے مقابلہ میں کیا جائے تو اس صنعت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے ف بلکہ سونے کے مقابلہ میں سونا برابر ہونا چاہیے اور زیادتی بیاج ہے تو معلوم ہوا کہ صنعت کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ قال ومن غصب ساجۃ فبنی علیہا زال ملک

Marfat.com

المالک عنہا ولزم الغاصب قیمتہا وقال الشافعی رح للمالک اخذہا والوجہ من الجانبین قدمناہ ووجہ آخر لنا فیہ ان فیما ذہب الیہ اضرارا بالغاصب بنقض بنائہ الحاصل من غیر خلف وضرر المالک فیما ذہبنا الیہ مجبور بالقیمۃ فصار کما اذا خاط بالخیط المغصوب بطن جاریتہ او عبدہ او ادخل اللوح المغصوب فی سفینتہ ثم قال الکرخی والفقیہ ابو جعفر الہندوانی رحمہما انما لا ینقض اذا بنی فی حوالی الساحۃ اما اذا بنی علی نفس الساحۃ ینقض لانہ متعد فیہ وجواب الکتاب یرد ذلک وہو الاصح۔ اگر کسی نے ساکھو غصب کرکے اسپر عمارت بنائی تو مالک کی ملکیت اس سے زائل ہو جائیگی اور غاصب پر اسکی قیمت لازم آویگی اور امام شافعی رحمہ نے فرمایا کہ مالک کو اسکے لے لینے کا اختیار ہے اور دونون طرف کے دلائل ہمنے پہلے بیان کردیے ہین اور ہمارے واسطے ایک دوسری دلیل ہمارے قول کی یہ ہے کہ جو کچھ شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا اسمین غاصب کا ضرر ہے کہ اسکی عمارت توڑ دیجائیگی اور بجاے اسکے غاصب کو کچھ نہین ملیگا اور جو مذہب ہمنے اختیار کیا اسمین مالک کا ضرر اسواسطے نہین ہے کہ قیمت سے اسکا جبر نقصان کردیا جاتا ہے تو ایسا ہوگیا جیسے کسی نے تاگا غصب کرکے اس سے اپنے غلام یا باندی کا پیٹ سیا یعنی پیٹ پھٹ گیا تھا اسمین ٹانکے دیے یا ایک تختہ غصب کرکے اپنی کشتی مین جڑا یعنی بالاتفاق کشتی توڑکر تختہ نکالنے یا زخم توڑکر تاگا لینیکا حکم نہین ہوتا ہے۔ پھر کرخی و ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ غاصب کی عمارت اسوقت نہین توڑی جائیگی کہ جب اسنے ساکھو کے گرد پیش عمارت بنائی ہو اور اگر خود اسنے ساکھو پر عمارت بنائی ہو تو عمارت توڑ دیجائیگی کیونکہ وہ ظلم مین تجاوز کرنے والا ہے۔ شیخ مصنف رحمہ نے کہا کہ کتاب مین جو حکم مذکور ہوا وہ قول کرخی و ابو جعفر کو رد کرتا ہے اور یہی اصح ہے ف یعنی کتاب مین صاف مذکور ہے کہ ساکھو غصب کرکے اسپر عمارت بنائی پس خواہ ساکھو پر عمارت بنادے خواہ ساکھو کے گرد پیش عمارت بنادے کسی صورت مین ضامن نہوگا اور یہی اصح ہے۔ قال ومن ذبح شاۃ غیرہ فمالکہا بالخیار ان شاء ضمنہ قیمتہا وسلمہا الیہ وان شاء ضمنہ نقصانہا وکذا الجزور وکذا اذا قطع یدہا ہذا ہو ظاہر الروایۃ ووجہہ انہ اتلاف من وجہ باعتبار فوت بعض الاغراض من الحمل والدر والنسل وبقاء بعضہا وہو اللحم فصار کالخرق الفاحش فی الثوب ولو کانت الدابۃ غیر ماکول اللحم فقطع الغاصب طرفہا للمالک ان یضمنہ جمیع قیمتہا لوجود الاستہلاک من کل وجہ بخلاف قطع طرف المملوک حیث یاخذہ مع ارش المقطوع لان الآدمی یبقی منتفعا بہ بعد قطع الطرف۔ اگر کسی نے دوسرے کی بکری ذبح کرڈالی تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اس سے بکری کی قیمت لیکر مذبوحہ اسکو دیدے اور چاہے تو مذبوحہ رکھکر اس سے نقصان لے لے یعنی مذبوحہ اور زندہ کی قیمت مین جو فرق ہوتا ہے وہ نقصان لے لے اور یہی حکم اونٹ وغیرہ مین ہے۔ اور اسی طرح اگر بکری یا اونٹ وغیرہ کے ہاتھ کاٹ ڈالے تو بھی یہی حکم ہے اور ظاہر الروایۃ یہی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک وجہ سے مال تلف کرنا ہوا اس لحاظ سے کہ سواری و دودھ و نسل وغیرہ کے بعض مقاصد جاتے رہے اور گوشت کا مقصد البتہ باقی رہا تو ایسا ہوگیا جیسے کپڑے مین بہت شگاف کردیا تو مالک کو ضمان یا نقصان کا اختیار ہوتا ہے۔ اور اگر یہ ایسا جانور ہو جو کھایا نہین جاتا ہے اور غاصب نے اسکا کوئی ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس سے پوری قیمت تاوان لے کیونکہ ہر طرح سے تلف کرنا پایا گیا بخلاف اسکے اگر مملوک کا کوئی ہاتھ یا پانون کاٹا تو جو عضو کاٹا اسکے جرمانہ کے ساتھ وہ مملوک کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ کوئی ہاتھ یا پانون کٹ جانے کے بعد بھی آدمی اس قابل رہتا ہے کہ اس سے نفع اٹھایا جاے۔ قال ومن خرق ثوب غیرہ خرقا یسیرا ضمن نقصانہ والثوب لمالکہ لان العین قائم من کل وجہ وانما دخلہ عیب فیضمنہ۔ اور اگر ایک نے دوسرے کے کپڑے مین خفیف شگاف کردیا تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا اور کپڑا اپنے مالک کی ملک ہے کیونکہ مال مین ہر طرح

قائم ہو صرف اسمین ایک عیب آگیا ہو پس وہ نقصان کا ضامن ہوگا۔ وان خرق خرقا کثیرا تبطل عامۃ منافعہ فلمالکہ ان یضمنہ جمیع قیمتہ لانہ استہلاک من ہذا الوجہ فکانہ احرقہ قال رح معناہ یترک الثوب علیہ وان شاء اخذ الثوب وضمنہ النقصان لانہ تعیب من وجہ من حیث ان العین باق وکذا البعض المنافع قائم ثم اشارۃ الکتاب الی ان الفاحش ما یبطل بہ عامۃ المنافع والصحیح ان الفاحش ما یفوت بہ بعض العین وجنس المنفعۃ ویبقی بعض العین وبعض المنفعۃ والیسیر ما لا یفوت بہ شئی من المنفعۃ وانما یدخل فیہ النقصان لان محمدا رح جعل فی الاصل قطع الثوب نقصانا فاحشا والفائت بہ بعض المنافع۔ اور اگر اُسنے کپڑے مین بہت شگاف کردیا جس سے کپڑے کے اکثر منافع مٹ گیے تو مالک کو اختیار ہو کہ اُس سے پوری قیمت تاوان لے کیونکہ اس راہ سے یہ فعل اس کپڑے کا تلف کرنا ہوا تو گویا اُسنے کپڑا جلا دیا شیخ مصنف رح نے فرمایا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ چاہے یہ کپڑا اس غاصب کے پاس چھوڑ کر قیمت لے لے اور چاہے کپڑا لیکر اُس سے نقصان کا تاوان لے لے کیونکہ یہ ایک راہ سے کپڑے کا عیب دار کرنا ہوا کہ عین کپڑا مع بعض منافع کے باقی ہو۔ پھر کتاب کا اشارہ یہ ہو کہ شگاف کثیر وہ کہلاتا ہو جس سے اکثر منافع باطل ہو جائین ولیکن قول صحیح یہ ہو کہ شگاف کثیر وہ ہو جس سے بعض عین و جنس منفعت زائل ہو اور بعض عین و بعض منفعت باقی رہے اور شگاف خفیف وہ ہوتا ہو جس سے کچھ منفعت زائل نہو بلکہ کپڑے مین نقصان آجاوے (خفیف وہ کہ بعض منفعت بدون عین کے زائل ہو الفتاوی الصغری ۱۲) اسواسطے کہ امام محمد رح نے کتاب مبسوط مین کپڑا قطع کرنے کو نقصان فاحش قرار دیا حالانکہ اس سے بعض منافع زائل ہوے ہین۔ قال ومن غصب ارضا فغرس فیہا او بنی قیل لہ اقلع البناء والغرس ورد ما لقولہ علیہ السلام لیس لعرق ظالم حق ولان ملک صاحب الارض باق فان الارض لم تصر مستہلکۃ والغصب لا یتحقق فیہا ولا بد للملک من سبب فیومر الشاغل بتفریغہا کما اذا شغل ظرف غیرہ بطعامہ۔ اگر کسی نے دوسرے کی زمین غصب کرکے اُسمین پودے لگائے یا کوئی عمارت بنائی تو اُس سے کہا جائیگا کہ اپنی عمارت و پودے اکھاڑ لے اور خالی زمین واپس کردے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رگ ظالم کے واسطے کوئی حق نہین ہو اور اسواسطے کہ صاحب زمین کی ملکیت باقی ہو کیونکہ زمین کچھ مستہلک نہین ہوئی اور زمین مین غصب متحقق نہین ہوتا ہو حالانکہ ملکیت کے واسطے کوئی سبب ضرور ہوتا ہو یعنی وہ یہان موجود نہین ہو پس جسنے زمین کو پھنسا دیا اُسکو حکم دیا جائیگا کہ خالی کرے جیسے اپنا طعام دوسرے کے برتن مین بھرا تو اُسکو خالی کرنے کا حکم دیا جاتا ہو ف اور جس حدیث کا مصنف نے اشارہ کیا اُسکو چھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہو۔ اول حدیث سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے زمین مردہ کو زندہ کیا یعنی اُجاڑ جنگل کو قابل زراعت و باغ کیا تو وہ اُسکے واسطے ہوگی اور رگ ظالم کے واسطے کچھ حق نہین ہو۔ رواہ ابو داؤد والترمذی وقال حسن غریب ورواہ مالک والنسائی مرسلا۔ دوم حدیث عبادہ بن الصامت رواہ الطبرانی من حدیث ابی یوسف القاضی رح۔ سوم حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رواہ الطبرانی۔ چہارم حدیث عمرو بن عوف رواہ اسحاق والبزار والطبرانی۔ پنجم حدیث یکے از صحابہ رضی اللہ عنہ رواہ ابو داؤد۔ ششم حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا رواہ ابو داؤد والطیالسی والدارقطنی والبزار۔ امام ابو داؤد نے کہا کہ حضرت ہشام رح نے فرمایا کہ رگ ظالم سے یہ مراد ہو کہ ایک شخص دوسرے کی زمین مین بدون استحقاق پودے لگا دے اور چاہے کہ اس ذریعہ سے مستحق ہو جاوے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے دوسرے کی زمین مین بغیر اُسکی اجازت کھیتی بوئی تو کاشتکار کو اپنا نفقہ ملیگا اور کھیتی مین سے

اسکے واسطے کچھ نہوگا رواہ ابو عبید فی کتاب الاموال۔ پس کھیتی مالک زمین کے واسطے زیادتی اور اسپر کاشتکار کا فرض لازم
کیا ہے ع۔ فان کانت الارض تنقص لقلع ذلک فللمالک ان یضمن لہ قیمۃ البناء وقیمۃ الغرس مقلوعا
ویکونان لہ لان فیہ نظرا لہما ودفع الضرر عنہما وقولہ قیمتہ مقلوعا معناہ قیمۃ بناء او شجر یؤمر بقلعہ لان لہ فیہ
اذ لا قرار لہ فیہ فیقوم الارض بدون الشجر والبناء ویقوم وبہا الشجر او البناء لصاحب الارض ان یامر بالقلع
فیضمن بکمال ما بینہما۔ پھر اگر عمارت یا پودے اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہوتا ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ غاصب کو عمارت
یا پودوں کی قیمت اکھڑے ہوئے کے حساب سے دیدے اور یہ دونوں چیزیں مالک کے واسطے ہو جائینگی کیونکہ ایسا کرنے
میں دونوں کے واسطے بہتری اور دونوں سے دفع ضرر ہے اور یہ جو فرمایا کہ اکھڑے ہوئے کے حساب سے قیمت دیدے
اسکے معنی یہ ہیں کہ ایسی عمارت یا ایسے درختوں کی قیمت دے جنکے اکھاڑوانے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ غاصب کا حق ہے
کیونکہ اسکے واسطے زمین میں برقرار رکھنے کا حکم نہیں ہے پس اسکا طریقہ یہ ہے کہ قیمت زمین بدون درخت و عمارت کے
اندازہ کیجائے اور دوبارہ قیمت زمین مع ایسے درختوں و عمارت کے اندازہ کیجائے جنکے حق میں مالک زمین کو اکھڑوانے
کا اختیار ہے پس ان دونوں قیمتوں میں جو فرق ہے اسیقدر غاصب کو زمین کا مالک دیدے ف۔ اور یہ درخت
یا عمارت مالک زمین کی ملک ہو جائیگی۔ قال ومن غصب ثوبا فصبغہ احمر او سویقا فلتہ بسمن فصاحبہ بالخیار
ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوب ابیض وقیمۃ السویق وسلمہ للغاصب وان شاء اخذہما وغرم ما زاد الصبغ
والسمن فیہما وقال الشافعی رحمہ اللہ الثوب لصاحبہ ان یمسکہ ویامر الغاصب بقلع الصبغ بالقدر
الممکن اعتبارا للفصل ساحتہ بنی فیہا لان التمییز ممکن بخلاف السمن فی السویق لان التمییز متعذر
ولنا ما بینا ان فیہ رعایۃ الجانبین والخیرۃ لصاحب الثوب لکونہ صاحب الاصل بخلاف الساحۃ
بنی فیہا لان النقض لہ بعد النقض اما الصبغ فیتلاشی وبخلاف ما اذا الصبغ بہبوب الریح لانہ لا
جنایۃ لصاحب الصبغ لیضمن الثوب فیتملک صاحب الاصل الصبغ۔ اور اگر کسی نے ایک کپڑا غصب
کرکے اسکو سرخ رنگا۔ یا ستو غصب کرکے اسمیں مسکہ ملایا تو مالک کو اختیار ہوجاتا ہے چاہے کپڑے کی قیمت تاوان لے اور
اپنے ستو کے مثل ستو لے لے اور یہ کپڑا اور ستو غاصب کے سپرد کرے اور اگر چاہے تو ان دونوں کو لیکر رنگ یا مسکہ سے جو
زیادتی ہوئی ہے وہ دیدے اور امام شافعی نے کپڑے کے مسئلہ میں فرمایا کہ کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ اپنا کپڑا رکھ لے
اور غاصب کو حکم کرے کہ جہانتک ممکن ہو اپنا رنگ چھڑا لے اعتبار اس امر کا زمین کے تعمیر درخت یا عمارت بنانے کیوجہ
سے جدا کرنا ممکن ہے بخلاف ستو کے کہ اسمیں سے مسکہ نکالنا ممکن نہیں ہے اور ہماری دلیل وہی ہے جو ہمنے اوپر بیان
کی کہ حکم مذکور میں جانبین کی رعایت ہے اور کپڑے کے مالک کو اختیار اسوجہ سے دیا گیا کہ اصل کا مالک وہی ہے بخلاف
زمین میں درخت یا عمارت کے کیونکہ توڑ لینے کے بعد غاصب کو ٹوٹن ملتی ہے اور رنگ بعد ٹوٹنے کے برباد ہو جائیگا اور
بخلاف اسکے اگر ہوا کے جھونکے سے کپڑا اڑکر کسی کے رنگ میں گر کر رنگین ہو گیا کیونکہ اس صورت میں رنگ والے
کا کچھ قصور نہیں ہے تاکہ وہ کپڑے کا ضامن قرار پاوے پس کپڑے والا اختیار دیگا اس رنگ کا مالک ہو جائیگا۔
قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی اصل المسائل وان شاء ترک الثوب بامرہ ویضرب بقیمتہ ابیض وصاحب الصبغ
بما زاد الصبغ فیہ لان لہ ان لا یتملک الصبغ بالقیمۃ وعند امتناعہ تعین رعایۃ الجانبین فی البیع و
یتاتی ہذا فیما اذا صبغ الثوب بنفسہ وقد ظہر بما ذکرنا الوجہ فی السویق غیر ان السویق من ذوات
الامثال فیضمن مثلہ والثوب من ذوات القیم فیضمن قیمتہ وقال فی الاصل یضمن قیمۃ السویق

Marfat.com

لان السویق یتفاوت بالقلی فلم یبق مثلیا وقیل المراد منہ المثل سماہ بہ لقیامہ مقامہ والصفرۃ کالحمرۃ ولو صبغہ اسود فہو نقصان عند ابی حنیفۃ رح وعندہما زیادۃ وقیل ہذا اختلاف عصر وزمان وقیل ان کان ثوبا ینقصہ السواد فہو نقصان وان کان ثوبا یزید فیہ السواد فہو کالحمرۃ وقد عرف فی غیر ہذا الموضع ولو کان ثوبا ینقصہ الحمرۃ بان کانت قیمتہ ثلثین درہما فزاحمت بالصبغ الی عشرین فعن محمد رح انہ ینظر الی ثوب یزید فیہ الحمرۃ فان کانت الزیادۃ خمسۃ یاخذ ثوبہ وخمسۃ دراہم لان احدی الخمستین جبرت بالصبغ - اور ابو عصمہ سعد بن معاذ مروزی نے اصل مسئلہ مین کہا کہ کپڑے کے مالک کو یہ بھی اختیار ہی کہ وہ کپڑا فروخت کرے اور اسکے ثمن مین کپڑے کا مالک اپنے سپید کپڑے کے حساب سے حصہ دار ہوگا اور رنگ کا مالک بحساب زیادتی رنگ کے حصہ دار ہوگا کیونکہ کپڑے کے مالک کو اختیار ہی کہ قیمت دیکر رنگ کی ملکیت منظور نہ کرے اور اسکے انکار کی صورت مین بیع کے طریقہ سے جانبین کی رعایت متعین ہی لیکن ابو عصمہ کا یہ قول اصل مسئلہ مین نہین بلکہ اس صورت مین جاری ہوتا ہی کہ کپڑا خود بخود رنگ گیا ہو یعنے مالک کو یہ اختیار نہو کہ رنگنے والے سے تاوان لے - اور ہمارے بیان مذکورہ سے ستو کے مسئلہ مین بھی وجہ ظاہر ہوئی یعنے مسکہ مین خلط کرنے یا خود خلط ہوجانے مین بھی یہی دلیل جاری ہی جو کپڑے مین مذکور ہوئی صرف اتنا فرق ہی کہ ستو مثلی چیزون مین سے ہی تو اسکے مثل تاوان دیگا اور کپڑا ایسی چیزون مین سے ہی جسکا تاوان بقیمت ہوتا ہی مگر کتاب مبسوط مین مذکور ہی کہ ستو کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ بھوننے سے ستوؤن مین تفاوت ہوجاتا ہی تو وہ مثلی نہین رہتا ہی - امام اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہی اور بعض نے فرمایا کہ مبسوط مین قیمت سے مراد مثل ہی اور اسکو قیمت اسواسطے کہا کہ وہ اسکا قائم مقام ہوتی ہی - اور واضح ہو کہ زرد رنگ بھی مثل سرخ کے ہی اور اگر اسنے سیاہ رنگ ڈالا ہو تو یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نقصان ہی اور صاحبین کے نزدیک نقصان نہین بلکہ زیادت ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ اختلاف صرف اسی زمانہ کا اختلاف ہی یعنے امام ابو حنیفہ کے زمانہ مین بنو امیہ حاکم نے جو سیاہ رنگ سے نفرت کرتے تو اس رنگ کی بیقدری تھی اور صاحبین رح کے وقت مین عباسیہ حاکم تھے جو رنگ سیاہ پسند کرتے تھے جس سے اس رنگ کی قدر ہوگئی لہذا ناچار ہر ایک نے اپنے وقت مین رنگ سیاہ کی بابت جو کچھ دیکھا ویسا حکم دیا لہذا اب بھی جہان اس رنگ کی قدر یا بیقدری ہو تو اسی کے موافق حکم ہوگا - اور بعض نے کہا کہ اگر ایسا کپڑا ہو جسکو سیاہ رنگ سے نقصان پہونچتا ہی تو یہ رنگ نقصان سمجھا جائیگا اور اگر ایسا کپڑا ہو جسمین سیاہ رنگ سے قیمت بڑھتی ہی تو وہ مثل سرخی کے زیادتی سمجھا جائیگا اور یہ امر اس موقع کے سوائے دوسرے موقع مین بھی بیان ہوا ہی - اور اگر کوئی کپڑا ایسا ہو جسمین سرخی سے نقصان پہونچتا ہی یعنی قیمت گھٹتی ہی مثلاً ایک کپڑے کی قیمت پچیس درم تھی وہ رنگ سرخ کی وجہ سے گھٹ کر پندرہ درم رہگئی تو امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایسے کپڑے کو دیکھا جائے جسمین سرخی سے قیمت بڑھتی ہی پس اگر زیادتی مثلاً پانچ درم ہو تو مالک اپنا کپڑا اور پانچ درم لے لیگا کیونکہ ہر دو پانچ مین سے ایک کا نقصان بوجہ رنگ کے پورا ہوگیا ف اگر دوسرے کا تنور کھول دیا کہ وہ ٹھنڈا پڑگیا یعنی روٹیان لگانے کے قابل نرہا تو وہ اسقدر لکڑی کا ضامن ہوگا جس سے اسی طرح گرم ہوجائے - ع -

فصل

ومن غصب عینا فغیبہا فضمنہ المالک قیمتہا ملکہا وہذا عندنا وقال الشافعی رح لا یملکہا لان الغصب عدوان محض فلا یصلح سببا للملک کما فی المدبر ولنا انہ ملک البدل بکمالہ والمبدل قابل النقل من

الملک الی ملک فیملکہ دفعا للضرر عنہ بخلاف المدبر لانہ غیر قابل للنقل لحق المدبر نعم قد یفسخ التدبیر بالقضاء لکن البیع بعدہ یصادف القن۔ اگر غاصب نے کوئی مال عین غصب کرکے اسکو فائت کردیا پس مالک نے اس سے اس مال عین کی قیمت تاوان لے لی تو غاصب اسکا مالک ہوجائیگا اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ وہ مالک نہوگا اسواسطے کہ غصب محض ظلم ہے تو وہ نعمت ملکیت کا سبب نہین ہوسکتا جیسے مدبر مملوک کی صورت مین ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مالک نے پورا عوض پایا اور عوض ایسی چیز ہے جو ایک ملک سے دوسری ملک مین منتقل ہوسکتی ہے تو غاصب اسکا مالک ہوجائیگا تاکہ اسکی ذات سے اسکا ضرر دور ہو بخلاف مملوک مدبر کے کہ وہ قابل نقل نہین ہے اسلیے کہ اسکو مدبر ہونے کا حق حاصل ہے ہان کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قاضی کے حکم سے مدبر ہونا فسخ کردیا جاتا ہے تو پھر اسکے بعد جو بیع واقع ہوتی ہے وہ محض مملوک پر واقع ہوتی ہے۔ قال والقول فی القیمۃ قول الغاصب مع یمینہ لان المالک یدعی الزیادۃ وہو ینکر والقول قول المنکر مع یمینہ الا ان یقیم المالک البینۃ باکثر من ذلک لانہ اثبتہ بالحجۃ الملزمۃ اور قیمت کے بارہ مین قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا کیونکہ مالک تو زیادتی کا دعوی کرتا ہے اور غاصب اس سے انکار کرتا ہے اور قسم سے اسیکا قول قبول ہوتا ہے جو منکر ہو لیکن اگر مالک اس سے زیادہ قیمت ہونے پر گواہ قائم کرے تو اسکا دعوی ثابت ہوگا کیونکہ اسنے حجت ملزمہ سے ثابت کردیا۔ قال فان ظہرت العین وقیمتہا اکثر مما ضمن وقد ضمنہا بقول المالک او ببینۃ اقامہا او بنکول الغاصب عن الیمین فلا خیار للمالک وہو للغاصب لانہ تم لہ الملک بسبب اتصل بہ رضاء المالک حیث ادعی ہذا المقدار۔ پھر اگر یہ مال عین کسیوقت ظاہر ہوا حالانکہ اسکی قیمت اس مقدار سے زیادہ ہے جو غاصب نے تاوان دی مگر اسنے جو مقدار ادا کی وہ مالک کے کہنے پر ادا کی یا گواہ قائم کرنے پر ادا کی یا اس مقدار پر غاصب سے قسم لی گئی تھی اور اسنے قسم کھانے سے انکار کرکے یہ قیمت دیدی تو مالک کے واسطے کچھ اختیار نہوگا اور یہ چیز اب غاصب کے واسطے ہوگی کیونکہ غاصب کی ملکیت ایسے سبب سے پوری ہوچکی جسکے ساتھ مالک کی رضامندی موجود ہے کیونکہ مالک نے اسی مقدار کا دعوی کیا تھا۔ قال فان کان ضمنہ بقول الغاصب مع یمینہ فہو بالخیار ان شاء مضی الضمان وان شاء اخذ العین ورد العوض لانہ لم یتم رضاہ بہذا المقدار حیث یدعی الزیادۃ واخذہ دونہا لعدم الحجۃ ولو ظہرت العین وقیمتہا مثل ما ضمنہ او دونہ فی ہذا الفصل الاخیر فکذلک الجواب فی ظاہر الروایۃ وہو الاصح خلافا لما قالہ الکرخی رح انہ لا خیار لہ لانہ لم یتم رضاہ حیث لم یعط لہ ما یدعیہ والخیار لفوات الرضاء۔ اور اگر مالک نے غاصب کے قول مع قسم پر تاوان لیا ہو تو زیادہ قیمت ظاہر ہونے کی صورت مین مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان مذکور پورا کردے یعنی جائز رکھے اور چاہے مال عین لیکر جو عوض لیا ہے وہ واپس کردے کیونکہ اس مقدار کے ساتھ اسکی رضامندی پوری نہین ہوئی تھی کیونکہ وہ زیادہ کا دعوی کرتا تھا اور بغیر زیادتی کے لے لینا صرف اسوجہ سے تھا کہ اسکے پاس گواہ نہ تھے پس رضامندی ثابت نہوئی۔ اور اگر قسم سے غاصب کے کہنے پر تاوان لینے کی صورت مین جب مال عین ظاہر ہوا اور اسکی قیمت اس مقدار کے برابر ہے جو غاصب نے ادا کی یا اس سے کم ہے تو کرخی رحمہ اللہ کے نزدیک مالک کو واپس لینے کا اختیار نہین ہے اور ظاہر الروایۃ مین اسکو اختیار ہے کہ چاہے مال عین واپس لیکر تاوان پھیر دے اور یہی اصح ہے کیونکہ مالک کی رضامندی پوری نہین ہوئی اسلیے جو وہ دعوی کرتا تھا وہ اسکو نہین دیا گیا اور اختیار اسی وجہ سے حاصل ہوا کہ اسکی رضامندی پوری نہین ہوئی ف نہ اسوجہ سے کہ اسکی قیمت پوری نہین ہے۔ قال ومن غصب عبدا فباعہ فضمنہ المالک قیمتہ فقد جاز بیعہ وان اعتقہ ثم ضمن القیمۃ لم یجز عتقہ لان الملک الثابت فیہ ناقص لثبوتہ مستندا او ضرورۃ ولہذا یظہر فی حق الاکساب دون الاطلاق والناقص

یکفی لنفوذ البیع دون العتق کملک المکاتب۔ اگر کسی نے ایک غلام غصب کرکے اسکو فروخت کیا پھر مالک نے اس سے تاوان لے لیا تو غاصب کی بیع جائز ہوگی اور اگر اسکو آزاد کیا پھر قیمت تاوان دیدی تو عتق جائز نہوگا کیونکہ غلام مین جو ملکیت ثابت ہوئی وہ ناقص ہے کیونکہ وہ ملک مستند بالضرورت ہے لہذا وہ کمائی کے حق مین معتبر ہوتی ہے نہ اولاد کے حق مین اور جو ملک ناقص ہو وہ عتق کے واسطے کافی نہین ہوتی اور نفاذ بیع کے واسطے کافی ہوتی ہے جیسے مکاتب کی ملک ہے چنانچہ مکاتب اپنی کمائی مین خرید فروخت کرسکتا ہے اور اپنی کمائی کا غلام آزاد نہین کرسکتا ہے۔ اور اگر ایک باندی غصب کرلی اور غاصب نے تاوان ادا نہین کیا اور اس سے پہلے اسنے مزدوری وغیرہ سے مال کمایا اور اسکے اولاد ہوئی پھر غاصب نے تاوان ادا کیا تو کمائی غاصب کے واسطے ہوگی لیکن اولاد اصل مالک کو ملیگی کیونکہ غاصب کی ملکیت ناقص ہے۔ قال وولد المغصوبة ونماؤها وثمرة البستان المغصوب امانة فی ید الغاصب ان هلک فلا ضمان علیه الا ان یتعدی فیها او یطلبها مالکها فیمنعها ایاه وقال الشافعی رح زوائد المغصوب مضمونة متصلة کانت او منفصلة لوجود الغصب وهو اثبات الید علی مال الغیر بغیر رضاه کما فی الظبیة المخرجة من الحرم اذا ولدت فی یده یکون مضمونا علیه ولنا ان الغصب اثبات الید علی مال الغیر علی وجه یزیل ید المالک علی ما ذکرناه وید المالک ما کانت ثابتة علی هذه الزیادة حتی یزیلها الغاصب ولو اعتبرت ثابتة علی الولد لا یزیلها اذ الظاهر عدم المنع حتی لو منع الولد بعد طلبه یضمنه وکذا اذا تعدی فیه کما قال فی الکتاب وذلک بان اتلفه او ذبحه فاکله او باعه وسلمه وفی الظبیة المخرجة لا یضمن ولدها اذا هلک قبل التمکن من الارسال لعدم المنع وانما یضمنه اذا هلک بعده لوجود المنع بعد طلب صاحب الحق وهو الشرع علی هذا اکثر مشایخنا رح ولو اطلق الجواب فهو ضمان جنایة ولهذا یتکرر بتکررها ویجب بالاعانة والاشارة فلان یجب بما هو فوقها وهو اثبات الید علی مستحق الامن اولی واحری۔ مغصوبہ باندی کا بچہ اور جو کچھ اس سے پیدا وار ہو اور باغ مغصوب کے پھل غاصب کے پاس امانت ہوتے ہین اگر تلف ہوجائین تو اسپر ضمانت نہین ہے لیکن اگر غاصب اسمین تعدی کرے یا مالک کے تلف کرنے پر روکے تو ضامن ہوگا اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ مغصوب سے جس قسم کی زیادتی حاصل ہو غاصب اسکا ضامن ہے خواہ زیادتی متصل ہو جیسے حسن وجمال وغیرہ یا زیادتی منفصلہ ہو جیسے بچہ وغیرہ کیونکہ غصب سے تعدی موجود ہے اور غصب کے معنے یہ کہ غیر کے مال پر بغیر اسکی رضامندی کے قبضہ قائم کرنا اور اسکی نظیر یہ ہے کہ حرم سے ہرنی نکالی جو اسکے قبضہ مین بچہ جنی تو وہ ہرنی مع بچہ کا ضامن ہوتا ہے۔ اور ہماری حجت یہ ہے کہ غصب کے معنے غیر کے مال پر اپنا قبضہ اسطرح قائم کرنا کہ مالک کا قبضہ دور کرے جیسا کہ ہمنے ذکر کیا ہے اور مالک کا قبضہ اس زیادتی پر ثابت نہین تھا تاکہ غاصب اسکو زائل کرے اور اگر اولاد پر اسکا قبضہ ثابت بھی مانا جاوے تو غاصب نے اسکو زائل نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ غاصب اسکو مالک سے نہ روکتا حتی کہ اگر مالک کے مانگنے کے بعد غاصب اسکو روکے تو ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر غاصب اولاد مین کوئی تعدی کرے تو ضامن ہوگا جیسا کہ کتاب مین مذکور ہے اور تعدی کی صورت یہ ہے کہ غاصب اسکو تلف کردے یا بکری کا بچہ ذبح کرکے کھا جاوے یا باندی کا بچہ فروخت کرکے سپرد کردے۔ اور حرم سے جو ہرنی کال لایا اسکے بچہ کا ضامن ہوگا اگر چھوڑنے کا قابو پانے سے پہلے وہ تلف ہوجاوے کیونکہ اسنے نہین روکا اور ضامن جب ہی ہوگا کہ چھوڑنے کا قابو پانے کے بعد تلف ہوجاوے کیونکہ صاحب الحق یعنے شرع شریف کے مطالبہ کے بعد اسنے روکا اور ہمارے اکثر مشائخ اسی قول پر ہین۔ اور اگر اس صورت مین جواب مطلق ہو یعنی ہر صورت ضامن ہونے کا حکم مان لیا جاوے تو بھی اعتراض نہین کیونکہ یہ جرم کا تاوان ہے لہذا اگر جرم متکرر ہو تو جرمانہ متکرر ہوتا ہے یعنی مثلاً ایک مرتبہ

ہرنی کو نکال لایا تو مجرم ہوا پھر اگر دوبارہ اسکو نکال لایا تو پھر جرمانہ لازم ہوگا اور یہ جرمانہ بوجہ اعانت کے بھی واجب ہوتا ہے یعنی اگر اس شخص کی کسی نے نکالنے مین اعانت کی تو وہ بھی مجرم و ضامن ہوتا ہے اور اشارہ سے بھی جرمانہ واجب ہوتا ہے یعنی کسی نے اشارہ کیا جسکے سبب سے دوسرے نے ہرنی کو مار ایا نکالا تو اشارہ کرنے والا بھی مجرم ہے حالانکہ یہ غصب کے معنی نہین بلکہ جرم ہے پس جب یہ جرمانہ ایسے امور سے واجب ہوتا ہے پس اگر اس سے بڑھکر ایک فعل سے واجب ہو تو اولی ہے اور وہ فعل یہ کہ جس ہرنی کے واسطے امن کا استحقاق تھا اسپر اپنا قبضہ قائم کیا ف پس خلاصہ یہ کہ ہرنی کا مسئلہ اگر ان لین کہ اسکے بچہ پر تعدی سے تاوان واجب ہوتا ہے تو ہم کہتے ہین کہ یہ تاوان جرمانہ ہے نہ تاوان ملکیت یا غصب اور جب ہرنی کو ہلکانے سے یا اشارہ یا اعانت سے یہ جرمانہ واجب ہوا تو ناجائز طور سے اسپر اپنا قبضہ قائم کرنے مین بدرجہ اولی یہ جرمانہ واجب ہوگا اور ہمارے مسئلہ مین غصب ہے اور جو ضمانت واجب ہو وہ ضمانت غصب ہے تو غصب کا قیاس ضمانت جرمانہ پر نہین ہوسکتا ہے فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ قال وما نقصت الجاریۃ بالولادۃ فی ضمان الغاصب فان کان فی قیمۃ الولد وفاء بہ جبر النقصان بالولد وسقط ضمانہ عن الغاصب وقال زفر والشافعی رح لا یجبر النقصان بالولد لان الولد ملکہ فلا یصلح جابرا للملک کما فی ولد الطبیۃ وکما اذا ہلک الولد قبل الرد او ماتت الام وبالولد وفاء وصار کما اذا جز صوف شاۃ غیرہ او قطع قوائم شجر غیرہ او خصی عبد غیرہ او علمہ الحرفۃ فاضناہ التعلیم ولنا ان سبب الزیادۃ والنقصان واحد وہو الولادۃ او العلوق علی ما عرف وعند ذلک لا یعد نقصانا فلا یوجب ضمانا وصار کما اذا غصب جاریۃ سمینۃ فہزلت ثم سمنت او سقطت ثنیتاہا ثم نبتت او قطع ید المغصوب فی یدہ واخذ ارشہا وادارہ مع العبد یحتسب من نقصان القطع وولد الظبیۃ ممنوع وکذا اذا ماتت الام وتخریج الثانیۃ ان الولادۃ لیست بسبب لموت الام اذ الولادۃ لا تفضی الیہ غالبا وبخلاف ما اذا مات الولد قبل الرد لانہ لا بد من رد اصلہ للبراءۃ فکذا لا بد من رد خلفہ والخصاء لا یعد زیادۃ لانہ غرض بعض الفسقۃ ولا اتحاد فی السبب فیما وراء ذلک من المسائل لان سبب النقصان القطع والجز وسبب الزیادۃ النمو وسبب النقصان التعلیم والزیادۃ سببہا الفہم۔ اور مغصوبہ باندی کو ولادت سے جو نقصان پہونچا وہ غاصب کی ضمانت مین داخل ہے پھر اگر بچہ کی قیمت مین اس نقصان کی وفا ہو تو بچہ کے ذریعہ سے جبر نقصان ہو جائیگا اور غاصب سے نقصان کی ضمانت ساقط ہو جائیگی اور زفر و شافعی رح نے فرمایا کہ بچہ کے ذریعہ سے جبر نقصان نہین ہوگا کیونکہ بچہ بھی مالک کی ملکیت ہے تو یہ نہین ہوسکتا کہ اسکی ملکیت خود اسکی ملکیت کا نقصان پورا کرے جیسے حرم سے نکالی ہوئی ہرنی کا جبر نقصان اسکے بچہ سے نہین ہوتا اور جیسے اس صورت مین کہ واپس کرنے سے پہلے بچہ مرگیا یا ولادت کی وجہ سے اسکی ماں مری حالانکہ بچہ کی قیمت بہت بڑھی ہے جو تاوان کو وفا کرسکتی ہے حالانکہ بالاتفاق اسمین جبر نقصان نہین ہوتا اور یہ حکم ایسا ہوگیا کہ غیر کی بکری کے صوف کاٹ لیے یا دوسرے کے درخت کی پتیری کاٹ لی یا غیر کا غلام خصی کردیا یعنی ہیجڑا کردیا یا غیر کے غلام کو کوئی حرفہ سکھلایا حالانکہ سیکھنے مین وہ نحیف و کمزور ہوگیا کہ ان سب صورتون مین نقصان کا ضامن ہوتا ہے اگرچہ قیمت بڑھے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ زیادتی اور نقصان دونون کا سبب بیان ایک ہی ہے اور وہ ولادت یا قرار نطفہ ہے جیسا کہ اپنے موقع پر معلوم ہوا اور ایسی حالت مین ولادت کو نقصان نہین شمار کیا جائیگا تو وہ موجب ضمان بھی نہوگا اور ایسا ہوگیا جیسے موٹی تازی باندی غصب کی پھر وہ دبلی ہوگئی پھر موٹی تازی ہوگئی تو نقصان پورا ہوگیا یا اسکے اگلے دانت گرگئے پھر نکل آئے تو نقصان پورا ہوگیا یا مغصوب مملوک کا ہاتھ کاٹا گیا اور غاصب

Marfat.com

نے جرمانہ لیکر ہاتھ کٹا غلام مع جرمانہ کے واپس کیا تو نقصان پورا ہو جاتا ہے اور ہرنی کے بچہ کا مسئلہ ممنوع ہے یعنی غیر ظاہر الروایۃ
مین جبر نقصان ہو جائیگا۔ اور اسی طرح اگر ولادت سے ماں مرجائے اور بچہ کی قیمت والی ہو تو بھی غیر ظاہر الروایۃ مین
جبر نقصان ہو جائیگا ہان ظاہر الروایۃ مین البتہ جبر نقصان نہین ہوتا تو اس روایت کی تخریج یہ ہے کہ باندی کے مرنے کا
سبب کچھ ولادت نہین ہے کیونکہ غالباً ولادت سے موت نہین ہوتی ہے یعنے ولادت تو زیادتی کا سبب ہے تو موت کسی
دوسرے سبب سے واقع ہوئی لہذا ضامن ہوگا اور یہان ہمارا کلام اسی صورت مین ہے کہ زیادتی و نقصان کا ایک
ہی سبب ہو تو باندی مرجانے کا مسئلہ اسکے خلاف ہے اور اسی طرح جب واپسی سے پہلے بچہ مرگیا تو وہ بھی مخالف ہے کیونکہ
یہان اصل یعنی اسکی ماں کا واپس کرنا ضرور ہے تاکہ بری ہو تو اسکے خلیفہ کا واپس کرنا بھی ضرور ہوا ورنہ ضامن ہوگا
یعنی اسنے اصل باندی کو جس صفت پر غصب کیا تھا اسی صفت پر واپس کرنا واجب تھا ولیکن اسنے ولادت سے
ناقص واپس کیا تو اس نقصان کا خلیفہ یعنی بچہ واپس کرنا واجب تھا اور جب بچہ واپس نہ کیا تو ضامن ہوا اور ہمارا
کلام اس صورت مین ہے کہ مع بچہ واپس کرے اور رہا غلام خصی کرنا جسکو تمنے زیادتی شمار کیا تو یہ زیادتی نہین ہے کیونکہ
یہ تو کبھی فاسقون کی خواہش ہوتی ہے یعنی شرع ایسے حرام فعل کو زیادتی نہین شمار کرتی اور اسکے سوائے باقی
مسائل مین اگرچہ زیادتی ہے لیکن سبب متحد نہین ہے کیونکہ نقصان کا سبب پیڑی کاٹنا اور صوف نوچنا اور زیادتی
کا سبب اسکا اگنا اور حرفہ سکھلانے مین نقصان کا سبب تعلیم اور زیادتی کا سبب اسکی سمجھ ہے۔ قال ومن غصب
جارية فزنى بها فحبلت ثم ردها وماتت في نفاسها يضمن قيمتها يوم علقت ولا ضمان عليه في الحرة هذا
عند ابي حنيفة رح وقالا لا يضمن في الامة ايضا لهما ان الرد قد صح والهلاك بعده بسبب حدث في
يد المالك وهو الولادة فلا يضمن الغاصب كما اذا جنت في يد الغاصب ثم ردها فهلكت او زنت
في يده ثم ردها فجلدت فهلكت منه ولكن اشترى جارية قد حبلت في يد البائع فولدت عند المشتري
وماتت في نفاسها لا يرجع على البائع بالاتفاق بالثمن وله انه غصبها وما انعقد فيها سبب التلف
وردت وفيها ذلك فلم يوجد الرد على الوجه الذي اخذه فلم يصح الرد وصار كما اذا جنت في يد الغاصب
جناية فقتلت بها في يد المالك او دفعت بها بان كانت الجناية خطاء يرجع على الغاصب بكل
القيمة كذا هذا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب ليبقى ضمان الغصب بعد فساد الرد وفي فصل
الشرار الواجب ابتداء التسليم وما ذكرناه شرط صحة الرد والزنا سبب لجلد مولم لا جارح ولا متلف
فلم يوجد السبب في يد الغاصب۔ اگر کسی نے ایک باندی غصب کرکے اس سے زنا کیا پھر وہ حاملہ ہوگئی پھر اسکو واپس
کردیا پھر وہ ولادت مین مرگئی تو غاصب اسکی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو حاملہ کرنے کے روز تھی اور اگر آزاد عورت کے
ساتھ ایسا کیا تو ضامن نہوگا اور یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ باندی کی صورت مین بھی ضامن نہوگا
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ واپسی صحیح ہوگئی اور مرنا اسکے بعد ایک ایسے سبب سے ہوا جو مالک کے قبضہ مین پیدا ہوا ہے
اور وہ ولادت ہے یعنی وہ مالک کے قبضہ مین جنی تو غاصب ضامن نہوگا جیسے اگر غاصب کے پاس اسکو بخار آیا
پھر اسنے واپس کیا اور مالک کے قبضہ مین مری تو ضامن نہین ہوتا ہے یا جیسے اسنے غاصب کے قبضہ مین زنا کیا
پھر غاصب نے واپس کی پھر مالک کے قبضہ مین اسکو زنا کی وجہ سے حد مارے گئے پس وہ مرگئی تو غاصب
ضامن نہین ہوتا ہے اور جیسے ایسی باندی خریدی جو بائع کے قبضہ مین حاملہ ہوگئی تھی پھر وہ مشتری کے پاس بچہ جنی
اور ولادت مین مرگئی تو بالاتفاق وہ بائع سے ثمن واپس نہین لے سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ اسنے

ایسی حالت مین غصب کیا کہ باندی مین یہ سبب تلف موجود تھا اور واپس ایسی حالت مین کہ اُسمین سبب تلف موجود ہی تو جس وجہ پر اُسنے لی تھی اُس وجہ پر واپسی پائی نہین گئی تو واپس کرنا صحیح نہوا اور یہ ایسا ہوگیا جیسے غاصب کے قبضہ مین اُسنے کوئی جرم کیا یعنی کسیکو قتل کیا پھر اس قتل کی وجہ سے وہ مالک کے قبضہ مین قتل کی گئی یا اگر جرم خطا تھا تو اُسکے عوض دیدی گئی تو وہ غاصب سے پوری قیمت واپس لیتا ہی ایسا ہی اس مقام پر ہوگا بخلاف کرایہ عورت کے کہ وہ غصب سے مضمونہ نہین ہوتی ہی تاکہ واپسی فاسد ہونے کے بعد بھی غصب کا تاوان باقی رہی اور مسئلہ خریدی کی صورت مین ابتدائی سپرد واجب ہی حالانکہ جیسی سپرد کی واجب ہوئی ویسی بعینہٖ سپرد کردے اور یہان جو ہمنے ذکر کیا وہ واپسی صحیح ہونی کی شرط ہی حالانکہ یہ نہین پائی گئی اور رہا مسئلہ زنار تو اُسمین زنار ایسی ضرب کا موجب ہی جو دکھ پہونچادے نہ آنکہ مجروح کرے یا تلف کرے تو غاصب کے قبضہ مین موت کا سبب نہین پایا گیا ف بلکہ یہ مالک کے قبضہ مین پیدا ہوا لہذا غاصب ضامن نہوا۔ قال ولا یضمن الغاصب منافع ما غصبہ الا ان ینقص باستعمالہ فیغرم النقصان وقال الشافعی رح یضمنہا فیجب اجر المثل ولا فرق فی المذہبین بینہما اذا عطلہا او سکنہا وقال مالک رح ان سکنہا یجب اجر المثل وان عطلہا لا شئی علیہ لہ ان المنافع اموال متقومۃ حتی تضمن بالعقود فکذا بالغصوب ولنا انہا حصلت علی ملک الغاصب لحدوثہا فی ملکہ اذ ہی لم تکن حادثۃ فی ید المالک لانہا اعراض لا تبقی فیملکہا دفعا لحاجتہ والانسان لا یضمن ملکہ کیف وانہ لا یتحقق غصبہا واتلافہا لانہ لا بقاء لہا ولانہا لا تماثل الاعیان لسرعۃ فنائہا ولبقاء الاعیان وقد عرفت ہذہ المآخذ فی المختلف ولا نسلم انہا متقومۃ فی ذاتہا بل تتقوم ضرورۃ عند ورود العقد ولم یوجد العقد الا ان ما انتقص باستعمالہ مضمون علیہ لاستہلاکہ بعض اجزاء العین۔ اور غاصب نے جو چیز غصب کی اُسکے منافع کا ضامن نہین ہوتا ہی یعنی واپسی تک مغصوب کے منافع کا مالک کے واسطے ضامن نہین ہوتا ہی اگرچہ خود یہ منافع حاصل کرے لیکن اگر اُسکے استعمال سے مغصوب مین نقصان آوے تو نقصان کا ضامن ہوگا اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ منافع کا بھی ضامن ہوگا پس اتنی مدت تک جو کچھ اس چیز کا اجر المثل ہوتا ہو وہ غاصب کے ذمہ واجب ہوگا ف خلاصہ یہ کہ مذہب امام ابو حنیفہ رح پر منافع کا ضامن نہین ہی اور مذہب شافعی رح پر اجر المثل کا ضامن ہی م۔ اور ان دونون مذہبون مین اس امر کا فرق نہین کہ غاصب نے مکان مغصوبہ کو بیکار چھوڑا ہو یا اُسکو سکونت مین استعمال کیا ہو یعنی شافعی رح کے نزدیک بہر صورت ضامن ہوگا اور ہمارے نزدیک بہر صورت ضامن نہوگا اور امام مالک نے فرمایا کہ اگر غاصب اُسمین رہا ہو تو اجر المثل واجب ہوگا اور اگر معطل چھوڑا ہو تو کچھ واجب نہوگا۔ امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ منافع بھی قیمتی مال ہین حتی کہ عقود اجارہ وغیرہ سے اُنکی ضمان واجب ہوتی ہی پس اسی طرح غصب سے بھی تاوان واجب ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہی کہ یہ منافع تو غاصب کی ملکیت پر پیدا ہوئے یعنے جب وہ مغصوب کا ضامن ہوگیا خواہ بقیمت یا بمثل تب یہ منافع پیدا ہوئے تو اُسکی ملکیت پر پیدا ہوئے کیونکہ یہ منافع اُسکے امکان مین حاصل ہوئے ہین اسواسطے کہ ان منافع کا وجود مالک کے قبضہ مین نہین تھا کیونکہ منافع کچھ اعیان نہین بلکہ اعراض ہین جو باقی نہین رہ سکتے ہین تو غاصب انکی دفع ضرورت کی وجہ سے انکا مالک ہوجائیگا اور انسان اپنی ملکیت کا ضامن نہین ہوتا ہی اور کیونکر ضامن ہوگا حالانکہ منافع کو غصب کرنا یا اُنکو تلف کرنا متصور نہین ہوسکتا ہی اسلیے کہ اُنکا باقی رہنا ممکن نہین ہی اور اسلیے کہ اُنکا اعیان کے ساتھ کوئی مماثلت نہین ہی یعنی وہ اعیان کے مثل نہین ہوسکتے کیونکہ وہ جلد فنا ہوجاتے ہین اور اعیان باقی رہتے ہین اور یہ ماخذ کتاب المختلف مین مفصل معلوم ہوا ہی اور اُنکا قیمتی ہونا جیسا امام شافعی رح نے فرمایا تو یہ ہمکو مسلم نہین کہ وہ اپنی ذات سے قیمتی

Marfat.com

ہین بلکہ جب مقدار جاری وغیرہ وارد ہوتا ہے تو اس ضرورت سے خلاف قیاس انکو قیمتی ٹھہراتے ہین حالانکہ غاصب کے ساتھ
بیان کوئی مقدر نہین پایا گیا لیکن عین مغصوب مین سے جو کچھ اُسکے استعمال کی وجہ سے ناقص ہوجاوے تو اسکا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے
مال معین کا بعض جزو تلف کر دیا ف ادمنافع اُسکے جزو نہین ہوتے ہین تو اُنکا ضامن نہوگا ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے
کہ مکان مذکور کرایہ پر چلانے کے واسطے نرکھا گیا ہو اور اگر کرایہ پر چلانے کے واسطے ہو تو بالاتفاق منافع کا ضامن ہوگا۔ اور فتاوی کبری
مین ہے کہ وقفی مکان لازمین کے منافع کا مطلقاً ضامن ہوگا خواہ وہ کرایہ پر چلانے کے واسطے ہون یا نہون اور مجتبی مین مذکور ہے کہ اوقات
وامور قیم مین ہمارے مشائخ متاخرین نے امام شافعی رح کے قول پر فتوی دیا ہے کہ جو کوئی انکو غصب کرے تو اُنکے منافع کا ضامن ہے۔ کذا فی العینی

فصل فی غصب ما لا یتقوم

فصل ایسی چیز کے غصب کے بیان مین جو مال متقوم نہین ہے

ف یعنی اُسکا قیمتی ہونا معتبر نہین ہے۔ قال و اذا اتلف المسلم خمر الذمی او خنزیره ضمن فان اتلفها المسلم
لم یضمن و قال الشافعی رح لا یضمنها للذمی ایضاً و علی هذا الخلاف اذا اتلفها ذمی علی ذمی او باعها الذمی
من الذمی له انه سقط تقومها فی حق المسلم فکذا فی حق الذمی لانهم اتباع لنا فی حق الاحکام فلا یجب
باتلافها مال متقوم و هو الضمان ولنا ان التقوم باق فی حقهم اذ الخمر لهم کالخل لنا و الخنزیر لهم کالشاة لنا و
نحن امرنا بان نترکهم و ما یدینون والسیف موضوع فیتعذر الالزام و اذا بقی التقوم فقد وجد اتلاف مال
مملوک متقوم فیضمنه بخلاف المیتة و الدم لان احدا من اهل الادیان لا یدین تمولها الا انه یجب قیمة الخمر ان
کان من ذوات الامثال لان المسلم ممنوع من تملیکها لکونه اعزازا لها بخلاف ما اذا جرت المبایعة بین
الذمیین لان الذمی غیر ممنوع من تملیک الخمر و تملکها و هذا بخلاف الربوا لانه مستثنی من عقودهم و بخلاف العبد
المرتد یکون للذمی لانا ضمنا لهم ترک التعرض له لما فیه من الاستخفاف بالدین و بخلاف متروک التسمیة عامدا
اذا کان لمن یبیحه لان ولایة المطالبة ثابتة۔ اگر مسلمان نے کسی ذمی کی شراب یا سور تلف کیا تو ضامن ہوگا اور اگر کسی مسلمان
کی شراب یا سور تلف کیا تو کچھ ضامن نہوگا اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ ذمی کے واسطے بھی ضامن نہوگا اور ایسا ہی اختلاف
اس صورت مین ہے کہ ایک ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب یا سور تلف کر دیا یا ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے ہاتھ شراب یا سور
فروخت کیا۔ امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان کے حق مین شراب یا سور کا قیمتی ہونا ساقط ہے اسی طرح ذمی کے حق مین بھی
ساقط ہے اسواسطے کہ یہ لوگ احکام مین ہمارے تابع ہین تو شراب یا سور کے تلف کرنے سے مال قیمتی یعنی ضمان لازم نہوگی۔ اور
ہماری دلیل یہ ہے کہ ذمیون کے حق مین شراب یا سور کا مال قیمتی ہونا باقی ہے اسواسطے کہ شراب اُنکے حق مین ایسی ہے جیسے
ہمارے حق مین سرکہ ہے اور اُنکے حق مین سور ایسی ہے جیسے ہمارے حق مین بکری ہے اور ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُنکو اُنکے دین پر
چھوڑ دین اور تلوار اُنکے اوپر سے اُٹھائی گئی ہے تو کسی حکم کا لازم کرنا متعذر ہے اور جب اُنکے حق مین تقوم باقی رہا تو مال
مملوک متقوم کا تلف کرنا لازم آیا تو ضامن ہوگا بخلاف مردار و خون کے کہ اُنکے تلف کرنے مین اسواسطے تاوان نہین واجب
ہوتا ہے کہ کسی ملت والے اُنکو بطور مال کے نہین رکھتے ہین پس شراب و سور کا تاوان واجب ہوگا لیکن اتنی بات ہے کہ شراب
اگرچہ مثلی چیز ہے لیکن اُسکی قیمت دینا لازم ہوگی کیونکہ مسلمان اُسکی تملیک سے ممنوع ہے یعنے مسلمان کو یہ اختیار نہین ہے کہ شراب
کسی کی ملک مین دے اسواسطے کہ ایسا کرنے مین شراب کا اعزاز ہے اور یہ حرام ہے بخلاف اسکے اگر دو ذمیون مین باہم شراب کی
خرید فروخت جاری ہوئی تو مضائقہ نہین اسواسطے کہ ذمی کو شراب یا سور کے مالک کرنے یا مالک ہونے سے ممانعت
نہین ہے اور یہ حکم شراب یا سور وغیرہ مین ہے بخلاف میتہ کے کہ یہ اُنکے عہد ذمہ سے مستثنی ہے اور بخلاف غلام مرتد کے کہ

اگر وہ کسی ذمی کی ملکیت ہو تو معاف نہوگا کیونکہ ہمنے اُسکے لیے ذمیون سے معاہدہ نہین کیا ہے کہ ہم مرتد کو چھوڑ دیوین کیونکہ ایسا
کرنے مین دین کی ہتک ہوتی ہے اور بخلاف اسکے اگر کسی مجتہد کے نزدیک ایسا ذبیحہ حلال ہو جسپر عمداً بسملہ کرنا چھوڑا گیا ہے تو
اُسکا مواخذہ کیا جائیگا اسواسطے کہ حجت سے قائل کرنے کی ولایت حاصل ہے۔ قال فان غصب من مسلم خمرا فخللها
او جلد میتة فدبغه فلصاحب الخمر ان یاخذ الخل بغیر شیٔ ویاخذ جلد المیتة ویرد علیه ما زاد الدباغ فیه والمراد
بالفصل الاول اذا خللها بالنقل من الشمس الی الظل ومنه الی الشمس وبالفصل الثانی اذا دبغه بمال
قیمته کالقرظ والعفص ونحو ذلک والفرق ان هذا التخلیل تطهیر له بمنزلة غسل الثوب النجس فیبقی علی ملکه اذ
لا یثبت المالیة به وبهذا الدباغ اتصل بالجلد مال متقوم للغاصب کالصبغ فی الثوب فکان بمنزلته فلهذا
یاخذ الخل بغیر شیٔ ویاخذ الجلد ویعطی ما زاد الدباغ فیه وبیانه ان ینظر الی قیمته ذکیا غیر مدبوغ والی قیمته
مدبوغا فیضمن فضل ما بینهما وللغاصب ان یحبسه حتی یستوفی حقه لتحقق الحبس فی المبیع۔ اور کسی مسلمان سے
شراب غصب کرکے سرکہ کر ڈالی یا مردار کی کھال غصب کرکے اُسکی دباغت کی تو شراب والے کو اختیار ہے کہ سرکہ مفت لے لے اور
کھال بھی لے لیگا مگر دباغت سے جو کچھ زیادتی ہوئی ہے وہ دیدیگا اور سرکہ کی صورت مین مراد یہ ہے کہ اُسنے اسطرح سرکہ بنایا
کہ سایہ سے دھوپ مین اور دھوپ سے سایہ مین لایا لینے اس فعل سے وہ سرکہ ہوئی بدون اسکے کہ کچھ مال خرچ کرے اور
دباغت کی صورت مین یہ مراد ہے کہ اُسنے ایسی چیز سے دباغت کی جسکی کچھ قیمت ہے جیسے قرظ و عفص وغیرہ اور فرق یہ ہے کہ
سرکہ کرنے والا شراب کو پاک کرتا ہے جیسے نجس کپڑا دھو ڈالنا پس وہ اپنے مالک کی ملکیت پر باقی رہیگا اور اُسمین غاصب
کی کوئی ملکیت نہوگی اور قیمتی چیزون سے دباغت کرنے مین غاصب کا قیمتی مال اس کھال سے ملگیا جیسے کپڑے مین غاصب
کا رنگ مل جاتا ہے تو کھال کا بھی وہی حکم ہوگیا جو کپڑا رنگنے مین ہے پس اسی وجہ سے وہ سرکہ کو مفت لے لیگا اور کھال کو
لیکر جو کچھ اُسمین دباغت سے زیادتی ہوئی ہے دیدیگا اور اسکی صورت یہ ہے کہ کھال کو ذبح کی ہوئی کھال بغیر دباغت کی
ہوئی قرار دیکر اُسکی قیمت دیکر اندازہ کیجاے اور دوسری بار دباغت کی ہوئی قرار دیکر اُسکی قیمت اندازہ کیجاے پس
ان دونون قیمتون مین جو کچھ فرق ہو اسقدر وہ غاصب کے واسطے ضامن ہوگا اور غاصب کو اختیار ہے کہ کھال کو
اپنا حق وصول کرنے تک روک رکھے جیسے مبیع مین بائع کو ثمن حاصل کرنے تک روکنا جائز ہے۔ قال وان استهلکها ضمن الخل
ولم یضمن الجلد عند ابی حنیفة رح وقالا یضمن الجلد مدبوغا ویعطی ما زاد الدباغ فیه ولو هلک فی یده لا یضمنه
بالاجماع اما الخل فلانه لما بقی علی ملک مالکه وهو مال متقوم ضمنه بالاتلاف ویجب مثله لان الخل من ذوات
الامثال۔ اور اگر غاصب نے سرکہ یا مدبوغ کھال تلف کردی تو وہ سرکہ کا ضامن ہوگا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کھال
کا ضامن نہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ دباغت کی ہوئی کھال کا ضامن ہوگا اور دباغت سے جو کچھ اُسمین زیادتی ہوئی
تھی وہ دیدیا جائیگا اور اگر یہ کھال اُسکے پاس تلف ہوگئی تو بالاجماع ضامن نہوگا پس سرکہ کے ضامن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ
جب وہ اپنے مالک کی ملکیت پر باقی رہا حالانکہ وہ مال قیمتی ہے تو تلف کرنے سے اُسکا ضامن ہوگا اور اسکے مثل سرکہ واجب ہوگا
اسواسطے کہ سرکہ مثلی چیزون مین سے ہے۔ واما الجلد فلهما انه باق علی ملک المالک حتی کان له ان یاخذه وهو مال
متقوم فیضمنه مدبوغا بالاستهلاک ویعطیه المالک ما زاد الدباغ فیه کما اذا غصب ثوبا فصبغه ثم استهلکه
یضمنه ویعطیه المالک ما زاد الصبغ فیه ولانه واجب الرد فاذا فوته علیه یختلف قیمته کما فی المسعار وبهذا
فارق الهلاک بنفسه۔ اور رہی کھال تو اُسمین صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کی ملکیت پر باقی ہے حتی کہ اُسکو لے
لینے کا اختیار تھا حالانکہ وہ مال متقوم ہے تو تلف کر ڈالنے کی وجہ سے غاصب دباغت کی ہوئی کے حساب سے اُسکا ضامن

Marfat.com

ہوگا اور دباغت سے جو کچھ تعین زیادتی ہوگئی وہ مالک اسکو واپس دیگا جیسے کوئی کپڑا غصب کرکے اسکو رنگا پھر تلف کردیا
تو غاصب اس رنگے ہوئے کپڑے کا ضامن ہوتا ہے اور رنگ سے جو کچھ زیادتی ہوئی وہ مالک اسکو دیتا ہے اور دوسری
دلیل یہ ہے کہ اس کھال کا واپس کرنا واجب تھا پھر جب غاصب نے اسکو تلف کردیا تو اسکے بجائے قیمت واپس کرے جیسے
مال مستعار مین ہوتا ہے یعنی اگر کوئی چیز عاریت لی جسکا واپس کرنا واجب ہوتا ہے پھر اسکو خود تلف کردیا تو بجائے اسکی قیمت
کا ضامن ہوتا ہے اور اسی سے معلوم ہوگیا کہ تلف کرنے اور خود تلف ہوجانے مین فرق ہے یعنی خود تلف ہونے مین ضامن
نہوگا۔ وقولہما یعطی ما زاد الدباغ فیہ محمول علی اختلاف الجنس اما عند اتحادہ یطرح عنہ ذلک القدر ویؤخذ
منہ الباقی لعدم الفائدۃ فی الاخذ منہ ثم الرد علیہ ولہ ان التقوم حصل بصنع الغاصب وصنعہ متقومۃ
لاستعمالہ مالا متقوما فیہ ولہذا کان لہ ان یحبسہ حتی یستوفی ما زاد الدباغ فیہ فکان حقا لہ والجلد تبع لہ
فی حق التقوم ثم الاصل وہو الصنعۃ غیر مضمون علیہ فکذا التابع کما اذا ہلک من غیر صنعہ بخلاف وجوب
الرد حال قیامہ لانہ تبع الملک والجلد غیر تابع للصنعۃ فی حق الملک لثبوتہ قبلہا وان لم یکن متقوما
بخلاف الذکی والثوب لان التقوم فیہما کان ثابتا قبل الدبغ والصبغ فلم یکن تابعا للصنعۃ۔ اور یہ
جو صاحبین رح نے فرمایا کہ دباغت سے جو زیادتی ہوئی وہ دیدے بجائے تو یہ ایسی صورت مین محمول ہے کہ جو غاصب سے تاوان
لیا جائے وہ دوسری جنس ہو اور جو دیا جائے وہ دوسری جنس ہو کیونکہ اگر جنس متحد ہو تو اسکی حاجت نہین بلکہ غاصب کے
ذمہ سے جو اسکو دینا چاہیے کم کرکے باقی تاوان لے لے کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہین کہ اس سے لے پھر اسکو واپس
کرے اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ قیمتی ہونا غاصب کے فعل سے پیدا ہوا ہے اور اسکی کاریگری قیمتی ہوگئی کیونکہ اسنے
مال قیمتی مین اسکا استعمال کیا اسیواسطے غاصب کو یہ اختیار ہوا کہ کھال کو اسوقت تک روک رکھے کہ جو کچھ اسکی دباغت
سے زیادتی ہوئی ہے وہ حاصل کرلے پس یہ اسکا حق ہے اور کھال قیمتی ہوجانے مین اسکے تابع ہے پھر اصل یعنی کاریگری تو
غاصب کے ذمہ مضمون نہین ہے پس تابع یعنی کھال بھی مضمون نہوگی جیسے اگر خود تلف ہوجاوے بدون اسکے فعل کے تو بالاتفاق
ضامن نہین ہوتا ہے برخلاف اسکے واپسی واجب ہونا اسوقت ہے کہ یہ کھال موجود ہو کیونکہ یہ تو ملکیت کے تابع ہے اور
ملکیت کے حق مین یہ کھال اس غاصب کی دباغت کے تابع نہین ہے کیونکہ ملکیت تو غاصب کی صنعت سے پہلے ثابت تھی
اگرچہ قیمتی نہ تھی بخلاف ایسی کھال کے جو ذبح کی ہوئی ہو کہ وہ پاک و قیمتی ہوتی ہے اور بخلاف کپڑے کے کیونکہ مذبوحہ
کھال و کپڑے کا قیمتی ہونا دباغت و رنگ سے پہلے ثابت تھا تو وہ صنعت غاصب کے تابع نہوا۔ ولو کان قائما فاراد
المالک ان یترکہ علی الغاصب فی ہذا الوجہ ویضمنہ قیمتہ قیل لیس لہ ذلک لان الجلد لا قیمۃ لہ بخلاف
صبغ الثوب لان لہ قیمۃ وقیل لیس لہ ذلک عند ابی حنیفۃ رح وعندہما لہ ذلک لانہ اذا ترکہ علیہ
وضمنہ عجز الغاصب عن ردہ فصار کالاستہلاک وہو علی ہذا الخلاف علی ما بیناہ ثم قیل یضمنہ قیمۃ
جلد مدبوغ ویعطیہ ما زاد الدباغ فیہ کما فی الاستہلاک وقیل یضمنہ قیمۃ جلد ذکی غیر مدبوغ۔
اور اگر یہ کھال جو کسی قیمتی چیز سے دباغت کی گئی ہے غاصب کے پاس موجود ہو اور مالک نے چاہا کہ اسکو غاصب کے ذمہ
چھوڑ کر غاصب سے اسکی قیمت تاوان لے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالاتفاق مالک کو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ دباغت سے
پہلے مردار کھال کی کچھ قیمت نہ تھی بخلاف رنگین کپڑے کے کہ رنگ سے پہلے کپڑے کی قیمت ثابت تھی اور بعض مشائخ نے کہا
کہ یہ حکم امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو یہ اختیار حاصل ہے پس یہ مسئلہ اختلافی ہے اسواسطے
کہ مالک نے غاصب کے ذمہ چھوڑ دی اور اس سے تاوان لیا یعنی اسکو دباغت کی قیمت دی تو غاصب اسکی طلب سے

عاجز ہو گیا تو ایسا ہو گیا جیسے غاصب نے تلف کر ڈالی اور تلف کر ڈالنے کی صورت مین ایسا ہی اختلاف ہے چنانچہ ہمنے سابق مین
بیان کر دیا پھر جب صاحبین رح کے نزدیک مالک کو تاوان لینے کا اختیار ہوا تو بعض مشائخ کے نزدیک بغیر دباغت کی
ہوئی کھال کی قیمت تاوان لے اور دباغت مین جو کچھ اسنے زیادتی کر دی وہ غاصب کو دیدے جیسے غاصب کے تلف
کر ڈالنے کی صورت مین ہوتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ذبح کی ہوئی غیر مدبوغ کھال کی قیمت تاوان لے یعنی دباغت
کا حق نہین دیگا فصل یہ سب اس صورت مین کہ غاصب نے ایسی چیز سے دباغت کی جسکی کچھ قیمت ہے مانند قرظ و مازو وغیرہ
کے۔ ولو دبغہ بما لا قیمۃ لہ کالتراب والشمس فھو لمالکہ بلا شیٔ لانہ بمنزلۃ غسل الثوب ولو استھلکہ الغاصب
یضمن قیمتہ مدبوغا وقیل طاہرا غیر مدبوغ لان وصف الدباغۃ ہو الذی حصلہ فلا یضمنہ وجہ الاول
وعلیہ الاکثرون ان صفۃ الدباغۃ تابعۃ للجلد فلا تفرد عنہ واذا صار الاصل مضمونا علیہ فکذا صفتہ
ولو خلل الخمر بالقاء الملح فیہا قالوا عند ابی حنیفۃ رح صار ملکا للغاصب ولا شیٔ لہ علیہ وعندھما یاخذہ
المالک فاعطی ما زاد الملح فیہ بمنزلۃ دبغ الجلد ومعناہ ھھنا ان یعطی مثل وزن الملح من الخل
وان اراد المالک ترکہ علیہ وتضمینہ فعلی ما قیل وقیل فی دبغ الجلد ولو استھلکہا لا یضمنہا عند ابی حنیفۃ رح
خلافا لھما کما فی دبغ الجلد ولو خللھا بالقاء الخل فیہا فعن محمد رح انہ ان صار خلا من ساعتہ یصیر
ملکا للغاصب ولا شیٔ علیہ لانہ استھلاک لہ وہو غیر متقوم وان لم تصر خلا الا بعد زمان بان کان
الملقی فیہ خلا قلیلا فھو بینھما علی قدر کیلھما لانہ خلط الخل بالخل فی التقدیر وہو علی اصلہ لیس باستھلاک
وعند ابی حنیفۃ رح ہو للغاصب فی الوجھین ولا شیٔ علیہ لان نفس الخلط استھلاک عندہ ولا ضمان فی
الاستھلاک لانہ اتلف ملک نفسہ وعند محمد رح لا یضمن بالاستھلاک فی الوجہ الاول لما بینا ولا
یضمن فی الوجہ الثانی لانہ اتلف ملک غیرہ وبعض المشائخ اجروا جواب الکتاب علی اطلاقہ
ان للمالک ان یاخذ الخل فی الوجوہ کلھا بغیر شیٔ لان الملقی یصیر مستھلکا فی الخمر فلم یبق متقوما و
قد کثرت فیہ اقوال المشائخ وقد اثبتنا ما فی کفایۃ المنتھی۔ اور اگر غاصب نے کھال کی دباغت ایسی چیز
کے ساتھ کی جسکی کچھ قیمت نہین ہے جیسے خاک لگا کر یا دھوپ مین سکھلا کر مدبوغ کیا تو یہ اپنے مالک کے واسطے مفت ہوگی
کیونکہ اسکا ایسا حال ہے جیسے کپڑا غصب کر کے دھویا اور اگر اس صورت مین غاصب نے اسکو تلف کر دیا تو جمہور مشائخ کے
نزدیک مدبوغ کھال کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض کے نزدیک ذبح کی ہوئی غیر مدبوغ کا ضامن ہوگا کیونکہ غاصب نے
وصف دباغت ہی پیدا کیا تو وہ اسکا ضامن نہوگا اور قول اول جسپر اکثر مشائخ ہین اسکی دلیل یہ ہے کہ دباغت کا وصف
تو کھال کے تابع ہے پس اس سے علیحدہ نہین ہوگا اور جب اصل کھال کی ضمانت اسپر واجب ہوئی تو مع اس صفت کے
واجب ہوگی۔ یہ سب مردار کھال کی بابت بیان تھا۔ اور شراب کو اگر غاصب نے اسمین نمک ڈالکر سرکہ کر دیا تو
مشائخ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ غاصب کی ملک ہو گیا اور غاصب پر کچھ تاوان بھی لازم نہوگا کیونکہ
مسلمان کے حق مین شراب کچھ قیمتی چیز نہین ہے تو غاصب نے ایسی چیز جسکی کچھ قیمت نہین ہے لیکر اپنے مال سے قیمتی بنائی
پس مالک ہو گیا اور ضامن نہوا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک مالک اسکو لے اور نمک نے جو کچھ اسمین زیادتی کر دی
وہ دیدے جیسے کھال کے مدبوغ کرنے مین حکم ہے اور اس مقام پر زیادتی نمک دینے کے یہ معنے ہین کہ وزن نمک کے برابر
سرکہ مین سے دیدے۔ اگر مالک نے چاہا کہ یہ سرکہ غاصب کے ذمہ چھوڑ کر اس سے تاوان لے تو اسمین مشائخ کے وہی
دو قول ہین جو کھال کی دباغت مین گذرے یعنے بعض کے نزدیک بالاتفاق مالک کو یہ اختیار نہین ہے کیونکہ سرکہ کر ڈالنے سے

Marfat.com

پہلے شراب کی کوئی قیمت نہ تھی اور بعض کے نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک اس سے تاوان لے سکتا ہے اور اگر غاصب نے یہ سرکہ تلف کر دیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا جیسے مردار کمال کو دباغت کے بعد تلف کرنے مین حکم ہے۔ اور اگر غاصب نے شراب مذکور مین سرکہ ڈالکر سرکہ بنائی تو امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر وہ سرکہ ڈالتے ہی اسی ساعت سرکہ ہوگئی تو وہ غاصب کی ملکیت ہوجائیگی اور اسپر کچھ ضمان بھی واجب نہوگی کیونکہ شراب کو اسنے ایسی حالت مین منتقل کر دیا کہ وہ کچھ قیمتی مال نہ تھی۔ اور اگر وہ اسیوقت سرکہ نہوئی بلکہ تھوڑی دیر کے بعد سرکہ ہوئی مثلاً جو سرکہ اسمین ڈالا تھا وہ قلیل تھا تو یہ کل سرکہ ان دونون مین بقدر ہر ایک کے پیمانہ کے مشترک ہوگا اسواسطے کہ یہان گویا اسنے سرکہ مین سرکہ ملا دیا ہے اگرچہ وہ ملانے کے وقت شراب تھی اور یہ امام محمد رح کے اصل پر استہلاک نہین ہے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ دونون صورتون مین غاصب کے واسطے ہے یعنی خواہ اسی ساعت سرکہ ہوجاے یا کچھ زمانہ کے بعد سرکہ ہو بہرحال غاصب اسکا مالک ہوجائیگا اور اسپر کچھ واجب بھی نہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک خالی ملانا ہی استہلاک ہے اور یہان استہلاک مین کچھ تاوان اسوجہ سے نہین ہے کہ اسنے اپنا ہی قیمتی مال لینے سرکہ ایسی چیز مین جھونک دیا جو متقوم نہین ہے اور وہ شراب ہے اور امام محمد رح کے نزدیک پہلی صورت مین استہلاک کی وجہ سے ضامن نہوگا کیونکہ اسنے شراب بے قیمت ہونے کی حالت مین اسکو تلف کیا اور دوسری صورت مین ضامن ہوگا یعنی جبکہ شراب کچھ زمانہ کے بعد سرکہ ہوئی تو اس صورت مین تلف کرنے کا ضامن ہوگا کیونکہ اسنے غیر کی ملکیت تلف کی یعنی وہ شراب نہین بلکہ گویا سرکہ تھی تو ضامن قرار پایا کیونکہ سرکہ مال متقوم ہے اور بعضے مشائخ نے کتاب کا حکم اپنی اطلاق پر رکھا یعنی جامع صغیر مین جو مذکور ہے کہ شراب والا سرکہ کو مفت لے سکتا ہے تو بعض نے اسکے یہ معنے لیے تھے کہ جب بدون کسی قیمتی چیز کے سرکہ کر ڈالے تو مفت لے سکتا ہے اور بعض نے اسکو مطلق رکھا یعنی مالک کو اختیار ہے کہ سب صورتون مین سرکہ مفت لے لے یعنی خواہ سرکہ کرنا بغیر کسی چیز کے صرف دھوپ چھانون مین رکھنے سے ہو یا نمک ڈالنے سے ہو یا سرکہ ملانے سے ہو سب صورتون مین مفت لے سکتا ہے کیونکہ جو چیز ڈالی گئی وہ شراب مین کھپ گئی تو وہ قیمتی مال نہین رہی۔ اور اس حکم مین مشائخ کے اقوال مختلف ثبت ہین جنکو ہمنے کفایۃ المنتہی مین بیان کیا ہے ف مسئلہ آیندہ کے واسطے چند الفاظ جاننا ضرور ہین۔ بربط طبلہ وغیرہ یہ لفظ فارسی مرکب ہمنے سینہ بط بوجہ مشابہت شکل کے یہ نام رکھا۔ مزمار۔ بانسری وسکے مانند چیزین۔ سکر انگور یا تاڑ کی تاڑی کچی جو جھاگ سے گاڑھی ہو جاوے۔ بازق۔ معرب بادہ فارسی ہے جو خفیف پکائی جاوے نصف۔ جو یہانتک پکائی جاوے کہ نصف رہجاوے جیسے مثلث ثانی ہے۔ قال ومن کسر لمسلم بربطا او طبلا او مزمارا او دفا او اراق لہ سکرا او منصفا فہو ضامن وبیع ہذہ الاشیاء جائز وہذا عند ابی حنیفۃ رح وقال ابو یوسف ومحمد رح لا یضمن ولا یجوز بیعہا وقیل الاختلاف فی الدف والطبل الذی یضرب للہو فاما طبل الغزاۃ والدف الذی یباح ضربہ فی العرس یضمن بالاتلاف من غیر خلاف وقیل الفتوی فی الضمان علی قولہما والسکر اسم للنی من ماء الرطب اذا اشتد والمنصف ما ذہب نصفہ بالطبخ۔ اگر کسی نے دوسرے مسلمان کا بربط یا طبل یا مزمار یا دف توڑ ڈالا یا اسکی سکر یا منصف بہا دی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وہ ضامن ہوگا اور ان چیزون کی بیع جائز ہے اور امام ابو یوسف رح ومحمد رح (وعامہ علماء) نے کہا کہ ضامن نہین ہوگا اور ان چیزون کی بیع نہین جائز ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ اختلاف اس دف وطبل مین ہے جو لہو کے واسطے بجایا جاتا ہے اور غازیون کا طبل اور نکاح کا دف توڑنے مین بلا خلاف ضامن ہوگا ف لیکن فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین جو عمل دارد دف بالاتفاق حرام ہونا چاہیے

Marfat.com

اور عتابی نے کہا کہ بچون کے کھیل کا دف توڑنے مین بالاتفاق ضامن ہے - پھر مذکور ہے کہ تاوان ہونے مین صاحبین کے قول پر فتوی ہے یعنی توڑ ڈالنے سے ضامن ہوگا اور سکر و منصف بہانے سے ضامن نہوگا اور سکر خرمہ کی کچی تاڑی کا نام ہے جب گاڑھی پڑ جاے - اور منصف جو پکانے سے نصف جل جاے - وفی المطبوخ ادنی طبخۃ وھو الباذق عن ابی حنیفۃ رح روایتان فی التضمین والبیع - اور جو خفیف پکائی گئی جسکو باذق یعنے بادہ کہتے ہین اسکے بابت ضامن ہونے مین اور اسکی بیع جائز ہونے مین امام ابو حنیفہ رح سے دو روایتین ہین ف ایک روایت مین اسکی بیع جائز اور بہانے والا ضامن ہوگا اور دوسری روایت مین نہین - لہما ان ہذہ الاشیاء عدت للمعصیۃ فبطل تقومہا کالخمر ولانہ فعل ما فعل امرا بالمعروف وھو بامر الشرع فلا یضمنہ کما اذا فعل باذن الامام ولابی حنیفۃ رح انہا اموال لصلاحیتہا لما یحل من وجوہ الانتفاع وان صلحت لما لا یحل فصار کالامۃ وہذا لان الفساد بفعل فاعل مختار فلا یوجب سقوطا للتقوم وجواز البیع والتضمین مرتبان علی المالیۃ والتقوم والامر بالمعروف بالید الی الامراء لقدرتہم وباللسان الی غیرہم وتجب قیمتہا غیر صالحۃ للملہو کما فی الجاریۃ المغنیۃ والکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی تجب القیمۃ غیر صالحۃ لہذہ الامور کذا ہہنا وفی السکر والمنصف تجب قیمتہا ولا یجب المثل لان المسلم ممنوع عن تملک عینہ وان کان لو فعل جاز وہذا بخلاف ما اذا اتلف علی نصرانی صلیبا حیث یضمن قیمتہ صلیبا لانہ مقر علی ذلک صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ چیزین معصیت کے واسطے تیار کی گئین ہین تو انکا قیمتی ہونا مٹ گیا جیسے شراب اور اس دلیل سے کہ توڑنے و بہانے والے نے جو کچھ کیا وہ امر معروف کے طور پر کیا اور نیک باتون کا حکم کرنا ہاتھ یا زبان سے جسطرح ممکن ہو فرمان شرع سے ہے پس وہ ضامن نہوگا جیسے اگر امام کے حکم سے ایسا کرے تو ضامن نہین ہوتا ہے - اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ بھی اموال ہین کیونکہ انتفاع کے حلال طریقون کے لائق بھی ہین اگرچہ ایسے طور پر بھی انسے کام لیا جاتا ہے جو حلال نہین ہے تو انکا حال گانے والی باندی کے مانند ہوگیا یعنی اگر اس سے گانے کا کام لیا جاے تو حرام ہے اور اگر خدمت وغیرہ کا کام لیا جاے تو حلال ہے اسی طرح سکر و منصف وغیرہ کو سرکہ بنایا جاوے تو حلال ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حرام کام لینا تو کام لینے والے کے اختیاری فعل سے ہے تو انکا قیمتی ہونا ساقط نہین کرسکتا اور انکے قیمتی ہونے و مالیت پر انکی بیع کا جواز و تاوان مرتب ہے اور رہا امر بالمعروف تو ہاتھ سے بگاڑنا امراء کے حوالہ ہے کیونکہ یہ قدرت حاکم و سلطان کو حاصل ہے اور دوسرون کو صرف زبان سے منع کرنا چاہیے لہذا جب اسنے ہاتھ سے بگاڑا تو قیمت کا ضامن ہوگا پھر ان چیزون کی قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ یہ لہو و لعب کے لائق نہین ہین یعنے طبلہ یا سارنگی مین کھدی لکڑی کی قیمت واجب ہوگی اور بجانے کی چیز کے لحاظ سے نہین واجب ہوگی جیسے گانے والی باندی مین صرف باندی کی قیمت واجب ہوتی ہے گانے کا لحاظ نہین ہوتا اور جیسے لڑائی کی بھیڑے و لڑائی کے مرغ و اڑانے کے کبوتر مین بھی صرف جانور کی قیمت واجب ہوتی ہے اور جیسے خصی غلام مین خصی ہونے کے لحاظ سے قیمت نہین واجب ہوتی غرضکہ قیمت اس لحاظ سے لگائی جائیگی کہ یہ چیزین ان کامون کے لائق نہین ہین اور سکر و منصف بہانے کی صورت مین انکی قیمت واجب ہوگی اور مثل واجب نہوگا اگرچہ یہ چیزین مثلی ہین کیونکہ مسلمان کو ممانعت کی گئی ہے کہ ان چیزون کی ذات کا مالک ہو لیکن اگر اسنے ان چیزون کی ذات کی ملکیت حاصل کی تو جواز ہو جائیگا اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے کہ کسی نے ایک نصرانی کی صلیب تلف کردی تو وہ اسکی صلیب ہونے کی راہ سے ضامن ہوگا کیونکہ نصرانی اس کام پر چھوڑ دیا گیا ہے ف فرق یہ ہے کہ ڈھول طبلہ دستار و شراب وغیرہ ایسی چیزین ہین کہ انکے برقرار چھوڑنے کا حکم نہین ہے بخلاف صلیب کے کہ نصرانی ذمی کو اس

حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ قال ومن غصب ام ولد او مدبرۃ فماتت فی یدہ ضمن قیمۃ المدبرۃ ولا یضمن قیمۃ ام الولد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وقالا یضمن قیمتیہما لان مالیۃ المدبرۃ متقومۃ بالاتفاق و مالیۃ ام الولد غیر متقومۃ عندہ وعندہما متقومۃ والدلائل ذکرناہا فی کتاب العتاق من ہذا الکتاب۔ اگر کسی نے دوسرے کی ام ولد یا مدبرہ باندی غصب کر لی پھر وہ غاصب کے ہاتھ میں مرگئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مدبرہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور ام ولد کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ دونوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ مدبرہ بالاتفاق قیمت دار ہے اور ام ولد کی مالیت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک مال متقوم نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک قیمت دار ہے اور ہم نے جانبین کی دلائل کو کتاب العتاق میں ذکر کیا ہے۔ ف۔ زید نے خالد کا کوئی کپڑا غصب کرکے اسکو پہنایا یا اسکا طعام غصب کرکے اسی کو کھلایا حالانکہ مالک کو معلوم نہوا کہ یہ میرا کپڑا یا میرا طعام ہے تو ہمارے نزدیک اسکے تاوان سے بری ہو جائے گا یہی قول مالک در روایت شافعی رح ہے اور اگر اسکے ہاتھ فروخت یا ہبہ کرکے سپرد کیا یا ودیعت دیدیا یا عاریتاً سپرد کیا یا اجارہ دیکر سپرد کیا حالانکہ مالک کو معلوم نہیں ہے تو ہمارے و مالک رح کے نزدیک ضمان سے بری ہوگا اور یہی ایک وجہ شافعی رح ہے اور اگر مالک نے اس کو غاصب کے پاس رہن کر دیا تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غاصب اسکی ضمان سے بری نہوگا اور شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد مزنی رحمہ اللہ کے نزدیک وہمارے و مالک واحمد رح کے نزدیک بری ہو جائے گا اگر کسی کے گھوڑے یا گائے بھینس وغیرہ جانور کی رسی کھولدی یا پرند کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی یا غلام کی بیڑی کھولدی پس چوپایہ بھاگ گیا یا پرند اڑ گیا یا غلام بھاگ گیا تو ہمارے نزدیک اور ایک قول میں شافعی رح کے نزدیک ضامن نہوگا اور امام مالک واحمد رح و ایک قول شافعی میں ضامن ہوگا۔ اور اگر کپڑے یا مشکیزہ کا دہانہ کھولدیا پس گھی یا تیل جو چیز تھی وہ بہ گئی یا قندیل کی بندش کھولدی جس سے وہ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن ہوگا اور اگر گھی جما ہوا تھا پھر آفتاب کی گرمی سے پگھل کر بہ گیا تو ضامن نہوگا اور امام مالک واحمد کے نزدیک ضامن ہوگا۔ آزاد آدمی کا غصب بالاجماع نہیں ہوتا ہے اور اگر کسی آزاد سے زبردستی کام لیا تو امام مالک وشافعی واحمد رح کے نزدیک اجر المثل واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک نہیں۔ اگر کتا جس سے منفعت حاصل ہوتی ہو مثلاً چوروں وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہو اور اسکو ایک مدت تک روک رکھا تو ہمارے و مالک واحمد کے نزدیک اجرت واجب نہ ہوگی اور یہی ایک وجہ شافعی ہے اور اگر اسکو تلف کیا یا مرگیا تو ہمارے نزدیک ضامن ہوگا اور امام مالک وشافعی واحمد رح کے نزدیک نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تم المجلد الثالث من کتاب عین الہدایۃ الجامع بین الروایۃ والدرایۃ من الاصول والفتاوی بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ وحسن توفیقہ وتیلوہ الرابع بفضل اللہ تعالیٰ وہو المولی الکریم ذو الفضل العظیم ولہ الحمد فی الاولی والآخرۃ ہو ارحم الراحمین

حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ کہ کتاب مستطاب الہدایہ کا ترجمہ عین الہدایہ اسم بامسمی جسمیں جناب مترجم ہمام نے غائت اہتمام سے بمثل التزام مرعی فرمایا کہ اول تو ترجمہ فصیح سلیس عام فہم کہ خود متحصلین طلبہ کے واسطے معلم عالی مقام ہے اسپر توضیح جدید سے آئینہ ہوگیا کہ ہر مضمون مشکل صاف حل ہوگیا ثانیاً دلائل نصی وقیاسی شیخ امام قرم فقام صاحب الہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا مرتبہ

Marfat.com

حال قیاس کو نصوص سے تطبیق دینے میں اظہر من الشمس ہے اور تطبیق مذکور سے دلالت تبحر ائمہ علماء کے نزدیک ابین من الامس ولا عبرۃ بما یتفوہ بہ الجہلۃ ولو ادعوا الانفہم المنزلۃ۔ حضرت مترجم رحم فیضہ نے دلائل قیاس کے اصولی ماخذ سے ایسی تسہیل کے ساتھ باشارہ لطیفہ ادا فرمایا کہ اصل مقام و اصول کلام دونوں معاً منحل ہو گئے اور علت جامعہ و وجہ قیاس کا انکشاف بیان سے مبادرت کرتا ہے ثالثاً اصل الاصول یعنے بیان نصوص میں جو طریقہ مختار فرمایا بیان خود مدلل ہے کیونکہ بعض مترجمین نے تکثیر تخریج و جرح و توثیق رجال الاسناد میں ایسی تطویل کی کہ عوام اصل مقصود ہی سے منتشر ہو گئے لہذا حضرت موصوف کا طریقہ مختار مستحسن ہے کہ جب حدیث کی روایت صحیحین میں موجود ہے تو تصحیح اجماعی حاصل ہے۔ پھر نقل توثیق تطویل لاطائل اور اسی طرح غیر صحیحین کی حدیث جب کسی معتمد امام نے صحیح الاسناد فرمائی تو یہ اثبات کے لیے کافی۔ اور اگر تضعیف و تصحیح میں بین الائمہ اختلاف ہو تو فقط محل خلاف راوی کی توثیق کافی ہے۔ رابعاً بعد اثبات نصوص کے جیسے امام ابو حنیفہ رح کے اصول پر اجتہاد کو منطبق کیا مثلاً روایت مرسل امام و جمہور کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے پس یہ حکم مستنبط ہوا اسی طرح دیگر ائمہ مانند امام شافعی رح کے اجتہاد کو عدم قبول مرسل پر منطبق کر کے انکا استنباط مکال دیا کیونکہ امام شافعی رح قبول مرسل میں تفصیل فرماتے ہیں اور اسکے فوائد عظیمہ ہیں یہ کہ اہل السنۃ معلوم کر لیں کہ ہمارے علماء دین میں مخالفت نہیں بلکہ اجتہادی اختلاف ہے اور ہم سب کی تکریم و ادب کی تعظیم لازم ہے خامساً ہدایہ جو غالباً مسائل اصول مذہب کو محیط ہے اسکے ساتھ میں فتاوی مشائخ مجتہدین کی تذییل کی اور اسمیں بھی حسن صنعت کی رعایت فرمائی کہ مختلف اقوال میں سے صرف اس قول پر اکتفا کیا جس پر فتوی ہے تاکہ عوام بغیر تردد کے آگاہ ہوں کہ یہی ماخوذ و اسی پر فتوی ہے اور تتبع و جہد بلیغ سے فتوی مع حوالہ کتب ائمہ نقل کیا جسکے امور خاتمہ جلد اول میں مصرح ہیں اور یہ صرف بیان نمونہ ہے اور اسکی تمام خوبیوں و لطائف تحقیقات و غرائب تدقیقات و تذییل و تفریعات و بدائع نکت و اشارات کی تفصیل کیلئے رسالہ چاہیے اور خود کتاب ہاتھ میں ہے غور نظر سلامت فکر کے ساتھ دیکھئے کہ کیسی عجیب سی مشکور فرمائی ہے کہ بلا مبالغہ اسکی نظیر موجود نہیں ہے۔

Marfat.com

عین الہدایہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مترجم

فتاویٰ عالمگیری۔ تفسیر مواہب الرحمٰن

جلد سوم

قانونی کتب خانہ ● کچہری روڈ ● لاہور

Marfat.com